چاند سلطانہ

حصہ اول

انگریزی ناول نوبل کوئن کا ترجمہ

مصنفہ میڈوز ٹیلر سی ایس آئی ایم آر اے ایس۔ ایم آر آئی اے

(مصنف سیتا و تارا)

پہلا باب

دریائے کرشنا کا جھرنا

ہم اس زمانے کا حال لکھتے ہیں جس زمانے میں خاقان اکبر تخت دہلی پر فرمانروا تھا اور سطوت و جبروت کی ڈھاک قلمرو ہند میں بیٹھی ہوئی تھی۔ دکن کی سلطنتوں پر بان شاہ احمد نگر میں اور عادل شاہ ثانی بیجاپور میں حکمران تھے۔ مگر دونوں میں کچھ ایسی

آن بن تھی کہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن جان ہو رہے تھے۔

سنہ ۹۵ھ مئی کا مہینہ کوئی ۱۱ بجے دن کا وقت تھا۔ تمازت آفتاب زور پکڑتی جاتی تھی اور باد سموم کے جھونکے ہر ایک ذی روح کو چلنے پھرنے سے روک رہے تھے آفتاب کی گرمی کسی آتشیں مزاج کے جوش کیطرح بڑھ رہی تھی۔ ہم اسوقت ایک چھوٹے سے قافلہ کو جس میں کئی سوار ہیں دیکھ رہے ہیں معلوم ہوتا ہے دور سے سفر کیئے ہوئے آرہے ہیں۔ بائیں جانب دریائے کرشنا موجیں مار رہا ہے۔ دائیں طرف بیابان جنگل یا لق و دق میدان ہے سوار بہت ہوشیاری سے قدم زن ہیں۔ دیہات اور شہروں کو بچا کر سرعت کے ساتھ مزروعہ اور غیر مزروعہ زمین طے کرتے جاتے ہیں۔ راستہ میں کہیں ٹھہرنے کا موقع نہیں نہ کوئی جھونپڑا یا مکان ایسا ہے جہاں کچھ دیر ٹھہر کر دم لے لیں۔ حرارت آفتاب سے کلیجے پھکے جاتے ہیں۔ پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ گئے۔ درخت تک جھلس گئے۔ زمین سیاہ ہو کر پھٹ گئی۔ مزروعہ اور غیر مزروعہ زمین پر بڑے بڑے ڈھیلے پڑے ہیں۔ جتنے مسافروں کو سخت دقت محسوس ہو رہی ہے

دریائے کرشنا سے کچھ فاصلہ پر داہنی جانب پہاڑیوں کا سلسلہ دور تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ کہیں کہیں دور سے پہاڑی درے جھلک رہے ہیں اور ان مسافروں کو اپنی طرف اشارے سے بلا رہے ہیں کہ یہاں آؤ تمہارے لیے آرام کی جگہ اگر کہیں ہے تو ہمارے دامن آغوش میں ہے۔ یہاں تمہارا کسل مٹ جائے گا ٹھنڈی ہوا سے روح کو تازگی نصیب ہوگی۔ اس سے بڑھکر مصیبتوں اور مامون جگہ اس لق و دق بیابان میں اور کہیں نہیں ملے گی۔

یہ غربت زدہ قافلہ پہاڑوں کے دامن عافیت میں دم لینے کے لیے سرعت قدم اٹھا رہا ہے۔ لیکن جیوں جیوں یہ قافلہ پہاڑیوں کے متصل ہو جاتا ہے پہاڑ یار دامن سمیٹ کر دور ہو رہے ہیں۔

گاؤں کی دیواریں اور مکان کی چھتیں سفید پتھروں کی بنی ہوئی ہیں معلوم ہوتا تھا بڑے بڑے عالیشان محل کھڑے ہیں۔ اور آفتاب کی شعاعوں سے منعکس ہو کر کبھی نیلی کبھی روپہلی اور کبھی سرخ کبھی سبزی مائل جھلک دکھاتے ہوئے نظر غائب ہو جاتے ہیں۔ گرد و غبار کے بگولے جتنے سانس لینا دشوار ہو رہا ہے اور

اُڑتے ہوا مین فنا ہو جاتے ہین۔

کبھی کبھی ہل چلانے والے کسانون کی ہوا مین گونجتی ہوئین برہا الاپنے کی آوازین ان نووارد مسافرون کے کانون مین آتین اور صحرائی طیور کی کرخت آوازون مین ملکر غائب ہو جاتین۔ جب کسی درے کی بغل مین اس چھوٹے سے قافلے کا ورود ہوتا تو بڑی بڑی چھپکلیان لال لال سر اٹھا کر دیکھتین۔ اسی طرح چھوٹے قسم کے نیلے گردن والے گرگٹ کسی جھاڑی یا پتھر سے سر اٹھا کر دیکھتے اور نیلی گردن اٹھا کر بولتے گویا اس قافلے کے ساتھ مقابلہ کرنے کو طیار ہین۔ پھر سہمے ہوئے سوراخ مین چھپ کر نظرون سے اوجھل ہو جاتے۔

کسی کسی مقام پر قدرت نے پہاڑی آبشارون مین ہوتی سا صاف ستھرا پانی بھر دیا ہے جو جنگلی جانور صحرائی طیور یا چھوٹے چھوٹے مسافرون کی پیاس بجھانے کے کام مین آجاتا ہے۔

اہل قافلہ دھاوا مارتے چلے جاتے ہین۔ وہ صرف لطیفے مین کچھ قباحت پر گھوڑون پر اپنے چپیرے ہین گھوڑے سے نکالے جاتے ہین کہ کسی طرح اس خطرناک مقام سے نکلکر امن کی جگہ پر پہنچ جائین۔ حالانکہ گرم لو کے جھونکون سے سخت زحمت برداشت کرنا پڑتی ہے۔ قدم بڑھانا شاق ہو رہا ہے۔ تاہم اسوقت کی چپیٹ اور گرم گرم لو کے جھونکے انکی جان کے حوالے تھے ورنہ ممکن تھا دشمنون کے پنجون مین گرفتار ہو جاتے۔ قطاع الطریقون کا زور تھا۔ آئے دن لوٹ مار ہوا کرتی تھی۔ دکن سلطنت مین پارٹی تلنگ کا زور تھا۔ جنگلی راستے خطرناک ہو رہے تھے۔ دن دہاڑے قافلے کے قافلے ڈکیتون کے ہاتھون برباد ہو جاتے تھے۔ باغیون سرکشون کے مظالم اس قدر بڑھ گئے تھے کہ بیجاپور کے بادشاہ عادل شاہ ثانی نے باغیون کی سرکوبی کے لیے شاہزادہ اسمٰعیل کے ہمراہ کچھ سوار اور پیدل اس غرض سے کر دیے تھے کہ جہان کوئی باغی دستیاب ہو گرفتار کر لیا جائے۔

باغیون کا سرغنہ عین الملک تھا جو کسی زمانہ مین بیجاپور مین نیابت کی کرسی توڑ رہا تھا۔ اسے چند نا عاقبت اندیشون کے اغوا سے بغاوت پر کمر باندھی تھی

صرف ان کے لیے شاہی اعلان ہوا۔ عین الملک نے موقع دیکھ کر شاہزادہ اسمٰعیل سے
ساز باز کرنا چاہی اور مستعد ہوا کہ وہ پھر وزارت کی کرسی پر بیٹھ کر شاہی کاروبار دیکھے
اور وفاداری کے ساتھ احکام سلطنت انجام دے۔ وہ اپنی کھوئی ہوئی عزت پھر
حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسے احمد نگر کی فوج کا بھروسا تھا نتیجہ کچھ نہ نکلا عین الملک
کے مظالم ایسے نہ تھے جو نظر انداز کر دیے جاتے۔

بیجاپور والوں کا فرض تھا کہ جتنی فوج ہو سکے بیل گانوں کی بغاوت دفع کرنے کے لیے
بھیجے۔ چنانچہ یہ چھوٹا سا قافلہ نوجوان عباس خان کی ماتحتی میں جو سرحدی قلعہ کا حاکم تھا
قبل طلوع آفتاب دریائے کرشنا کی وادی میں رپ رپ کرتا ہوا جا رہا ہے کہ
یکایک دشمنوں نے اسے گھیر لیا۔ جب اسکی فوج کے آدھے سے زیادہ آدمی کام آ چکے
تو اسے فرار پر قرار لینا پڑا باغیوں نے تعاقب کیا۔ کچھ تو گرفتار ہو کر قتل کر دیے گئے اور
کچھ اپنے افسر کا ساتھ دیے ہوئے آ رہے ہیں۔ اور پلٹ پلٹ کر حریفوں پر گولیوں کی باڑھ
بھی مار دیتے ہیں۔ مگر افسوس ان جان نثاروں میں بھی بہت سے نشانہ سہام اجل ہو گئے
بندوقوں کی گولیاں دم لینے نہیں دیتیں۔ دشمن تعاقب کناں چلے آ رہے ہیں۔ کٹتے
مرتے صرف چار شخص باقی رہ گئے ہیں۔ انکے باد رفتار گھوڑے بھی ماشاءاللہ بہت
تیز ہیں جو پہاڑی راستے سرعت سے طے کرتے جاتے ہیں۔

ان چاروں جوانوں کی جانیں بڑی آفتوں سے بچی تھیں۔ ایک اونچے ٹیلے
سے باغیوں کے گھوڑوں کی جھلک نظر آ رہی تھی پیچھے پیچھے میدان میں دشمن آ گھیرنے کے
لیے تاک میں بیٹھے تھے۔ اتفاق سے باغیوں کی نظر بھی اس چھوٹے سے قافلے
پر پڑ ہی گئی۔ چونکہ دھوپ کی تیزی اور ہوا کے تند و تیز جھکڑوں سے نظر ایک جگہ
جمتی نہ تھی اور اڑنے والے بڑے بڑے غبار نے قافلہ والوں کی صورتوں پر پردہ
ڈال دیا تھا۔ اسلیے شکل و شباہت میں بھی بہت کچھ تبدیلی ہو گئی تھی۔ یکایک پہچان لینا
غیر ممکن تھا۔

ہمیں اپنے قصے میں یہ بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ بغاوت کی
آگ کس طرح بھڑکی اور کس طرح فرو ہوئی کیونکہ عین الملک کی وفات کے بعد بھی
جو اسکا سرغنہ تھا بڑے بڑے سرکشوں کے دانت کھٹے ہو گئے تھے۔ اور

بغاوت کی آگ دھیمی پڑ چلی تھی۔

اسوقت ان مفرورین مین کوئی بولتا چالتا نہین۔ گھوڑے دوڑ لگا رہے ہین سرون پر ڈھاٹے بندھے ہوئے۔ دھوپ اور لو کی بچت کے لیے چادرین اوڑھ لی گئین ہین۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان مین دو زخمی ہین جو آفتاب کی تمازت اور خون کے نکل جانے سے بہت کمزور ہو گئے ہین۔ گھوڑے کی پشت پر بیٹھنا محال ہو رہا ہے۔ ان زخمیون مین ایک نوجوان سردار عباس خان تھا جو شدت درد اور زخم کی کھٹک سے بیتاب ہو کر پشت زین پر سر رکھ دیتا ہے اور اسکا ساتھی پانی کے دو چار گھونٹ پلا کر اسے تازہ کر دیتا ہے۔ اور پھر گھوڑے اسلیے تیز کر دیے جاتے ہین ایسا نہ ہو دشمن سرحد پہ موجود ہو جائے۔ اور ہم گرفتار ہو جائین۔

عباس خان اسید خان کا لڑکا تھا۔ عمر تیس سال سے کم ہو گی۔ ہری مخمل کی قبا جسپر زردوزی کا کام کیا ہوا تھا۔ زیب جسم تھی۔ گھوڑے کا زین سرخ مخمل کا مگر یا پہ بہت زیادہ کام مین لانے سے گھس گیا تھا۔ سر پہ فولادی خود جسپر ایک لٹکی ہوئی مخملی چادر مین دوش و سینہ تک اوڑھی ہوئی ہین۔ قبا پہ فولادی زرہ اور پشت پر حربون سے بچانے والی سپر۔ چہرہ کا کچھ حصہ نکلا اور کچھ کھلا ہوا تھا۔ لمبے ایرانی موزے جسپر رنگ برنگ کے ریشمی کام کیے ہوے اور آہنی تارون سے ملکر دونون رانون کو ڈھکے ہوے تھے۔ زری دار پٹکا کمر مین مرصع قبضہ کی تلوار جسپر سنہرا کام کیا ہوا تھا۔ سرخ مخمل کی نیام مین پڑی ہوئی نیچے لٹک رہی تھی۔

اُس زمانے مین دکن کے سوارون کی یہی پوشاک تھی۔ مگر عباس خان کے مقابلہ کا سوار اُس قرب و جوار مین ایک نہ تھا۔ یہ بالذات دلیر اور شجاع تھا، اُس زمانے مین سرکش باغی زور پکڑ گئے تھے۔ آئے دن خونریزیان ہوا کرتی تھین تسلط کا نام نہین۔ بازار کشت و خون گرم تھا۔ دنگا فساد معمولی بات تھی۔ یہانتک خاص دار الخلافت مین وہ شورش تھی کہ الامان۔ اور پھر اُس حالت مین جبکہ احمد نگر اور بیجاپور مین باہمی نقیض بڑھتی جاتی تھی۔ سرحدون پہ روز ہی جھگڑا ہوا کرتا تھا۔ ویدر اور گولکنڈہ کی ریاستون نے پورب طرف شور و شر مچا رکھا تھا بادشاہ کے دشمن آپس مین ملکر ہر وقت جنگ کرنے پر تلے ہوے تھے۔ اور

اسی وجہ سے روزانہ دنگا فساد ہوا کرتا تھا۔

چونکہ عباس خان تلوار کا دھنی اور چھوٹ کا سردار تھا اسلئے سرحد دکن پر جانے سے آتش فساد دب بیٹھ کر بجھ جاتی تھی اسے خبر تھی کہ جنگ و جدل میں جانے کا شوق بہت تھا۔ چاہے اسکا انجام کچھ ہی ہو۔ وہ یہ بھی سمجھتا تھا خوف و دہشت کس چڑیا کا نام ہے فوراً مقابلے پر آیا اور اسنے وار کیا۔

جو لوگ کورالا کی لڑائی سے بچ کر بھاگے تھے وہ قوام عباس خان کے ملازم تھے تھکاوٹ کے سبب سے ساتھ نہ آسکے تھے۔ اسلیے پیچھے رہ گئے تھے۔ اور کچھ جنوب و جوار کی بستیوں میں چھپ رہے تھے اسوقت صرف تین شخص حق نمک ادا کرنے کے لیے ساتھ رہ گئے تھے۔ ان میں ایک کا نام جمال تھا وہ بھی مجروح ہو گیا تھا۔ طاقت سلب ہوئی جاتی تھی۔ لیکن مجبوری سے گھوڑے کی پشت پر بیٹھا ہوا استقلال اور ثابت قدمی کی باگ ڈھیلی نہ ہونے دیتا تھا۔ جمال خان عباس خان کی فوج میں علمبردار تھا۔ چنانچہ اسوقت بھی اسکے ہاتھ میں سبز رنگ کا نشان لہرا رہا تھا۔ دوسرے جوان کا نام نسیم تھا۔ یہ عباس خان کا ذاتی نوکر تھا۔ اور تیسرے شخص کو رانگا پو کہتے تھے اسکی کمان میں ویدر کا رسالہ تھا۔ ویدر کی ریاست بیجاپور کے جنوب جانب ہے۔ رانگا اس ویدر کا جوان ہے ہاتھ پاؤن سڈول اور بہت مضبوط ہیں۔ اسے عباس خان کا باڈی گارڈ سمجھنا چاہیے۔

الغرض چاروں جوان گھوڑے بھگائے ترو پٹ جا رہے تھے۔ ویدر کے سردار رانگا کا گھوڑا بہت تیز تھا۔ چلتے چلتے ہمیں تک گئے۔ ہوا کی رفتار میں کبھی کمی ہوتی تاہم کبھی کبھی تیز جھونکا آہی جاتا تھا۔ جس کے ساتھ گرد بھی اڑتی تھی۔ زخموں میں تاب باقی نہ تھی۔ جس پٹی سے عباس خان کا سینہ اور ہاتھ بندھا ہوا تھا خون سے تر ابور ہو گئی تھی۔ مخملی عبا خون سے تربتر زخم سے چپک گئی تھی۔ اسوجہ سے اور بھی تکلیف ہو رہی تھی۔

ویدر کے سردار یعنی رانگا نے اپنی کناری زبان میں جسکو عباس بھی جانتا تھا اپنے مالک کو ہمت دلانے کے لیے کہا۔

عباس خان! ڈرو نہیں۔ ہم گھڑی بھر بعد اپنے قلعہ میں پہونچا چاہتے ہیں

جہان کسی قسم کا خطرہ نہوگا۔ دشمنون کی ہوا بھی وہان نہ پہونچ سکیگی۔ دیکھو تال تور کے
درخت ہم پیچھے چھوڑ آئے ہین پہاڑیان گرد و غبار مین اٹی ہوئی نظر آرہی ہین خوش
ہو جاؤ تم بہادر سپاہی ہو دل کو تقویت دو مین کہتا ہون جہان ایک کوس اور رستہ پار
کر لیا۔ اپنے جتھے مین پہونچ جائینگے۔ زخم پر پٹیان چڑھا دی جائینگی۔
[illegible] سنبھلے رہو۔ تمہاری بھی دیکھ بھال ہوگی۔ تمہین بھی ہر طرح کا آرام
پہونچایا جائیگا۔ مرد آدمی گھبرا کے کیون جاتے ہو۔ دل مضبوط کرو
[illegible]

یہ بیماری رک جانے والی ہوا کا سست پڑ جانا ہمارے مفید مطلب
نہین ثابت ہوتا۔ اگر باغیون نے ہمین دیکھ لیا تو پھر جان کے لالے
پڑ جائینگے۔

عباس خان۔ اوہ۔ کچھ پروا نہین۔ سپاہیون کی موت تلوار کی دھار پر ہے
آہ جلدی کے سبب میری یہ حالت ہوگئی ہے۔ ہمارے اتنے آدمی مفت مارے
گئے۔ یا اللہ معاف کرنا۔ بھلا میرا چچا کیون معاف کریگا۔ میرے چچا مجھے فوج مین
افسری ملنا پسند نہ کرتے تھے۔ انکو گمان تھا فوج مین حکومت پا جانے سے میرے
جوش مین کمی ہو جائیگی۔ اور مین خاص خاص مہم پر جانے کے سوا عام لڑائیون
مین جانے سے پہلو تہی کرونگا۔ دوستو! تمہاری وفاداری سے میری جان بچی ہے
اللہ تعالیٰ تمہین اسکا صلہ و عوض دے۔ ہان زخمون کا شوق اب بھی تھم جائے تو مین
سنبھل رہ سکتا ہون۔ لو اب تو زمین گھومتی معلوم ہوتی ہے دم [illegible] مجھے دو
گھونٹ پانی پلا دو۔ حلق مین کانٹے پڑ گئے ہین۔

اس کے ساتھ ہی تالوٹ سے ایک گھونٹ پانی پی کر وہ جوان [illegible] گیا اور
گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ ایک میل سے کچھ زیادہ راستہ طے کیا ہوگا کہ پہاڑی سے
جوق جوق آدمی نکل پڑے۔ اور فرط محبت سے رانگا سردار کی پابوسی کو جھک گئے
اسکے بعد سبھون کی زبان سے نکلا تم سلامت رہو ہمکو خبر ملی تھی کہ تم لوگ گھرا کے
میدان مین مارے گئے۔ اس لیے کچھ لوگ تمہاری تلاش مین گئے ہین۔
رانگا۔ ہنسکر۔ گھبراؤ نہین مین تمہارے سامنے ہنستا کھیلتا کھڑا ہون

اب کس بات کا اندیشہ ہے۔

اُنمین سے ایک آدمی بولا۔ ابھی خطرہ ہے جناب! باغیون کا جتھا آپ کے قدمون کا نشان لیتا ہوا پیچھے آرہا ہے۔ تیز بھاگو۔ جب پہاڑی درّے مین پہونچ گئے پھر کچھ خوف نہین۔ فوراً اس سیدھی کرو اور گھوڑے سرپٹ دوڑادو۔ ہم سب بھی پیچھے آتے ہین۔

راننگا۔ یہان پھیل جاؤ۔ آنکو وہین روک لو۔ جھاڑی مین چھپ جاؤ۔ جہانتک ہوسکے اینٹ گولیون کی بوچھار کردو۔ ممکن ہے اُنکے گھوڑے بھی ہماری طرح تھک گئے ہون کچھ کام نہ دے سکتے ہون۔ تم چھاپا بھگوتی (نام ہے) کے مندر کی حفاظت کرسکتے ہو۔ اگر دشمن تعداد مین زیادہ ہون تو بھی تم اُنھین ہلکان اور پریشان کرسکتے ہو۔

اُس غول کا ایک سردار۔

ہمارا راج چھاپا بھگوتی سے آپ کو کیا کام۔ دریاے کرشنا باڑھ پر ہے آپ قلعہ مین پناہ گزین نہین ہوسکتے۔

راننگا۔ افسوس کیا درحقیقت ندی باڑھ پر آگئی ہم نے ابھی تک نہین سُنا۔

دوسرا۔ ہان سرکار دوپہر کے بعد ہی تو کرشنا مین باڑھ آگئی۔

اس خبر سے ان لوگون کی نگاہین دریاے کرشنا کی وادی کیطرف اُٹھ گئین ایک اونچے ٹیلے سے دیکھا دریا اُمنڈتا چلا آتا ہے اور سامنے کی پہاڑیون سے گرد وغبار کا بونڈر اچکر مار رہا ہے۔ جیون جیون ہوا کم ہوتی گئی گرد اوپر اُٹھتی گئی یہانتک کہ ایک تیز جھونکے نے اُس بونڈرے کا نام و نشان نہ رکھا۔

چوتھا۔ اگر وقت مدد کرے تو اوپر کی سڑک سے واپس ہوجانا اچھا ہے۔ مناسب تو یہی تھا کہ آپ سب صاحب سیدھے کیری کول کو چلدین۔ لیکن وقت نہین ہے دریا پار ہونا مشکل ہے۔

راننگا۔ ہمین پہلے نرائن پور پہونچنا چاہیے پھر دیکھا جائیگا۔ کچھ لوگ نرائن پور دوڑ جاؤ۔ وہان کے ملاحون سے کہو کہ سب سامان سے لیس ہوکر نیچے گھاٹ پر پہونچ جائین۔ کرشنا جرّاح سے بھی تاکید کردینا کہ مرہم وغیرہ طیار رکھے

سوئی موجود ہے۔ شاید زخمون پر ٹانکے لگانے کا موقع ملجائے۔ میرے وفادار دوستون کیا تمھین یاد نہین کہ عباس خان نے کس بہادری سے تیر مارا تھا۔ اور تم سب نے واہ وا کی تھی۔ ہمین بھی اُسکی جان بچانے کی ضرورت لاحق ہوگئی ہے کوئی فکر نہین دریا پڑے تھے وہ ہم سب قبل غروب آفتاب دے اگر قلعہ مین نہ پہونچ سکے تو سمجھ لین سگے کہ ہم سب سے بڑھکر دنیا مین کوئی بدنیت اور بزدل نہوگا۔

رانگا نے مندرجہ بالا فقرے اپنے ماتحتون سے کہے تھے جسمین اُسکی قوم کے کچھی آدمی تھے۔ رانگا صرف سردار ہی نہ تھا بلکہ اپنی قوم مین بھی ممتاز گنا جاتا تھا۔ راجہ کا رشتہ دار بھی تھا۔ اسوجہ سے اُسکی شان وشوکت اور بھی بڑھ گئی تھی۔ لوگ اُسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے وہ بیس ہزار آدمی میدان مین لاسکتا تھا۔ رانگا کی نگرانی مین سرحد کا مغربی حصہ تھا۔ وہان اُسکی حکومت بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ صلحنامہ کے مطابق عباس خان کی مدد کو گیا تھا۔ اسکو عباس خان سے بڑی محبت تھی اور اس لیے ہر کام مین اُنکا دست باز وبن جاتا تھا۔

القصہ رانگا کی اجازت سے کچھ لوگ اُس طرف دوڑگئے جدھر گرد وغبار اُڑ رہا تھا یہ لوگ بڑے تیز قدم تھے۔ چمڑے کی نوک دار کلاہ ایک تسمے سے بندھی ہوئی سر کھلی اور داڑھی کو چھپائے ہوئے تھی۔ رانون سے گھٹنے تک جانگیا اُسکے بعد گھٹنے سے پیر تک چمڑے کا جوتا۔ کمر مین مضبوط پٹکا کھنچا ہوا۔ یہ اُنکی پوشاک تھی۔ کچھ لوگون کے پاس ڈھال اور تلوارین تھین جو رسے کمر سے لٹک رہے تھے۔ بعض کے پاس توڑے دار بندوق بارود کا توشدان اور گولیون کی تھیلیان کمر سے بندھی ہوئی تھین یہ لوگ جھاڑیون اور پتھرون مین غائب ہوگئے۔ ان جھاڑیون مین ایسے آدمیون کی ایک بڑی جماعت چھپ سکتی تھی۔ بیدلون کے سردار نے پہاڑی درہ کے قریب پہونچکر کہا کہ پیچھے نہین رہین اور باعمی لکھون کا راستہ دیکھین اگر دوسمان آئین۔

رانگا نے جواب دیا بھائیو! ایسا ہی کرو۔ مگر جب تک وہ تمھاری بغل سے نہ نکلین چلانا نہین۔ (ایک گاؤن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جسکے لہلہاتے ہوئے دھان کے کھیت دور سے دکھائی دے رہے ہین) وہ سامنے نرائن پور ہے اگر ہم لوگ وہان سے بخیریت نکلے تو مین چپا یا جنگوتی کا چڑھاوا چڑھاؤنگا۔ اب خوش ہوجاؤ

دل کو ذرا سخت کیے رہو خوف جاتا رہے گا۔

اچھا ہوا ابسرام نگر پاس آگیا۔ عباس خان سے بولا بھی نہ جاتا تھا۔ وہ اپنے زین پر چکرا رہا تھا زمین پر انتہا کے روڑے کنکر پتھر گھوڑوں کو ایک ایک قدم پر ٹھوکریں مارتے تھے۔ عباس خان کو محصور ہوجانے کا کھٹکا تھا۔ اسنے گھوڑے کی گردن پر تھپکی دی اور چمکارا ابھی گھوڑے نے ہنہنا کر جواب دیا تاہم گھوڑا اور سوار دونوں مضمحل ہوگئے تھے۔ عباس خان کو کچھ تمیز نہ رہی تھی حواس غائب غلہ صرف اسکے کانوں میں کھڑ کھڑاہٹ کی آوازیں آتی تھی۔ اسے خبر نہ تھی میں کہاں ہوں جب وہ گھوڑے سے گرنا چاہتا تھا اسکا ساتھی اپنے ہاتھ سے روک لیتا تھا۔

عباس خان نے رانگا کی بات چیت نشے کی حالت میں سُنی جو شاید اسکی سمجھ میں بھی نہ آئی۔ وہ اپنے زخم کے درد سے پریشان و مضطر ہورہا تھا۔

رانگا نے جب اسکی یہ حالت دیکھی بیقراری کے ساتھ دوڑا اور چار آدمیوں کے سر پر چارپائی اٹھوا اور عباس خان کو اسپر لٹا کر گاؤں میں لے گیا بھوم جی جو اس گانوں کا مکھیا تھا اس سے کہا۔

دیکھو جس شخص کو میں تمھارے پاس لایا ہوں یہ عباس خان ہے بہادر سردار ہے اسلیے جہانتک امکان میں ہو اسکی تندرستی کی فکر کرو۔ اول تو زخم خوردہ ہے اور پھر دھوپ کی طپش نے اسے اور بھی پریشان کردیا ہے دیکھیے ہو اسوقت اسکے حواس درست نہیں ہیں۔ کرشنا جراح کہاں ہے اوسے جلد بلا بھیجو وہ زخموں کی دیکھ بھال کریگا۔

کرشنا جراح۔ ذرا آگے بڑھکر) سرکار! حاضر ہوں۔ زخم دیکھوں حتی الامکان علاج کرونگا الیشور چاہے گا مریض بہت جلد چنگا ہوجائیگا۔

رانگا کے آدمیوں نے مریض کے کپڑے اُتارے۔ مخملی کوٹ خون سے چپک گیا تھا۔ الگ کیا گیا۔ سر پانی سے دھویا۔ پانی پڑنے سے عباس خان کے حواس درست ہوگئے۔ چارپائی پر اوٹھ بیٹھا اور حیرت آلود نگاہ سے چاروں طرف پھر پھر کے دیکھتا رہا۔

عباس کے ساتھیوں نے خوش ہوکر کہا۔

الحمد للہ غشی سے نجات تو ملی۔ زندگی کی اُمید تو ہوئی۔ ہم لوگ نا اُمید

ہو چکے تھے۔

عباس خان۔ دوست ابھی نہیں۔ خدا جانے ہمیں کتنی دور جانا باقی ہے۔ جب گھوڑے پر سوار ہو جاؤں اور کچھ تکلیف نہ ہو اسوقت شاید آپ لوگوں کا ساتھ دے سکوں اور اسوقت تو حالت بہتر معلوم ہوتی ہے۔

راشنگا۔ اب آپ امن کی جگہ ہیں۔ آگے جانے کی ضرورت نہیں۔ قلعہ بہت ہی نزدیک ہے۔ وہاں چلکر آرام کیجیے گا۔ کرشنا زخم میں ٹانکے لگا دیتا ہے۔ کچھ اشتہا ہو کھانے کے لیے کھچڑی طیار ہے۔

کرشنا حجام نے جا لاکی اور صفائی سے زخموں کو دھویا ٹانکے دیلیے۔ اور پٹیاں چڑھائیں۔ زخم بائیں شانے سے بائیں سینے تک اوتر گیا تھا۔ حالانکہ بہت گہرا نہ تھا مگر خون نکل جانے سے تیور آ ہی گئے۔ چند منٹ میں ہوش آ گیا۔

اسی طرح دوسرے زخمی کی بھی مرہم پٹی کی گئی۔ چونکہ اسکا زخم گہرا تھا۔ اس لیے وہ بہت سست ہو گیا تھا۔ ایک درویش با خدا وہیں رہتا تھا۔ مسافروں کی خبر گیری کرنے لگا۔ عباس خان نے چار یا پنچ نوالے کھچڑی کے کھائے۔ پانی پیا۔ قلب کو تسکین ہوئی۔ ہاتھ پاؤں میں توانائی آئی ساتھیوں سے کہا۔

"میں چلنے کو طیار ہوں"

گاؤں کے بڈھے پٹیل ہمم جی نے جواب دیا۔ کیا تمھیں کچھ سنائی نہیں دیتا۔ دریا کرشنا چڑھاؤ پر ہے۔ جب سے ہو انٹھی ہے۔ شور زیادہ سنائی پڑتا ہے۔ ممکن نہیں کوئی شخص پار جا سکے۔ لڑکے! احمق نہ بن۔ خدا نے تجھپر رحم کیا ہے۔ دیدہ و دانستہ جان دینا کس نے کہا ہے۔ بیٹا ہمارے پاس رہو۔

راشنگا۔ ہمم جی! گھبراؤ نہیں۔ جب اس سے بھی زیادہ دریا چڑھاؤ پر تھا۔ میں کئی بار اوتر گیا۔ میری رائے میں وقت کا خون کرنا کسی طور مناسب نہیں۔ گفتگو ہو رہی تھی آواز آئی۔ دشمن درے میں پہونچ گئے ہیں۔ حریف سے مقابلہ کے لیے ہم میں صرف بارہ آدمی ہیں۔ دریا سے اگر ہو سکے گا دشمن کو کبھی ادھر آنے نہ دیگا۔ اگر حریف تعداد میں زیادہ نظر آئے تو البتہ دریا لاچار ہو جائیگا۔ (اور دگروں کے آدمیوں سے) تم میں کون کون ہمارے ساتھ دریا پیر سکتا ہے۔ اور کون ہمارا ساتھ دیسکتا ہے کس کس کو

اپنی جان پیاری ہے۔

رانگا کی اس تقریر پر بہت سے دید ر طیار ہو گئے۔ اپنے اپنے کپڑے لپٹے دوڑے اور نکے لنگے بندھے ہوئے ہر وقت طیار رہتے تھے۔

سبھوں نے عباس خان اور اپنے سردار رانگا کے قدم چھو کر کہا۔

"ہم سب آپکے بال بچے ہیں۔ پار چلیں گے آپ کے اقبال سے ہمیں کچھ بھی ڈر نہیں۔ حکم ہو تو ابھی چلدیں۔ دو گھڑی دن باقی رہگیا ہے۔ ہم جل ڈرگ کے سامنے نیچے گھاٹ سے اُتر سکتے ہیں۔

رانگا۔ سنتے ہو ابھی برابر خبر ہو رہے ہیں۔ دشمن ضرور تعاقب کرینگے۔ تم لوگ جاؤ اور دریا سے کہدو۔ کم سے کم آدھ گھنٹہ تک درے کی حفاظت کرے۔ پھر چھایا بھگوتی کے مندر پر آجاے اور اس مقام پر سربکف ہو کر لڑے تاکہ دشمن کا دسترس اس مندر پر نہو سکے۔

آدمی ادھر روانہ ہوے ادھر تھانیصاحب کا پلنگ اٹھوایا گیا۔ گھوڑے پہلے ہی بھیجدیئے گئے۔ یہ چھوٹا سا قافلہ جسقدر تیز جا سکتا تھا جتنے نالیاں خندقیں غار پڑے سب کو نانگتا چلا جاتا تھا۔

رانگا۔ (جودم تی سے) اگر دشمن درے سے نکل آئیں تو زخمیوں کو چھپا کر جتنے آدمی ہوں چھایا بھگوتی کے رستے پر جمع ہو رہیں۔ اور مندر کی حفاظت کریں۔ اور اگر دریا اور اسکے ساتھی بخیریت ہوں تو بندوقوں کے فیر کر دینا۔ ہم سب سمجھ لیں گے کہ سب صحیح سلامت ہیں۔

آدمی۔ بہت اچھا۔ بھگوتی تمھاری جان سلامت رکھے۔ تم سب خیریت سے پہنچ جاؤ۔ بہت چڑھاوا چڑھاؤنگا۔

راستہ بہت تنگ اور پیچیدہ تھا۔ بعض مقام پر بڑے بڑے پتھر پڑے تھے جنسے راستہ رُکا ہوا تھا۔ اس جگہ گھوڑے کے سوار کو چلنا بہت ہی دشوار ہو جاتا تھا۔

رانگا۔ (عباس خان سے) دریا کی باڑھ دیکھنا چاہتے ہو تو آؤ۔ دیکھو تمھاری چارپائی پہاڑی میدان میں آجانے سے بخوبی دیکھ سکتے ہو۔ چارپائی اٹھانے

والون سے پہاڑ کے کنارے چارپائی رکھدو۔

نوکرون نے رانگا کے حکم کی تعمیل کی اور عباس خان چارپائی پر بیٹھے لیٹے روح افزا بہار کی نظارہ بازی مین مصروف ہوا۔

جہان چارپائی رکھی گئی تھی چورس زمین تھی۔ عباس خان نے دریا کا مدجزر اور ہیبت خیز باڑھ دیکھکر آنکھین بند کرلین۔ رانگا بالکل لب دریا بے خوف کھڑا ہوا تھا۔ عباس خان سے مخاطب ہوا۔

خانصاحب! ذرا ٹھہر جاؤ۔ کچھ دیر مین جب ہوا گرد و غبار کو دبادیگی یہان کی کیفیت سے آپکی روح خوش ہوگی۔

ابھی دو ہی چار منٹ کا وقفہ ہوا ہوگا۔ ہوا کے ایک تیز جھونکے نے کچھ ایسی جاروب کشی کردی گرد و غبار صاف ہوگیا اور دریائے کرشنا کا پانی دور سے آئینہ صفا ایسا جھلکنے لگا۔

ندی لبالب بھری ہوئی تھی۔ پاؤ میل کا پاٹ تھا۔ پانی کی دھار چار سو فیٹ کی اونچائی سے اس زور پر گرتی تھی کہ تمام پہاڑی میدان گونج رہا تھا میلون سے آواز سنائی پڑتی تھی۔

پہاڑ کے وسط مین جہان پانی ٹکر کھاتا تھا کہین بھی چٹانین سیدھی نہ تھین۔ اسوجہ سے پانی کی چادر اور بھی پھیل گئی تھی۔ اور پاٹ بہت بڑھ گیا تھا۔ کئی مقامون پر پانی چڑھ آیا تھا۔ پتھرون کے سوراخون سے نکل رہا تھا معلوم ہوتا تھا کوئی گول ستون سفید پتھر کا ڈالدیا گیا ہے۔ پانی کے ستون نیچے گرکر حیرت انگیز تماشا دکھارہے تھے۔ کمزوری کے سبب عباس خان ان نظارون کے دیکھنے کی تاب نہ لاسکا۔ غشی سوار ہوگئی۔ لیکن سنبھلکر پھر ہوش مین آگیا۔ دیرینہ سردار رانگا نے کہا۔

"میان! دیکھا کیسا پانی صاف ہے۔ موجون کے تصادم سے معلوم ہوتا ہی گویا تمام دنیا کے گھوڑے آپسمین لتیا پیچ کررہے ہین۔

دراصل یہ سین بہت ہی ہیبتناک تھا۔ نیچے کئی چشمے تیزی کے ساتھ بہتے ہوے آپسمین مل گئے تھے۔ جس سے بڑی بڑی لہرین اٹھتی تھین۔ پانی کا وہ تلاطم

کہ الامان کان پڑی بات سنائی نہ دیتی تھی۔ آفتاب کی کرنون سے آنکھین چوندھائی جاتی تھین۔ ان ہیبت خیز نظارون سے عباس کے دل پر گہری چوٹ پڑتی تھی۔ مگر رانگا بڑے اطمینان سے کھڑا ہوا تماشہ دیکھ رہا تھا۔

رانگا۔ اسوقت دریا جوش وخروش پر ہے۔ تلاطم مچا ہوا ہے۔ ہم اسپر پھول چڑھاتے ہین شاید ہماری گل افشانی سے مہربانی کرے۔ جب باڑھ کم ہوتی ہو اور ندی اوتر جاتی ہے تو اُس تالاب کا پانی جسے تم اس تیزی سے بہتا ہوا دیکھ رہے ہو تھم جاتا ہے۔ اور ہم بلا کسی رکاوٹ کے وہان جا سکتے ہین۔ خیر چلو بہت کچھ دیکھ چکے ہو۔

عباس خان۔ واقعی یہ مقام بہت ہی دلکش ہے۔ کچھ توقف کرو۔ اور دیکھ لین۔ پھر چلین گے۔ پہلے تو دیکھنے کی تاب نہ تھی۔ مگر اب لطف حاصل ہو رہا ہے۔

اسوقت آفتاب اپنے خلوت خانے کے بہت ہی قریب ہو گیا تھا سنہری شعاعین بہتے ہوے پانی پر عجیب وغریب تماشہ دکھلا رہی تھین۔ پانی کا وہ تلاطم بھی کم ہو گیا تھا۔ جو کچھ دیر پہلے خوفناک حالت مین ظاہر تھا۔ لیکن کیفیت مین کچھ بھی کمی نہ تھی۔ وہی دلکش سین پیش نظر تھا۔ حالانکہ پانی بالکل میلا اور مٹیلا تھا مگر سورج کی کرنین پانی کی چادر پر پڑنے سے عجیب لطف دکھا رہی تھین۔ گویا سونے کا لمبا چوڑا تختہ دور تک پھیلتا ہوا چلا گیا تھا۔ پانی کے قدرتی ستون کبھی ظاہر ہوتے تھے اور کبھی معلوم ہوتا تھا انپر رنگ برنگ پھولون کی گلکاری کی گئی ہے۔ کیونکہ اُنکے ٹکڑے رنگ برنگ کے دکھائی دیتے تھے۔ دونون کنارون کے درخت ہوا کے جھونکون سے جھک جھک کر دریا کو سلامین کر رہے تھے جس سے دریا کی شان وشوکت مین اضافہ ہوتا تھا۔

عباس خان۔ (کچھ دیر خاموش رہکر) بس میری طبیعت بھر گئی۔ ان خدائی کرشمون کے عجیب وغریب حالات آج تک کسی نے بھی مجھ سے بیان نہین کیے تھے۔ دوست! آگے بڑھو۔ یہان کی کیفیت ہمیشہ یاد رہے گی۔ یہ خطہ قدرتی عجائبات کی بدولت اچھا خاصہ عجائب خانہ ہے۔ کیون بھئی! کیا دریا اوترتا ہو گا۔

رانگا - ہان جناب! اگر اسپر بھروسا کرین اور ہمت نہ ہارین تو بھگوتی ماتا ہماری رکھشا کریگی - گھاٹ کے پاس پانی ہموار سطح مین بہتا ہے - حالانکہ وہ تیز ہے مگر ہمین بھی مضبوط رہنا چاہیئے - سیکڑون دفعہ کمر سے اسباب باندھکر اوتر گیا ہون چونکہ آپ کی جان قیمتی ہے اسلیئے پورا پورا انتظام کر لیا گیا ہے -

چارپائی اٹھاکر دریا کے کنارے چورس زمین پر سے گئے - مگر راستہ لہر کھاتا جاتا تھا جب پہاڑیون کے جھرمٹ سے نکلے تو سامنے خلد رنگ کا قلعہ دکھائی پڑنے لگا - یہ قلعہ دور سے عجیب بہار دکھا رہا تھا - معلوم ہوتا تھا پہاڑی سلسلے پر بنا ہوا ہے آگے چلکر عباس خان کو معلوم ہوگیا کہ یہ قلعہ ایک پہاڑی قلعہ ہے - پہاڑی بہت بلند ہے اسپر چڑھنا بہت دشوار ہے - سیکڑون قسم کی روکاوٹین راستے مین حائل ہوتی جاتی تھین - قلعدار (جو اس قلعہ کا حاکم تھا) کا مکان بہت بلندی پر تھا اوسپر بیجاپور کے بادشاہ عادل شاہ ثانی کے نام کا پھریرا ہوا مین لہرا رہا تھا - آفتاب کی روشنی مین قلعہ اور پہاڑی سلسلے چمک رہے تھے - عباس خان بغور اس قلعہ کو دیکھ رہا ہے اور سمجھتا ہے یہی قلعہ ہماری حفاظت کا گھر ہے - دیکھین کب تک اپنے چچیرے بھائی سے ملنے کی نوبت آتی ہے - اسوقت تھکاوٹ اور کسل راہ سے زخمون مین کھٹک پیدا ہوگئی تھی - اسوجہ سے چہرے پر کچھ افسردگی برسنے لگی -

چارپائی اٹھانے والے ایک تنگ درے مین ہوکر نیچے اوترے - راستہ بہت ہی تنگ تھا مگر ان لوگون کا چپہ چپہ چھانا ہوا پڑا تھا - تجربہ کار تھے اس لیے انھین کچھ بھی دقت نہوئی - جب نیچے اوترے معلوم ہوا کہ ایک شخص ایک چھوٹی سی چارپائی پر گٹھریان باندھے طیار بیٹھے ہین -

اس جگہ سے قلعہ بہت صاف نظر آرہا تھا - معلوم ہوتا تھا پانچ سو فیٹ کی بلندی پر بنا ہوا ہے - گویا اسپر شتون اور چھتون نے پتھرون کے انبار لگا دیے ہین - چھتون اور پہاڑیون سے قلعہ کی کیفیت دوچند ہو رہی تھی - دیوارین جو پہلے اچھی طرح نظر آتی نہ تھین صاف طور پر محسوس ہونے لگین - راستہ مین ایک نالہ پڑتا تھا جو ایک تیر کی دوڑ سے زیادہ تھا - پانی کبھی نیچے کبھی اوپر ہو جاتا تھا سبب یہ تھا کہ پتھریلے ڈھوکے اوسے روکے تھے - لیکن چڑھاو اور اوتار سلسلے وار تھا

باہر نکلنے پڑی تھی۔ بام قلعہ پر کثرت سے آدمی چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ جو پار اترنے والوں کو دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے تھے۔ لیکن اُن تک راننگا سردار کی آواز نہ پہونچتی تھی۔ راننگا نے زور سے قرنا پھونکی جسکا جواب قلعہ سے بھی فوراً دیا گیا۔

راننگا۔ او ہو۔ ہماری بات قلعہ والے سمجھ گئے۔ لو اب تم بہت جلد اپنے بھائی سے مل سکوگے۔ آؤ بیڑا تیار ہے۔

یہ کہکے راننگا نے اپنے کپڑے اور ہتھیار اُتار کر اُسی چارپائی پر رکھدیے جسپر عباس خان سوار تھا اور اُسکے ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔

راننگا نے عباس خان کے گھوڑے اور ساتھیوں کو اوپر کے راستے سے جنرل لیجانے کیلئے کہدیا تھا کہ جب دریا کی باڑھ کم ہو جائے یہاں پر آجائیں۔

راننگا۔ اچھا اب مجھے معلوم کر لینے دو میرے آدمی اچھی طرح ہین۔ مین نے اشارہ کر دیا ہے۔ سنو۔ ابھی بات ختم ہوئی تھی کہ اوپر سے دو فیر ہوئے جنکا مطلب یہ تھا کہ دشمنوں کو پسپا کر دیا ہے۔

راننگا دریا کنارے پانی مین غوطہ لگا کر بولا۔

"بسم اللہ! تشریف لائیے۔ اسپر آدمی ڈوب نہین سکتا۔ بھائیو خانصاحب کی چارپائی آہستہ سے اٹھا کر پانی پر رکھدو۔ جب مین کہون چھوڑ دینا۔ سب جنگجو کہتے جاؤ یا میا کی۔ سبھون نے ایک آواز ہو کر کہا۔"

اسکے ساتھ ہی وہ بیڑا تیرنے والون کے ساتھ تیر کی مثال بہنے والی دھار پر نظر آنے لگا۔

چونکہ دھارا بہت تیز تھی اسلیے خطرہ بھی بہت تھا۔ خانصاحب کی چارپائی پانی کے تھپیڑون سے بڑے پیچ و خم کھانے لگی اسوقت اسے زیست سے ایک قسم کی یاس ہو گئی تھی۔ راننگا نے آواز دی۔

واہ خان! گھبرائے جاتے ہو۔ معاملہ ہی کیا رہ گیا خطرے کی جگہ سے تو ہم نکل آئے۔ اللہ یار ہے تو بیڑا پار ہے۔ مسلمان کو خدا کی مرضی پر شاکر رہنا چاہیے۔

اتنے مین بیڑا ایسی جگہ پہنچگیا۔ کنارے والون نے رسیان پھینکدین اور بیڑا کنارے کھینچ لایا گیا۔

سپاہیون کے جتھے سے ایک شخص نے کھڑے ہوکر باآواز بلند کہا۔

شاباش - مرحبا - رانگاجی! یہ تمھارا ہی کام تھا۔ اسپر کیسے لائے بعد چارپائی پر نظر ڈالکر) ارے! عباس خان! بھائی تم ہو!! ہین - کیا حالت ہے - !!! زخمی کس طرح ہوے - !!!

رانگا - حضور یہ وقت پوچھنے کا نہین ہے - اگر زخم خوردہ ہوتے تو بھی آدمی طرح ہوئے تازے ہوتے - زخمون سے سیرون خون نکل گیا ہے - اور سفر بھی بہت کیا - تو مین چلتا پڑا ہے اسی سبب ایسی حالت ہوگئی - لو دیکھو انھین پھر غش آگیا - کہین ایسی جگہ حفاظت مین لے چلو جہان اطمینان سے علاج ہو ہوشیار جراح معالج سے اسوقت افاقے کی صورت نظر آئے گی۔

عثمان بیگ قلعدار نے جسے نواب بھی کہتے تھے کہا۔

افسوس! وہ تو دنگل گیا ہے جب تک بازہ ختم نہو گی اور جسکو کئی روز مین ختم ہونے کی اُمید ہے - وہ آنہین سکتا - مگر وہ درویش موجود ہے جسے اس فن مین پورا ملکہ حاصل ہے - انھین فوراً اُدرویش کے مکان پر لے چلو۔

رانگا - بہت مناسب ہے - میرے آدمی لے جائین گے لیکن آپ بھی اپنے آدمی وہان بھیجدیجیے - جس سے وہ بڈھا سید مریض کا خاطر خواہ معالجہ کرے - گو کہ اندھا ہے مگر مدد ضرور کریگا۔

عثمان بیگ - مین خود چلتا ہون کل انتظام کرادونگا۔

چارپائی اٹھوائی گئی اور ایک چھوٹی سی مسجد کے احاطے مین رکھی گئی - احاطے کے اندر کچا مکان تھا - پہلے تو درویش سمجھا اسکا آنا خالی از علت نہین میری عبادت مین خلل ڈالا گیا لیکن جب اُس سے کہا گیا کہ ایک زخمی کو لائے ہین وہ خوشی خوشی بول اُٹھا - بہت اچھا کیا لے آئے - پھر دیکھنے کے بعد اُسنے کہا - اسے یہین رہنے دو - جو خدمتی اس مریض کے تیمارداری کے لیے بھیجے گئے ہین - موجود رہین -

عباس خان کے زخم کی شست و شوئی ہونے لگی - خشک کپڑے بدلوائے گئے اور نرم بستر پر لٹا دیا گیا - حجام نے جو ٹانکے لگائے تھے بدستور لگے ہوئے تھے - خون بھی بند ہوگیا تھا - حالانکہ کچھ آرام ملگیا تھا لیکن وہ فقیر سے کچھ بھی کہہ نہ سکتا تھا - اور درد کی شدت سے رہ رہ کر غش آیا جاتا تھا -

درویش - افسوس! مین خود زخم کی دیکھ بھال کرتا - آنکھون سے مجبور ہون - زہرہ ایسا شربت طیار کر جس سے اسکے نیند آجائے اور پلٹس بھی بنا کر خان کے نوکرون کو دے اور طریقہ بتا دے جسطرح وہ لگائی جاتی ہے - ہم تم دونون رات کے وقت مریض کی حفاظت کرینگے - انشاء اللہ مریض چند دنون مین اچھا ہوجائیگا - (عثمان بیگ سے) نواب صاحب! آپ بھی اطمینان رکھین مجھ سے جو کچھ ہوسکے گا کمی نہ کرونگا -

نواب - (جھک کر سلام کرکے) پیر مرشد! مین اسکو آپ کے سپرد کرتا ہون - کل علی الصباح آکر دیکھونگا -

یہ کہکر عثمان بیگ قلعہ مین چلا آیا -

باب دوسرا

رات بھر کی بیداری

شب کا وقت موسم گرم اور پپیہے کی آواز دھڑلے سے جاری تھی کبھی کبھی کانون کے پردے سے ٹکرا کر کلیجہ ہلا دیتی تھی اور کبھی گرم ہوا مین گونج کر گم بھی ہوجاتی تھی - دوا پینے سے عباس خان کو کچھ غنودگی آگئی - بخار کی حرارت بہت تیز ہوگئی - مریض گھبرا کر آنکھین کھول دیتا تھا اور چارون طرف بغور دیکھتا تھا لیکن کسی کو پہچان نہ سکتا تھا اور پھر بیہوش ہوجاتا تھا - اسی بیہوشی مین وہ بڑبڑا اٹھتا تھا - بڈھا فقیر رہ رہ کر نبض دیکھتا - جب کچھ فرق نہ پاتا فکرمند ہوجاتا سنبھلے بیٹھے اُسنے اپنی پوتی سے کہا -

یہ گرم لو کے جھونکون اور تلوار کی چوٹون نے اسے بے دم کر رکھا ہے - حالت

خطرناک ہے۔ یہ جوان بہت مضبوط آدمی ہے اگر مر گیا تو رنج ہوگا۔ لیکن جب تک حکم الٰہی نہوگا یہ کبھی نہیں مریگا۔ کاش میری بینائی ہوتی میں اسے دیکھ سکتا۔ زہرہ نہایت خبرداری سے حفاظت کرو اور مجھے بتاؤ کیا حال ہے۔ جب زیادہ بیتابی بڑھے شربت پلا دینا۔ سینے کا کپڑا خبردار خشک نہ ہونے پائے۔ ہر وقت تر رکھنا۔ کاش صبح تک ایسی ہی حالت رہے تو زیست کی اُمید ہوسکتی ہے۔ میں اسکے لیے خدا سے دعا مانگونگا۔ زندگی ہوئی بچ جائیگا۔

یہ کہکر درویش بیٹھے بیٹھے جناب باری سے دعا میں مشغول ہوا۔ زہرہ تیمارداری میں تھی۔ زخمی کی بدحالیت دیکھ کر بہت ہی متاثر ہوئی۔ کبھی کبھی مریض درد کی کھٹک سے منہ بناتا۔ چیخیں مارتا۔ ہاتھ پاؤں پٹکتا۔ زہرہ اسکے ہاتھ کو سنبھال دیتی۔ کبھی اُسکے لب خشک ہوجاتے۔ زبان اینٹھنے لگتی۔ باریک آواز سے پانی مانگتا۔ پانی پی کر جب سکون ہوتا آنکھیں بند ہوجاتیں اور سوجاتا۔ زہرہ کو زخمیوں کی تیمارداری کا محاورہ تھا۔ اُسکے دادا کے پاس دور دور سے مریض علاج کے واسطے آیا کرتے تھے۔ اس لیے اُسے مردوں سے شرم نہ معلوم ہوتی تھی۔ اسکا دادا اُسے پردے میں نہ رکھتا۔ جب کبھی وہ باہر جاتا زہرہ اُسکی اُنگلی تھام کر باہر لے جاتی۔ اُس کمرے کی روشنی جان بوجھکر کم کردی گئی تھی اسلیے ہم اسکا حلیہ بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دیکھنے میں زہرہ کی عمر چودہ سال کی معلوم ہوتی ہے لیکن قد لانبا اور بدن چھریرا تھا۔ چہرے کی خوبصورتی اور سجاوٹ کی عام عورتوں رسیقت لیگئی تھی۔ گو بہت گورا نہ تھا۔ ہلکا گندمی رنگ تھا۔ سر صنچوار۔ صراحی دار گردن اسکی خوبصورتی کو دوبالا کررہی تھی بال جو دوپٹے کے اوپر سے دکھلائی پڑتے تھے گردن سے لپٹے ہوئے تھے اور کچھ سینے اور کمر سے لہرا رہے تھے۔ سینہ کچھ تیار اور چوڑا تھا لیکن آنکھیں بہت ہی رسیلی تھیں۔ لبوں سے اوسکے دلی نشاط کا نتیجہ پتہ چلتا۔ آنکھیں جب کھلی ہوتی تھیں تو پتلیاں ایسی جیسے کنول سفید سبز رنگ پھیرتے ہیں۔ آنکھوں سے صاف صاف معلوم ہوتا تھا کہ اسمیں غصہ کا نام نہیں۔ اصل میں زہرہ کی زندگی اب تک بےفکری سے گذر رہی تھی۔

لوگون کو اس بات کی امید تھی جب یہ سن تمیز کو پہونچے گی عقلمند اور ہوشیار ہوگی گو ابھی پورے طور سے شباب نہ تھا عقل مین جدت پیدا ہوئی تھی تاہم پھرتی چالاکی اور خوبصورتی ابھر آئی تھی۔ جب وہ چھوٹی چھوٹی انگلیون سے پانون کو سمیٹتی اُسکے نازک بدن مین ایک قسم کی لچک پیدا ہو جاتی تھی۔ اسکی پوشاک قیمتی نہ تھی۔ لیکن بدن پر کچھ ایسی زیب دے رہی تھی کہ دیکھنے والے پہرون اُسی کو دیکھا کرتے۔

اندھے دادا کے گھر کا انتظام اُسکے ہاتھ مین تھا۔ لوگ اسکی بے پردگی پر انگشت نمائی کرتے تھے۔ کوئی کہتا تھا بے پردگی ضرور رنگ لائے گی۔ مگر دادا کو اسکا کچھ خیال نہ تھا۔ درحقیقت وہ مجبور بھی تھا۔ زیورون مین چاندی کی ہنسلی ہاتھ پانون مین کڑے تھے۔

اُسکے دادا نے کبھی اپنی لائف نہ بیان کی۔ زہرہ کو یہ ظاہر نہوا کہ کون ہون۔ ایک دن عذر کرنے پر درویش نے صرف اتنی بات کہی تھی۔ مین کسی دن اپنی کیفیت بیان کرونگا ابھی نہین۔ میری داستان طول طویل ہے۔ اور خوفناک ہی جب تم سن تمیز کو پہونچو گی سنا دونگا۔ زہرہ نے اپنی ساتھ کھیلنے والی لڑکیون اور پاس پڑوس کی عورتون سے سُنا تھا۔ تمہارے دادا سرکاری حکیم ہین سینہین معلوم کب سے بیان پر بود و باش ہوئی ہے۔ گو زہرہ کی مان اُسے دودھ پیتا چھوڑ کر مر گئی تھی۔ مگر اتنی عمر تک کسی قسم کی تکلیف نہین اُٹھائی۔ اُسکی پرورش پرداخت بہت اچھی طرح ہوئی۔ بڈھے دادا نے اُسے فارسی کی تعلیم دی تھی اور ایک منشی نے اُسے لکھنا سکھایا تھا۔ اُسکا دادا ہر وقت زہرہ سے فارسی زبان مین گفتگو کیا کرتا تھا۔ اب زہرہ کو اتنی قابلیت ہو گئی تھی۔ جو کچھ وہ بولتا زہرہ لکھوا لیا کرتی۔ زہرہ کے پاس کوئی بات چیت کرنے والا بھی نہ تھا۔ کیونکہ جب سے ہوش سنبھالا ہے بڈھے دادا نے قلعہ کے نیچے کھیلنے کی ممانعت کر دی ہے۔

زہرہ کے جھونپڑے مین ایک بڈھی عورت تھی۔ جو گھر کے کام کاج کرنے کے لیے ملازم رکھ لی گئی تھی۔ زہرہ اُسکی بھی مدد کیا کرتی تھی۔

زہرہ عباس خان کی بے چینی دیکھ دیکھ کر آہ سرد بھرا کرتی اور دلمین کہتی تھی - اِسے کیا ہو گیا ہے - خدا نے ایسے خوبصورت جوان کو اسقدر تکلیف کیون دی اور کیون اجنبیون سے مدد لینے کی اِسے ضرورت ہوئی - اسکی مان بہن یا بی بی اسے یون تڑپتے دیکھتین تو کیا جانے اپنا کیا حال کرتین - لوگ جنگ کیون کرتے ہین کیون جان خطرے مین ڈالتے ہین -

جس زمانے کا حال ہم لکھ رہے ہین یہ زمانہ بہت ہی خطرناک حالت مین تھا - خانہ جنگی بھی ہو رہی تھی - امن امان تشریف لے گیا تھا - بات بات مین جنگ کی ٹھن جاتی تھی - بچے تک لڑائی مین جاتے تھے - بڑے بڑے شجاعون کے نام ہر وقت زبان پر رہتے - عباس خان کے زخمی ہونے کی خبر تمام قلعہ مین پہونچ گئی تھی - روز زہرہ سپاہی آیا جایا کرتے تھے اور زہرہ کے دادا کو جو زخمیون کے معالج رہا کرتے تھے سپاہیون سے اُس واقعہ کا حال بیان کر دیا کرتے تھے جس مین عباس خان زخمی ہوا تھا - زہرہ سوچتی - میدان جنگ مین ہزارون جوان زخمی پڑے ہونگے کوئی پرسان حال نہوگا - گدھ کوے ناخواندہ مہمان جگر گوشت اڑاتے ہونگے - ان توہمات سے زہرہ کا کلیجہ کانپ اٹھتا تھا - دوپٹہ بدن سے لپیٹ لیتی تھی - نگاہ کے سامنے ایک جوان اور کئی آدمی پڑے ہوے تھے جنکے ہاتھون اور سینون پر کاری زخم لگے ہوے تھے - جب جوان کی بے چینی کسیقدر کم ہوتی تو اسکی صورت کھلی معلوم ہوتی - جب کبھی نیند مین مسکراتا اور کبھی اچھا معلوم ہوتا - جب درد سے منہ بناتا تو زہرہ منہ پھیر کر افسوس سے رو دیتی - مگر تیمارداری سے کنارہ نہ کاٹتی - بڈھا برابر دعائین مانگتا - دریا کی باڑھ کی آواز پیہم آرہی تھی - کبھی کبھی معلوم ہوتا تھا کوئی جنگلی جانور گویا چنگھاڑتا ہے درویش نے چپکے سے کہا -

بیٹا! زہرہ!! اب تم جاکر سو رہو - رات بہت آگئی ہے - تھک گئی ہوگی -

زہرہ - ابھی نہین ابا - تھکی نہین - اور نیند بھی نہ آئے گی - کیونکہ ہر وقت مریض کی حفاظت کی ضرورت ہے - یہ بار بار چادر سے کو پھینک دیتا ہے - برداشت نہین کر سکتا ہونٹھ خشک ہوئے جاتے ہین - پپڑیان جمی ہوئی ہین - کبھی کبھی

آنکھیں کھولکر منھ کی طرف اشارہ کر دیتا ہے۔ میں پانی پلا دیتی ہوں۔ اسی طرح
اشارے سے بتاتا ہے سر پر تر کپڑا رکھدو۔ میں پانی سے کپڑا تر کرکے رکھدیتی ہوں
کیا ابا جان یہ آدمی مر جائیگا۔ آؤ ذرا نبض دیکھو کیا حالت ہے۔ (نبض پر ہاتھ
رکھکر) اُف اوہ کیسی تیز چل رہی ہے۔ یہ بہت بیچین ہے۔

بڈھے فقیر نے نبض دیکھکر کہا۔ ہاں ایسا ہی ہے۔ یوں کہا گیا ہے صبح تک یا تو
یہ بچ گیا یا خاتمہ ہی سمجھو۔ تھیلے سے جاکر وہ سفوف کی پڑیا لے آ جو حضرت
بو علی سینا کی کتاب سے طیار کیا گیا ہے یہ سفوف اس قسم کے بخار میں اکسیر کی خاصیت
رکھتا ہے۔ جا جلد لا۔ (دلمیں) کاش میری آنکھیں ہوتیں کہ میں زخم کا منھ دیکھتا
اسکے منھ سے عجیب عجیب نام نکلتے ہیں۔ حمید کا یہ بھتیجا ہے۔ کون حمید خان۔
کون شایستہ خان۔ کیا عین الملک دغا باز بھی زندہ ہے۔ گو میں اندھا ہوا
بیٹھا ہوں مگر بیجاپور کی شان و شوکت بڑی بڑی عمارتیں میدان جنگ کے
نظارے ابھی تک ان نظروں کے سامنے پھر رہے ہیں۔ مقدر کے بھی
عجیب تماشے ہیں۔ ایک دن وہ تھا دولت ثروت میری غلام تھی اور آج
میں نابینا ہوکر خود سب کا دست نگر بن رہا ہوں۔ ادھر یا حق تعالے! میں
ہر طرح سے تیرا شکر گذار ہوں۔ مجھے خبردار رہنا چاہیئے (زہرہ کے قدم کی چاپ
سنکر) زہرہ بیٹی کو ہماری شان و شوکت کی کیا خبر۔ اُسے کل باتیں معلوم نہیں
اور نہ معلوم ہونی چاہیئے (زہرہ سے) زہرہ کیا دوا لے آئیں۔

زہرہ۔ جی ہاں کس طرح دیجائے گی۔

فقیر۔ جب پانی طلب کرے تم نصف سفوف ملاکر پانی دینا۔ اگر تھوڑی دیر میں پسینہ
آگیا تو پھر مار لیا ہے۔ تم سفوف نہ دینا۔ ورنہ نصف پڑیا وہ بھی دیدینا۔ میں اس سے
زیادہ اور نہیں کر سکتا۔ مریض کو اُس حکیم علی الاطلاق کے سپرد کرتا ہوں جسکی رحمت
مُردے زندہ ہو جاتے ہیں۔ زہرہ میں تجھے تنہا مریض کے پاس چھوڑنا نہیں چاہتا
مگر بیٹی! میں تھک گیا ہوں۔ خماری چڑھتی ہوئی ہے۔ جی چاہتا ہے لیٹ رہوں۔
اگر تجھے خوف معلوم ہو تو مجھے جگا دینا۔ ذرا سے اشارے میں جاگ اُٹھونگا اور تیرے
پاس آ بیٹھوں گا۔ نواب کے ملازم کہاں ہیں۔ اُنکو بھی باری باری سے جاگنا چاہیئے۔

زہرہ - نوکر تو بہانہ کر کے چلے گئے - آپ جائین بستر پر سو رہین - مین بیٹھی رہونگی - لیکن ایک شخص جب سے یہ مریض اندر لایا گیا ہے - باہر بیٹھا ہوا ہے - مین نے اُس سے پوچھا تھا کون ہو اُسنے کہا - مین رانگا سردار نیچ قوم کا آدمی ہون اور اسی سے مین اندر قدم نہین رکھ سکتا - کیون ابا وہ شخص اندر آسکتا ہے -

فقیر - ہان بیٹا! بلا لو - اسلامی اخوت کچھ اور چیز ہے - خدا کا بندہ ناپاک نہین ہوتا بیٹا! اسی طرح تمھین بھی خدا کے رحم کے طریقے معلوم ہوجائینگے دیکھو اس جوان نے انگڑائی لی - حرکت معلوم ہوتی ہے -

زہرہ - ابا جان! اسی طرح یہ پہلے بھی کئی دفعہ بدن توڑ چکا ہے -

یہ کہکر زہرہ نے دودھ کا گلاس مریض کے لبون سے لگا دیا - مریض غٹ غٹ پی گیا اور سر تکیے پر رکھ کے بیہوش ہوگیا -

زہرہ - ابا جان اجازت ہو تو - سردار ویدہ رانگا کو بلا لون -

فقیر - بیشک بلا لو - ایک سے دو بھلے ہوتے ہین -

زہرہ - (دروازے پر جاکر) سردار صاحب! اندر آؤ -

رانگا - بیگم صاحب! مین نیچ ذات کا آدمی ہون اس سے مسلمان لوگ گھر مین قدم نہین رکھنے دیتے - اگر مین گھر مین آسکتا ہون اور تیمارداری مین تمھاری مدد کر سکتا ہون تو مین تمھارا بہت ہی ممنون ہونگا -

زہرہ - دادا نے حکم دیا ہے - اندر بلا لو -

رانگا اوٹھ کھڑا ہوا - اور بہت عاجزی سے زہرہ کے قدمون کی خاک آنکھون پر مل لی - زہرہ نے سمجھا ایک [illegible] کی اُسکے دل مین اسقدر [illegible] ہو [illegible] دیا [illegible] زہرہ اور رانگا [illegible] زہرہ بولی -

آؤ یہان [illegible] بیٹھو

فقیر - اس جوان کو اندر آنے دو اور حفاظت کرنے دو -

رانگا - پہلے مجھے اپنے قدم چومنے دو - حضرت مین آپکو جانتا ہون مین خاموشی سے مریض کی دیکھ بھال کرسکتا ہون -

فقیر - بیٹا! یہ بتاؤ - تم نے کچھ کھایا بھی ہے - ؟

رانگا- مجھے کسی شے کی اشتہا نہین- میری بھوک پیاس اس جوان پر تصدق ہی پیر رشید
مین اپنے بچون سے بڑھکر اسے پیار کرتا ہون جب اسکی زیست کی طرف سے کچھ اطمینان ہوجائیگا
اسوقت تھوڑا کچھ کھا لونگا- اور اگر نصیب اعدا معاملہ دگرگون ہوا تو جبتک گور و کفن ہولیگا
مین فاقہ زدہ رہونگا- میت دفن کرکے اپنے گھر کا راستہ پکڑونگا- کہیے جناب اسکی جان کا
کچھ خطرہ تو نہین ہے-

فقیر- خدا کے ہاتھ ہے- مجھ سے جو کچھ ہوگا اٹھا نہ رکھونگا- تم ہوشیاری سے تیمار داری
مین مشغول رہو-

رانگا اور زہرہ پلنگ کے پاس بیٹھکر تیمار داری کرنے لگے رانگا مستعدی کیساتھ
تکیے ہلاتا- اور کپڑا تر کرکے سینے پر رکھتا اور جب کبھی زخمی کا ہاتھ ادھر ادھر ہوجاتا
تو اسے سنبھال دیتا مگر مریض کا کراہنا اور بڑبڑانا نہین گیا- زہرہ کے کان مین اسکے
بڑبڑانے کی آواز اور طرح طرح کے جملے جب پہونچتے تو وہ گھبرا اٹھتی-

رانگا- (آہستہ سے) دوڑو نہین- میان کا خیال لڑائی مین جمع ہوا ہے انھون نے
اپنے دشمن کو قتل کر ڈالا ہے- پہلے دشمن نے وار کیا تھا- دوسرے وار کی نوبت ہی
نہین آئی اسکا سر دھڑ سے الگ ہوگیا- اور وہ گھوڑے کی پشت سے زمین پر ٹھوکرین
کھانے لگا-

زہرہ- دشمن کا کیا نام تھا؟

رانگا- الیاس خان- اسکے بعد ہم لوگ بھی ٹوٹ پڑے اور میان کو دشمنون کے
نرغے سے نکال لائے میرے دو آدمی بھی ساتھ تھے خیر سے نکل تو آئے مگر دھوپ کی
تپش اور گرم لو کے جھونکون نے انھین مضمحل کردیا- میان ضرور لو کھا گئے- کیا دوا
اور کچھ باقی ہو- ہو تو وہ بھی دیدو- مجھ سے انکی تکلیف دیکھی نہین جاتی-

زہرہ- دوا تو اور بھی ہے مگر کہہ کون سکتا ہے- یہ مریگا یا جیئیگا- لیکن بابا کو اطمینان
ہے دوا ضرور اثر کرے گی-

رانگا- اللہ کا نام لے کر دوا دیدو- فقیرون کی دوا سود مند ہوتی ہے-

زہرہ نے دوا دیدی- رانگا سردار نے کہا-

"بیٹیا! تم جاکر سو رہو- مین جاگتا ہون"

زہرہ - نہین - مین بھی جاگتی ہون - نیند ہی نہین آئے گی -
اسکے بعد کچھ دیر سکوت رہا - زہرہ کبھی عباس خان کی طرف تاکتی کبھی اسکی جوانی پر افسوس کرتی - اور کبھی ٹھنڈی سانس بھر کے سر پکڑ لیتی اور بیٹھ رہتی - کبھی وہ رانگا کی طرف نگاہ ڈالتی اور کہتی - اس آدمی کو جو نہ عباس کا ہمقوم ہے اور نہ ہم محلہ پھر کیون اسقدر محبت ہو -
اتنے مین صبح کی وردی بجنے لگی آسمان کے مشرقی مطلع پر سفیدی چھا گئی - گھونسلیون مین چڑیان چہچہانے لگین - عباس خان ان نے بھی جو غفلت مین پڑا ہوا تھا آنکھین کھولدین اور کہا - رانگا - رانگا -
رانگا - (خوش ہوکر) میان! تم مجھے پہچانتے ہو - کیا چاہیئے - رانگا حاضر ہے -
عباس خان - (کمزور آواز مین) مین خواب دیکھ رہا تھا - میرے دشمن الیاس کی شکل سامنے تھی - اتنے مین بہشت کی ایک پری سامنے آئی اسنے مجھے شربت پلایا اور دشمن کو بھگا دیا ورنہ وہ مجھے دوزخ مین کھینچ لے جاتا - (پھر غش آگیا)
زہرہ - (رانگا کے کان مین) آبا نے کہا ہے مریض کو چھیڑنا نہین - سونے دینا - اسلیئے خاموش رہو - بولو چالو نہین -
جس امید کی حالت مین دونون دل لگائے کھڑے تھے - اسکا بیان اس کمزور قلم سے نہین ہوسکتا - مریض کی حالت مین فوراً ہی تغیر ہوا - آنکھین کھولدین اور قطرات اشک رخسارون پر بہنے لگے - جسم بھی کسی قدر ٹھنڈا ہو گیا - پیشانی پر پسینہ آنے لگا - ممکن تھا یہ آخری وقت کا پسینہ ہو -
رانگا - میان مجھے پہچانتے ہو -
اسکا جواب تو کچھ نہ ملا - البتہ اپنے ہاتھ سے رانگا کا ہاتھ لیکر سینے پر رکھ لیا - آنکھین بند کرلین اور سو گیا - رانگا نے خوشی سے زہرہ کے کان مین کہا -
" مین نے چھا یا بھگوتی کی منت مانی تھی شاید دعا قبول ہوگئی - میان کی طبیعت اچھی ہوجائے گی - اور پھر وہ اپنے وطن کے لیے دشمنون سے لڑینگے - اور اگر کپڑا ہو تو جسم ڈھانک دینا چاہیئے تاکہ ہوا سے بچت رہے - جاؤ تم آرام کرو - جاگتے جاگتے آنکھین سوجھ گئی ہین - میان سچ کہتے تھے واقعی تم سرگ کی اپسرا ہو -

درحقیقت ابھی رات کالی بلا سے کم نہ تھی - بہ مشکل کٹی - دید ر سردار (رانگا) کے یہ فقرے سنکر زہرہ کا جی بھر آیا اور وہ اپنے تئیں سنبھال نہ سکی - ایک کونے مین جا کے فرش پر لیٹ رہی سسکیاں بھر بھر رونے لگی - جب رونے دھونے سے طبیعت ہلکی ہوگئی نیند نے غلبہ کیا اور وہ بے خبر سوگئی -

جھٹ پٹا ہوگیا تھا درختون پر چڑیان شور کر رہی تھین - آفتاب نے بھی دریچۂ مشرق سے جھانکنا شروع کر دیا - پانی کی تیزی بھی پھیکی پڑ گئی - فقیر کے جھونپڑے مین سب خراٹے بھر رہے تھے - بڈھی ماما جھاڑو دیے صحن صاف کرنے لگی - پھر دودھ دوہا اور کھچڑی پکانے کے لیے چاول نکالکر رکھدیے - بڈھی دل مین کہتی تھی آج بھات دال پکاؤنگی - ابھی کل تو پھلکے اور دال اڑ چکے ہین - روز روز ایک کھانا اچھا نہین لگتا - کھچڑی پکاؤنگی - مریض بھی کھائے گا - اور حضرت بھی نوشجان کرینگے - اسکا بخار ابھی ٹوٹا نہین - یا اللہ کیسی مصیبت کی رات ہے - لیکن اس لڑکی کو شاباش ہے رات بھر کھونٹی سی بیٹھی رہی - خوف بھی نہین کھاتی - پناہ بخدا - مجھ سے تو کبھی نہ بیٹھا جاتا - تابابا نا - ہین - صبح ہونے کے وقت کون جاگ رہا ہے - رانگا -

رانگا نے اپنی سیدھی انگلی ہونٹھ پر رکھی اور ہاتھ سے اشارہ کیا - چپ رہو - چلاتی کیون ہو - یہان سے بھاگ جاؤ - زہرہ بھی ایک گوشے مین پڑی ہوئی بے خبر سو رہی تھی - اُسے ذرا پروا نہین کہ زخمی پاس پڑا ہوا ہے - مجھے تو کبھی نیند نہ آتی - خدا جانے یہ لڑکی ہے یا کیا ہے ، شاید فرشتہ ہے - اسے رات دن بھلے کامون کی تلاش رہتی ہے - یہ مجھ سے اکثر دریافت کرتی ہے کیا کوئی مریض ہے - جس کی مین تیمارداری کرون - جاؤ - خبر دے آؤ شاید کسی کو میری خدمت کی ضرورت ہو - اگر وہ سوتی نہوتی تو اب بھی کچھ نہ کچھ بھلا کام کرتی ہوتی - آہ میری بچی خوب ہو -

اتنے مین کسی نے فقیر کے دروازے پر دستک دی - ماما جی تم کہان ہو بہت دیر سے کھڑا ہون - کوئی سنتا ہی نہین - کیا سب مرگئے - بڈھے فقیر کو بھی کیا سانپ سونگھ گیا -

بڈھی - (جھلا کر) مونڈی کاٹے صبح صبح کیون کوستا ہے - چل دور ہو - سب رات بھر کے جاگے ہین - اسوقت سو رہے -

یہ کہتی ہوئی دروازے پر آئی دروازہ کھول کر بولی۔

ارے غفور! تو ہے۔ شور کیوں مچاتا ہے۔؟

غفور بولا۔ کیوں بلی پلی ہوتی ہو۔ دن بھر مزاج بگڑا رہیگا۔ نواب صاحب (عثمان بیگ) اپنے بھائی کو دیکھنے آرہے ہیں۔ مجھے اطلاع کرنے کے لیے بھیجا ہے وہ حضور کہاں ہے۔ کیا حضرت اسوقت مسجد میں وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔ خیر کہیں ہوں مجھے پاس جانا ضروری ہے

بڈھی۔ میں تجھ سے کہہ چکی۔ یہاں سے چلتا دھندا کر۔ کہاں کا نواب۔ اور نواب بھی آئیں تو کوئی حضرت کو بیدار نہ کرسکے۔ میری طرف سے کہہ دے الٹے پاؤں واپس جائیں۔ زخمیوں کی جان کے لاسے پڑ رہے ہیں۔ بزرگوں کی دعا سے اسوقت آنکھ جھپک گئی ہے مریض سو گیا ہے۔ اور بچہ زنانگا کے جتنے ہیں سب عالم خواب کی سیر کر رہے ہیں صرف وہی جاگ رہا ہے۔ گویا اپنے بچوں کی نگہبانی کر رہا ہے۔ دوڑتا ہوا جا ادھر نواب کو منع کر۔ نہیں تو وہ کوئی دم میں یہاں دکھڈھئی دیگا۔ اور غل غپاڑے سے سب لوگ جاگ اٹھیں گے۔

غفور۔ (ہنس کر) خیر اگر یہ معاملہ ہے تو جا کر کہے دیتا ہوں۔ لیکن نواب صاحب کبھی نہیں مانیں گے۔ انھوں نے اپنا آرام کمرہ خوب سج دیا ہے اور آدھی رات سے دیگیں کھنک رہی ہیں۔

بڈھی۔ (دوپٹے کے آنچل سے آنکھیں پونچھکر) یہ سب کھانا تو ہی زہر مار کرنا مریض تو وہی کھا سکیگا جو حضرت تجویز کرینگے۔ وہ بھی شاید ایک ہی دو نوالے۔ میں اسکے لیے کھچڑی پکانے جاتی ہوں۔ اگر وہ دو ایک نوالے کھالے تو میں خدا کا ہزار ہزار شکر ادا کروں۔ تو بیکار وقت ضایع کر رہا ہے۔ دوڑ کر اتنی دیر میں نواب کو خبر کر دیتا نہیں باتیں بنا رہا ہے۔ جا اگر اچھی حالت رہے گی تو میں خود نواب کو اطلاع کرا دونگی۔ عباس خان شام تک آجائیں گے۔

یہ کہکر بڈھی دروازہ بھیڑ کر اندر آئی اور چاول دھونے لگی۔ دل میں کہتی تھی۔ میں نے خوب کیا اگر نواب بھیڑ بھڑکا لے کر آجاتا تو خدا جانے حضرت کیا کہتے نواب کو برا ضرور معلوم ہوگا۔ لیکن مجھے کیا۔؟

پیچھے سے ایک ملائم آواز آئی۔ امّاں! مریض ابھی سو رہا ہے۔ رانگا نے ابھی تک اپنا ہاتھ
مریض کے سینے سے نہیں ہٹایا۔ مگر رانگا نے مجھ سے اشارہ کیا میرے سر کو ہاتھ لگا کر دیکھو
دوران سر معلوم ہوتا ہے۔ مین نے دیکھا معلوم ہوا اسمین ایک زخم موجود ہے مگر اُسنے رات بھر
تیور پر میل نہ آنے دیا۔ اور شکایت کی۔ امان! تم بھی آؤ۔ اسکے سر کو دھو کر پٹی باندھ دو۔
ابا بھی بچے کی طرح بے خبر سو رہے ہین۔ اور زخمی تو ہلتا تک نہین۔ امان! کیا یہ زخمی
بچ جائیگا۔ خدا کرے بچ جائے اسکی مان کے نصیب اُسے بچا دین۔

یہ کہکر بڈھی اور زہرہ رانگا کے پاس گئین اور اُسکے سر کی مرہم پٹی کی۔ رانگا
کا زخم خطرناک اور گہرا نہ تھا۔ غرض جب مرہم پٹی ہو گئی۔ زہرہ نے دیکھا رانگا کے
آنکھون سے آنسو نکل رہے ہین۔ رانگا نے نرم آواز مین کہا۔

"ہاے افسوس! ابھی تک اسنے (عباس خان) آنکھ نہین کھولی اور نہ ہاتھ
پانون مین جنبش ہوئی۔ بی بی اگر یہ بچ گیا تو تمھارا عمر بھر احسان مانے گا۔ جیسا کہ
مین اسکا ممنون ہون۔

زہرہ اُسکی متحمل مزاجی اور ثابت قدمی پر دلمین عش عش کر رہی تھی کیونکہ مجروح ہونے
پر بھی اپنے ولی نعمت کی جان بچانے کی کوشش مین لگا ہوا تھا۔ گرمی۔ لو۔ بھوک پیاس
کسی کی اُسے پروا نہ تھی تمام شب جاگتے جاگتے کاٹ دی۔ ممکن کیا پلک جھپک جانے
دلمین کہتی تھی اس شخص کے مقابلہ مین میری ہستی ہی کیا۔ وہ تجربہ کار افسر اور مین غریب گھر کی
نابالغ لڑکی ہون۔

دن چڑھ گیا۔ مریض برابر پنکھا جھلا جا رہا تھا۔ اتنے مین وہ باخدا درویش اُٹھا۔
مریض کے پاس آیا۔ نبض دیکھی۔ نبض اعتدال پر تھی۔ فقیر کو تسلی ہو گئی۔ رانگا نے
کھڑی سے دریا مین دو تین غوطے لگا لئے۔ اور بدن صاف کرکے فوراً واپس آیا۔
سامان موجود ہی تھا۔ کھچڑی طیار کرکے دو چار نوالے کھائے۔ تھوڑا سا شربت پیا
تازگی آگئی۔ اس کام سے فرصت پاکر پھر پہرے پر آگیا۔ نواب عثمان بیگ بھی
بڈھی کے روک دینے پر اپنی محلسرا کو واپس ہوا مگر آدمیون کی ڈاک بٹھا دی کہ مزاج
کی کیفیت معلوم ہوتی رہے۔ اسطرح وہ دن گذرا۔ شام ہو گئی۔ چڑیان اپنے اپنے
نشیمن مین بیٹھکر آرام کرنے لگین۔ عباس خان نے آنکھین کھولدین جو اس درست

سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔
پہلے تو اُسے یہ معلوم ہی نہ تھا میں کہاں ہوں لیکن جب اُسکی نظر زہرہ پر پڑی تو اُسنے آہستہ سے پوچھا۔ تم کون ہو۔ مین نے تمھیں رات کو دیکھا تھا۔ بہشتی حور۔ یا پرستان کی پری۔ تم نے مجھے شربت پلایا تھا۔ سچ سچ اپنا پتہ بتادو۔
زہرہ۔ (شرماتی ہوئی آنچل سے منھ چھپاکر) مین پری ہون نہ حور ہون۔ زہرہ البتہ ہون جناب! آپ بولنے کی تکلیف گوارا نہ کرین۔ ابا جان نے ممانعت کی ہے۔ آنکھین بند کرکے آرام سے سورہیے۔
عباس خان۔ نہین۔ مین خوب سوچکا ہون۔ وہ حرارت جو قلب کو پھونکے دیتی تھی دفع ہوگئی۔ گونہ افاقہ معلوم ہوتا ہے۔
رانگا۔ میان! زہرہ بی بی سچ کہتی ہین۔ گو ڈر نہین ہے مگر سونا آپکے حق مین بہت ہی مفید عمل ہے۔ حضرت فرماتے ہین اب تم بچ گئے۔ ابکی دفعہ جب آنکھ کھلے گی آپ کو ہلکی پھلکی غذا دیجائے گی۔
عباس خان۔ رانگا تم یہان ہو۔ خیال تھا۔ مین نے تمھین خواب مین دیکھا اور تمھارا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیا۔ کیون وفادار دوست تمھارے سر مین پٹیان کیون باندھی گئی ہین۔
رانگا۔ اندیشے کی بات نہین۔ ذرا سا چرکا لگ گیا تھا۔ حضرت نے پٹیان چڑھادین اس بارے مین جو کچھ استفسار کرنا ہو پھر استفسار کیجے گا۔ خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے میان کی آواز تو سننے مین آئی۔
عباس خان۔ رانگا! مین نے بڑا خواب دیکھا ہے۔ معلوم ہوا ہنگامہ کارزار گرم ہے۔ گرد و غبار چھایا ہوا ہے۔ ہم بھاگ رہے ہین۔ پھر دیکھا آبشار بہ رہے ہین نیچے دریا زور شور سے بہ رہا ہے۔ مین ایک بیڑے پر سوار ہوا ہون۔ اور تم میرے ساتھ ہو۔ دریا کا وہ تلاطم کہ الامان۔ ہمارا بیڑا گرداب مین پھنس گیا۔ بیڑا چرخ کھانے لگا۔ مجھے غش آگیا۔ پھر مین نے ایک نازک اندام حور کو دیکھا جسنے فرط محبت سے شربت کا جام بھرا اور مجھے پلایا۔
زہرہ۔ (چھوٹے موٹے پانون زمین پر دھمکا کر) بس صاحب بس۔ مین کہتی ہون

آپ خاموش رہیں۔ کیا آپ کو جنون ہوگیا ہے؟
عباس خان۔ بہت خوب! تمھارا فرمان سر آنکھوں پر ہے۔ سونے کی کوشش کرتا ہوں۔ نیند آجانا شرط ہے۔ کاش تمھیں پھر خواب مین دیکھوں۔
دوسرے روز عثمان بیگ نے کہا نہ مانا کیونکہ اُسکا جراح آگیا تھا۔ اُسنے زور دیا مریض کو قلعہ مین بُلا لیجئے۔ یہان کی آب وہوا مزاج کے موافق ہوگی اور وہ چند دنون مین اچھا ہوجائیگا۔ عثمان بیگ کے حکم سے عباس خان پالکی مین سوار ہوکر قلعہ مین آگیا۔ چلتے وقت زہرہ اور درویش سے کہتا گیا۔ جان سلامت رہی تو پھر ملونگا۔

باب تیسرا

مُدگل کا پادری

اس قلعے کے پچھم جانب مُدگل نام سے ایک قصبہ آباد ہے۔ جو کرشنا اور تنگ بھدرا دریاؤن کے بیچ مین شاندار بستی سے کسی پرانے زمانے کی یادگار بن رہی چودھوین اور پندرھوین صدی مین اس شہر اور قرب وجوار کے علاقون پر حکومت جمانے کے لیے بیجانگر کے ہندو راجاؤن اور دکن کے اسلامی سلطنت کے حکمرانون مین ہمیشہ فساد ہوا کرتا تھا۔ دوآبے کا شرقی حصہ رائچور کا علاقہ تھا مگر رائچور کوئی موزون مقام نہ تھا اس لیے صرف لوکل گورنمنٹ رہا کرتی تھی۔
تالیکوٹ کے محاربہ کے بعد جہان ۱۵۶۹ء کے دسمبر مہینے مین دریاے کرشنا کے جنوبی محاذ پر مُدگل سے تین میل کے فاصلے پر جانب غرب قیامت کا کشت وخون ہوا تھا۔ اسمین اسلامی فوج بہت کام آگئی تھی۔ تاہم ہندو راجہ بیجانگر کو شکست اور فتح مسلمانون کی ہوئی تھی۔ اُسوقت سے مُدگل مین مسلمان بادشاہ کی طرفسے لوکل گورنمنٹ قائم ہوئی۔ اور ایک صوبہ دار وہان رہنے لگا۔ فوج کی چھاؤنی اسلیے قائم کردی گئی تاکہ قریب وجوار کے علاقون پر دباؤ رہے اور قوم ویدر کے لوگ سر نہ اٹھائین حالانکہ ویدر کے باشندے بیجاپور کے ماتحت تھے۔ لیکن لوٹنا۔ ڈاکہ ڈالنا چوری کرنا ان لوگون کا خاصہ تھا۔ خانہ جنگیان ہونا کوئی بات نہ تھی۔ ذرا سے معاملے پر

بگڑ کھڑے ہوتے تھے اور سیکڑون آدمیون کا خون کر ڈالتے تھے۔
گو ابھی تک آتش فتنہ و فساد فرو نہین ہوئی تھی۔ تاہم یہ علاقہ بہت سرسبز و شاداب تھا۔ یہان ہندو اور مسلمان حکمرانون نے اپنے دور مین بڑی بڑی عمارتین تعمیر کرائین جو آجتک دیکھنے کے قابل ہین۔ یہان کا قلعہ لایق دید ہے۔ سنگتراشون نے گویا پتھرون سے تراش کر ڈھال دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے ایک پہاڑی پر چنکر دوسری پہاڑی اُٹھائی گئی ہے۔ قلعہ کی ساخت زمین پر نہین ہوئی ہے اسمین مطلب کے موافق چھوٹی چھوٹی دیوارین اٹھا کر اسمین مٹی بھر کے زمین چورس کر لی گئی ہے۔ اس قلعہ کے شمال جانب ایک جھیل ہے جو اب تک موجود ہے۔ زمین چارون طرف ڈھالو ہے اسلیے پہاڑی میدان مین کھڑے ہوتے سے گرد و نواح کے دلکش نظارون کو دیکھ کر روح کو تازگی اور دماغ کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اس قلعہ کا مشرقی حصہ بہت آباد ہے۔ اب بھی بہت گلزار ہے۔ اس خطے مین روئی اور افیون کی زیادہ ترکاشت ہوتی ہے۔ اسوجہ سے یہان کے باشندے بہت خوش خرم ہین۔ سوتی کپڑون اور کمبلون کے بہت بڑے کارخانے ہین۔ جولاہے اور چرواہے آباد ہین گو وہ سیدھے سادھے ہوتے ہین تاہم قلعہ کی حفاظت مین جان لڑا چکے اور سر دے چکے تھے۔
اس بات کے سننے سے ہمارے ناظرین کو تعجب ہوگا کہ جولاہے اور چرواہے عیسائی تھے اور اب تک اُسی مذہب مین چلے آتے ہین۔ معلوم نہین یہان کا خطہ کب عیسائی ہوا۔ تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کسی زمانے مین سینٹ (انگریزی) پادری جوسینٹ فرنسس ریوڑکے کلب سے تعلق رکھتا تھا مُدگل مین آیا۔ اور کناری زبان پڑھا کر انھین عیسائی بنا گیا۔ چنانچہ اب تک اُسی مذہب کے پیرو ہین۔ رائچور مین بھی بہت لوگ عیسائی ہوے۔ مگر زیادہ تر مدگل مین تھے۔ اور یہان کا کلب صدر تھا۔ یہان کا گرجا ایک چھوٹی عمارت ہی۔ قریب مین دو اور چھوٹے چھوٹے گرجے ہین۔ گو اس گرجے مین بے سروسامانی تھی لیکن اسمین حضرت مریمؑ کی ایک تصویر کسی بر تگالی مصور نے کھینچکر لٹکا دی تھی۔ چھوٹے چھوٹے کئی مدرسے اس گرجے سے تعلق رکھتے تھے اونمین کناری زبان کی تعلیم دی جاتی تھی۔ انتظام پادری صاحب کے سپرد تھا۔

بڑے پادری کی غیر حاضری مین چھوٹا پادری جو چھوڈی کن کہلاتا تھا یہان کے انتظام کا ذمہ دار ہوجاتا تھا۔
ابراھیم عادل شاہ اول نے جسکی وفات ۱۵۵۷ء مین ہوئی تھی اس مشن کو جاگیرین دیدی تھین۔ اور علی عادل شاہ نے کئی طرح کے ٹیکس معاف کر دیے تھے۔ جو آجتک معافی کی فہرست مین درج ہین۔ یہ کلب اپنے اخراجات کا بار آپ اٹھائے ہوئے ہے۔ پادری صاحب نماز پڑھاتے ہین۔ نماز لٹن زبان مین ہوتی ہے۔ جسکا ترجمہ کناری زبان مین بھی ہو گیا ہے۔
یہ عجیب بات ہے مسلمان فرمانرواؤن نے عیسائیون کو اپنی حکومت مین ٹکنے دیا اور طرفہ یہ کہ جاگیرین بھی عطا فرمائین۔ اسکا یہ سبب معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم عادل شاہ اول اور علی عادل شاہ کو پرتگالیون سے خاص تعلق تھا۔ دوم پرتگالیون نے تین ہزار یورپین سپاہیون سے مدد بھی کی تھی۔ ایکبار علی عادل شاہ نے پرتگالی علاقے پر یورش کی اور تمام علاقہ محصور کر لیا۔ مگر چند دنون بعد فوج ہٹالی گئی اسکے بعد عیسائیون اور مسلمانون سے مراسم اتحاد بڑھ گئے۔ جس وقت کے واقعات زیب قلم ہورہے ہین یا جس زمانے کی یہ داستان ہے اسوقت بھی مسلمان اور عیسائیون مین خوب اتفاق تھا۔ گرجے کی بیرونی حالت بہت اچھی تھی لیکن اندرونی مشاہدات بہت ناقص نظر آتے تھے۔ بڑی بڑی خرابیان پیدا ہوگئین تھین۔
کلب کے دو پادری افسر تھے ایک کا نام دوم ڈی گوڈی فیس تھا قبل اسکے جسکے تعلق گرجے کے کاروبار سپرد تھے بہت بڑی ابتری واقع ہوگئی تھی۔ کام بیجا طرح چلتا تھا۔ اس لحاظ سے دوم ڈی گوڈی فیس بھیجا گیا۔ گو دیکھنے مین سادہ مزاج اور نفرت پسند شخص تھا مگر باطن مین فتنہ پرواز عیب جو اور بدچلن تھا۔ کام سختی سے لیتا تھا۔ اسکی سختیان تندخوئی اور عنادات قلبی پر بھی شرف نے جانی تھین مزاج گرم اور خراب تھا۔ اگرچہ صورت اچھی تھی لیکن سیرت ناپاک اور تریون بھی بدچلنی کے لوگ شاکی تھے۔ اور اسی وجہ سے دور بھاگتے تھے۔ عام شخصون کی را بھی گرجے سے نکال دیا جائے۔ خدا جانے کسطرح بھرتی ہو گیا۔
دوسرا شخص المیڈا اس سے بالکل خلاف تھا۔ وہ رحمدل حق شناس تھا۔

رات دن کتابون کی سیر کیا کرتا - یہانتک اسنے عمدہ عمدہ اخلاقی کتب کا ترجمہ کناری زبان
مین کر ڈالا - اسنے مرہٹی - گجراتی - تلنگی اور کئی دکھنی زبانون مین وہ دستگاہ پہونچائی کہ بڑے
بڑے اُسکی لیاقت کا لوہا ماننے لگے - اُسے کناری علم ادب بہت پسند تھا - بڑے بڑے
علما اُس سے ملنے آتے تھے - وہ خدا سے دعا مانگتا تھا کہ کسی ایسے مقام پر تبدیل کر دیا جاؤن
جہان خلق اللہ سے ملنے کا اتفاق نہو اور مین عبادت الٰہی مین دن رات عمر عزیز وقف کر سکون
دونون پادریون کی صورتون مین بھی فرق تھا - المیڈا کا رنگ گورا اور کسیقدر سُرخ تھا - بڑے
بڑے بال سینے پر لٹک رہے تھے - وہ خدا کا نیک بندہ تھا - لوگ اُسکی صحبت کے شائق تھے
نام فرانسس ڈی المیڈا تھا - شاگرد اسکی بہت عزت کرتے تھے - گفتگو شیرین ملایم
اور بااثر تھی - جو کچھ کہتا شاگرد فوراً بجا لاتے - اس نے مذہب عیسائی کو بہت بڑی
ترقی دی تھی -

یہ اکیلا نہ تھا اسکی ایک بہن میریا ساتھ رہا کرتی تھی - جو جوان ہونے پر کپتان ڈوم فلپ
سے بیاہی گئی تھی - کپتان ڈوم فلپ پیادہ فوج کا افسر تھا - لیکن جب مسلمانون سے دکن مین
جنگ چھڑی تو کپتان ڈوم فلپ معہ اپنے رسالے کے مہم پر بھیجا گیا - وہان کچھ اس
شدت کی تپ چڑھی کہ وہ جانبر نہو سکا - میریا چاہتی دوسری شادی کر لیتی یا پرتگال اپنے
وطن کو چلی جاتی - یا گوا مین ٹھہرتی - لیکن ان باتون مین ایک بھی پسند خاطر نہوئی -
اس سے وہ مُدگل بھیجدی گئی - جس زمانے کا ہم قصہ لکھ رہے ہین اُسے مُدگل مین آئے
تین برس ہو چکے تھے -

یہ نوجوان لیڈی بڑی طباع اور ذہین تھی - بہت جلد کناری زبان مین قابلیت
پیدا کر لی - اسنے اپنے بھائی کی ترجمہ کی ہوئی کتابین خود صاف کین اور ان مین
خوبصورت تصویرین بنائین - جن سے ان کتابون کی شان اور بڑھ گئی -

جسطرح لوگ اُس کے بھائی کو عزت سے دیکھتے اور محبت کرتے تھے اُسی طرح
میریا کی بھی چاہ ہونے لگی - بلکہ لوگ بھائی سے زیادہ اُنس کرنے لگے - جب کوئی
شخص اس قرب وجوار مین بیمار ہوتا میریا اُسکی دوا اور تیمار داری کرتی - بچون کو محبت
سے پڑھاتی اور پیار کرتی - نواب مُدگل کے محل خانے مین بھی میریا کی آمد و رفت
تھی - دلاور خان بیجاپور کی فوج کا سر لشکر تھا - یہ پادری صاحب کو بہت چاہتا تھا

اُسے مذہبی بحث و مباحثہ سُننے کا بہت شوق تھا۔ اکثر پادری اور مولویوں سے بحث
ہوا کرتی۔ دلاور خان گھنٹوں سُنا کرتا۔ جب میریا شاہی محل میں جاتی۔ چھوٹے چھوٹے
بچے گرد جمع ہو جاتے۔ اور وہ بڑی خوشی سے مسیح صاحب کے حالات سناتی۔ عورتوں
اور بڑی لڑکیوں کو سینا پرونا سکھاتی۔ میریا کا رنگ بالکل میدہ اور شہاب تھا۔ اکثر
عورتیں کہا کرتیں تم پوڈر ملکر آتی ہو۔ اسے دھو ڈالو۔ میریا منھ دھو ڈالتی۔ قدرتی رنگ
اور بھی نکھر آتا۔ پھر چمک اٹھتا۔ میریا کبھی کبھی بانسری بجاتی۔ اور گیت بھی گاتی تھی
عورتیں سُنکر خوش ہوتی تھیں۔

الغرض بھائی بہن خوشی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ اطراف میں رسوخ بڑھ گیا
تھا۔ لوگ عزت بھی کرتے تھے۔ شام کو باغوں میں ٹہلتے۔ صبح جھیل تالاب اور پہاڑی
منظروں کی سیر کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی گھوڑوں پر سوار ہو کر ہوا خوری کو نکل جاتے
اسطرح انکی صحت بھی درست رہتی تھی۔ احاطے میں ایک چھوٹا سا باغ تھا۔ نارنگی
امرود سیب۔ ناسپاتی بکثرت پھلتے تھے۔ ایک گرچھے میں انگور۔ اور دوسری قسم
کے میووں کے درخت موجود تھیں۔ اس سے زیادہ انسان کو اور کیا چاہیئے دنیا کی
تمام چیزیں اُسکے لیے موجود تھیں۔ اب یہ سوال رہ گیا یہ اطمینان قائم رہے گا جب سے
ڈوم ڈی اسے گھور گیا تھا۔ میں شک سا ہو گیا تھا۔

باب چوتھا

کیوپڈ کیا اور اسکا وقعہ۔

یہ کہنا فضول ہے کہ دو جدا جدا مزاج کے آدمیوں میں کسطرح نباہ ہو سکتا ہے
ڈوم ڈی گوڈی فیس اور ترالسس ڈی المیڈا میں زوتان بن ہوتی تھی۔ ڈوم ڈی جب
کبھی شریف النفس لوگوں میں بیٹھکر بدمزاج المیڈا کی بداخلاقی پر حیرت زدہ ہوتا تو لوگ
اُسے بدنظر سے دیکھتے۔ اور جواب نہ دیتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ پادریوں کی کونسل
کے لوگ ایسی عجب سے ہیں جو اسکا دم بھرتے ہیں۔ اور یہ بدمزاج سے
ایسا نہو کسی دن کوئی بہتان ہمارے سر تھوپ دے اور ہم مفت بدنام ہو جائیں۔

لوگ اُسکی ملبی چوڑی وعظ سے کچھ سبق نہ لیتے - اور وہ شری کی طرح بک جھک کے آپ چپ ہو رہتا -

ڈوم ڈی نے کچھ چیدہ اہون کو جنکا طرز معاشرت بہت خراب تھا طلا رکھا تھا - المیڈا جب کبھی نصیحت دیتا تو وہ لوگ اکثر لڑائی کے لیے تیار ہو جاتے - اور اُسکی عبادت مین رخنہ ڈال دیتے تھے - آخر اس بدمزاج اور شریرالنفس ڈوم ڈی پادری نے اس نیک نفس اور شرافت کے پتلے المیڈا کی رپورٹ کونسل مین کی اور لکھا یہ ہماری کارروائیون مین رخنہ ڈالتا ہے - مذہب کی ترقی نہین ہونے دیتا - یہ اُن معاملون مین جنھین مین ٹھیک کرنا چاہتا ہون کچھ ایسے فتور برپا کر دیتا ہے کہ سیدھے نہین ہوتے - خراب ہو جاتے ہین - اور مسلمانون سے جو ہمارے عیسائی مذہب کے کٹر دشمن ہین سازش رکھتا ہے - اسکی بہن نواب مُدگل کے یہان بہت جاتی ہے -

اس رپورٹ سے ڈوم ڈی نے سوچا تھا کہ المیڈا کو کونسل ضرور طلب کریگی اُسوقت میریا پر میرا تصرف ہو سکے گا -

میریا حسین جمیل لیڈی تھی - ڈوم ڈی اوسپر مرتا تھا اُسپر قبضہ پانا المیڈا کی موجودگی مین بہت دشوار تھا - اگر زبردستی یا کسی چال سے میریا اُٹھا منگائی جائے تو بدنامی کی صورت ہے - کونسل تک بڑے فعلون کی خبر پہونچ جائیگی اور مین سزا دیکر نکال دیا جاؤنگا - تعجب نہین جان پر بن جائے - پھانسی پر لٹکا دیا جاؤن - اگر میریا کا بھائی ایک دفعہ بھی کونسل کے پنجون مین پھنس گیا تو اُس سے ہمیشہ کیلیے سون نجات نہین ملسکتی - کونسل مین المیڈا کا کوئی حامی مددگار نہین -

الغرض ڈوم ڈی کو اسی قسم کی شیطانی چال چلنے لگا کسی طرح المیڈا یہان سے دفان ہو - کیونکہ میریا کی صورت جب اُسے نظر آتی اُسکے شیطانی جذبات اُبھر آتے تھے خود رفتہ ہو جاتا - بہایمی خصلتین اور ترقی کر جاتین - اُن شکایتون مین جو اُسنے گوا کی کونسل مین بھیجی تھین -

یہ بھی لکھا تھا المیڈا کتابون کا کیڑا ہے اُسے کلب کے کامون کی ذرا بھی پروا نہین رات دن مسلمانون اور ہندؤن کے ساتھ رہتا ہے اور کافرون کی کتب سے دماغ خراب کیا کرتا ہے چیدہ اہون کو کافرون ہی کی کتابون سے وعظ دیتا ہے انکار رجحان عیسائی

مذہب مین نہین ہونے دیتا۔ حالانکہ ابھی تک عیسائی مذہب کا پابند ہو لیکن تعجب نہین خیالات برگشتہ ہین۔ ایک نہ ایک دن عیسائی مذہب ترک کردیگا اور اسلامی مذہب اختیار کرکے دین عیسوی برباد کردیگا۔ اور ایسا ہونے سے ہماری سالہا سال کی محنت برباد ہو جائے گی۔ اسکی بہن ظاہرا عیسائیون کا ساتھ دیتی ہو۔ لیکن اُسکے ولیسے بہت خراب ہین وہ اپنے بھائی سے دو قدم آگے بڑھی ہوئی ہے۔ وہ دن رات نواب کے حرم مین رہنا پسند کرتی ہے۔ چونکہ وہ خوبصورتی کی پتلی ہے۔ قدرت نے حسین کیا ہے۔ نواب کے محل مین اُسکی خاطر بھی خوب ہوتی ہے۔ نواب مالدار شخص ہے اسکا جوان لڑکا جو آجکل لڑائی پر ہے کہتے ہین وہ لوٹ کر میریا کے ساتھ شادی کریگا۔ میرا مطلب یہ ہے لیڈی ہاتھ سے نکل جائے گی اور کچھ نہوگا۔ اگر گواہین بلائی جائے اور وعظ و نصیحت سے اسکا قلب پھیر دیا جاے اور ضرورت ہو تو سزا بھی دیدیجائے تو شاید وہ اپنے دین مین رہ سکے۔ مگر ابھی پہلے المیڈا کو بُلا کر فہمائش کیجائے شاید معاملہ راستی پر آجائے پھر اگر کونسل مناسب سمجھے تو اُسے بھی بُلالے۔

اس تحریر سے اُسکی کوئی اصلی غرض ثابت نہین ہوتی تھی۔ اس سے کونسل کو اسحق [illegible] ان پر شبہ نہین ہوسکتا تھا۔ بلکہ ثابت ہوتا تھا المیڈا اکتا یون کا کیڑا ہو گیا ہے اور اس وجہ سے دین عیسوی کو اُسکی ذات سے ضعف پہونچ رہا ہے وہ اپنا فرض بھول گیا۔ صرف تھوڑی ڈانٹ اسکے لیے کافی ہے۔ کونسل نے بلا کر فہمائش کر دینا مقدم سمجھا تاکہ آیندہ المیڈا اپنے فرض کے قدم سے ڈگنے نہ پائے۔

اُس زمانے مین خط کتابت کا کوئی سلسلہ نہ تھا۔ تار ڈاک تھے نہین۔ کہ فی الفور کام ہو جاتا۔ ڈاک کا کام ہرکارون کے سپرد تھا وہ روپے کے لالچ مین جان پر کھیل کھیل کر ایک مقام سے دوسرے مقام پر ڈاک پہونچادیا کرتے تھے۔ یا تجارتی قافلے اس کام کو پورا کیا کرتے تھے۔ اسوجہ سے خط کے جواب مہینون کیا برسون مین ملا کرتے تھے۔

ڈومڈی کو ایک قافلے کے ہاتھ اپنی رپورٹ کے جواب ملنے کی امید تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اس سے زیادہ اور کیا چاہیے۔ جواب آگیا۔ لکھا تھا۔ المیڈا اپنی ڈیوٹی سے

الگ کر دیا جائے اور گو کونسل مین حاضر ہوکر اپنے عذرات پیش کرے۔ اسکی بہن میریا ڈوم ڈی کی نگرانی مین گرجا کے احاطے مین رہیگی۔

اسکے بعد ڈوم ڈی کی لیاقت اور حسن خدمات کا چند لفظون مین اعتراف کیا گیا تھا اور اُسکا شکریہ لکھا تھا۔

یکشنبہ کے روز نماز کے بعد البیڈا کو کونسل کا حکم پڑھکر سُنا یا گیا۔ البیڈا نے حکمنامہ خوشی سے لے لیا۔ ڈوم ڈی نے اُسکے شاگردون سے کہا۔ یہ شخص اپنے منصب سے خارج کیا گیا اس کے بجاے دوسرا شخص جو کناری زبان خوب جانتا ہے رحیم نیک نفس بھی ہو آنے والا ہے وہ وہان سے چل چکا ہے۔

میریا نے بھی اس حکمنامے کو سُنا جو رنج و غم اس خبر سے ہوا ہوگا وہ بیان سے باہر ہے۔ البیڈا منبر پر بیٹھا ہوا دعا کر رہا تھا اور میریا اپنے شاگردون کے ساتھ تھوڑی دور پر بیٹھی ہوئی تھی۔ البیڈا کا یہ دستور تھا کہ وہ نماز سے فارغ ہوکر لڑکون کا امتحان لیتا تھا۔ آج کے دن وہ گرجے سے باہر آ چلا گیا۔ میریا نے بھی لڑکون کو اسیوقت چھٹی دیدی۔ اور مکان پر آئی۔ دیکھتی کیا ہے اسکا بھائی البیڈا اپنے کمرے مین صلیب کے آگے گھٹنون کے بل کھڑا ہوا دعا مانگ رہا ہے۔ اور کونسل کا حکمنامہ سامنے رکھا ہوا ہے۔ میریا نے چھیڑنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ چپ چاپ سکتے کی حالت مین کھڑی دیکھا کی۔

البیڈا کے دعائیہ فقرے یہ تھے۔

خداوندا۔ مجھے اس آفت سے بچا۔ اگر مجھے کسی آفت کا سامنا کرنا پڑے تو مجھے مقابلہ کی طاقت عطا کر۔ ہوئی درحقیقت تم جانتے ہو۔ مین نے اپنی دانست بھر گرجے کے کسی کام مین کوتاہی نہین کی۔ لیکن آسپر بھی سیکڑون گناہ لدے ہوے ہین جنکو تو خوب جانتا ہے۔ اے میرے باپ جو آسمان پر ہے مجھے تو ضرور سزا دے مین تجھ پر بھروسا کرکے کہتا ہون تیری جو مرضی ہو کر۔

یہ کہکر البیڈا نے صلیب کے آگے سر جھکا دیا۔ زار زار رونے لگا۔ جب دل کا غبار مٹا۔ طبیعت ہلکی ہوئی اٹھ کھڑا ہوا۔ باہر آیا میریا اُسکی بہن گلے سے چمٹ گئی حالانکہ اسکے بھائی کی دعا نے اسکے دل کو ہلا دیا تھا تاہم اسنے ضبط کیا۔ ایک قطرہ

آنسو کا نہ گرنے دیا۔ صرف اُسنے کئی بار یہ کہا۔

"بھائی! امیرے بھائی!! تم اس آفت کو کیسے سہوگے۔ کس جرم مین یہ سزا دیگئی ہے۔"

المیدڑا نے میریا کے ہاتھون کو بوسہ دیکر کہا۔

مین سب کچھ سہ لونگا۔ میرے خداوند مسیح نے کیا دُکھ نہین اُٹھایا وہ بھی دوسرون کی بھلائی کے لیے۔ مجھے مطلق خوف نہین۔ تم بھی نہ ڈرو۔ خدا کے بندون کو جبکہ وہ بے قصور ہو کسی بات کا ہراس ہونا چاہیے۔ اس لیے مین کہتا ہون میریا تم بھی کسی قسم کا اندیشہ نہ کرو۔

میریا۔ عورتون کا دل مردون کی طرح مضبوط نہین ہوتا۔ تاہم مین خدا کی مرضی پر صبر کرونگی لیکن ڈوم ڈسے کی بات کبھی نہ مانونگی۔ کیا حکمنامہ باقاعدہ اور قانونی ہے

المیدڑا۔ (حکمنامہ اُٹھا کر) ہان باقاعدہ ہے تم خود پڑھکر دیکھ لو۔ تحریر مین کوئی سخت لفظ نہین ہے۔ اور ہون بھی تو دینی مشغلون مین رہنے والے سپاہیون کو کیا عذر۔ کونسل مجھے فہمایش کرنا مناسب سمجھتی ہے تو ہمان بھی سر تسلیم خم ہے۔

میریا۔ (کانپ کر) بھائی جان مین جب گوامین تھی۔ دیکھتی تھی کونسل نے افسرون کو وہ وہ سزائین دین کہ توبہ ہی بھلی۔ بڑی سختیان کی گئین۔ بیچارے مارے بھی گئے۔ اور ....

المیدڑا۔ (قطع کلام کرکے) بہن! وہ لوگ ایسے ہی تھے مجرمون سے کونسل ایسا ہی سلوک کرتی ہے۔ لیکن مجھے خوف نہین ہے۔ میرے ہر کام کے لیے جو مین نے ملک کے فائدے کے لیے کیے ہین بہت سی شہادتین موجود ہین۔ لیکن میریا تمکو خوف کے عوض خوش ہونا چاہیے مجھے اپنے کامون کے سمجھانے کا بھی موقع ملے گا اسمین میری ناموری ہوگی۔ اور جیسے مین بخوف جان زبان سے نہین نکال سکتا تم بے خوف ہوکر اپنا کام کیے جاؤ۔ انشاءاللہ جلد واپس آجاؤنگا۔

میریا۔ بات سنکر اپنے بھائی سے لپٹ گئی۔ اور کہنے لگی۔

بھائی جان! ایسی بات کہو۔ مجھے اس شیطان کے ہاتھ مین دیے جاتے ہو۔ حضرت مریم کے لیے ایسا نہ کرو۔

پادری - پیاری میریا! صرف تنہا مین ہی بلا گیا ہون - کاش تم بھی طلب کر لی گئی ہوتین تو مضائقہ نہ تھا - چلی چلتین - مگر آجکل موسم کیسا خراب ہے کس شدت کی گرمی ہے برسات بھی سر پر آگئی ہے - اسلیئے ابھی ساتھ لے جانا مناسب نہین سمجھتا - تمھاری تکلیف گوارا نہ ہوگی - نواب صاحب اور ہمارے آدمی تمھاری اچھی طرح داشت کرینگے وہ بدمعاش تمھارا کچھ نہین کرسکتا - اطمینان رکھو -

میریا - (رومال سے آنکھون کی تری پونچھکر) اگر آپکی یہی مرضی ہے تو میرا بھی فرض ہے بجا لاؤنگی - مگر اکیلے رہنے سے دم گھبراتا ہے -

پادری - (مسکراکر) ہان ہون! ہمت نہ ہارو تمھاری طرف اگر کوئی شخص نظر اٹھائیگا تو ہمارے چرواہے (شاگرد) خون کی ندیان بہادینگے -

میریا سنکے چپ ہو رہی - لیکن دلکو تسکین نہ ہوئی - وہ خبیث ڈوم ڈی - کے خوارق سے واقف تھی - وہ جانتی تھی اس بدمعاش کی نیت بری ہے - گو گرجا مین ملنے کا اتفاق ہوا مگر آجتک بات چیت کی نوبت نہ آئی - جب ڈوم ڈی المیڈا کے گھر آتا میریا الگ کمرے مین ہو رہتی - ڈوم ڈی گھات مین تھا کسی طرح اس پری جمال پر قابو پاجائے - مگر اسکا منصوبہ ناتمام ہو جاتا تھا - میریا چپ چاپ ہو بیٹھ رہتی دوسرے روز المیڈا کے بہت سے شاگرد ملنے آئے - سب دن بھائی بہن کو ہر ایک سے ملنے مین کٹ گیا - شاگردون نے میریا کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا اور عہد کیا وہ جان سے زیادہ عزیز رکھینگے اور ڈوم ڈی کے دام تزویر سے میریا کو ضرور بچائینگے -

ایک بڈھے چرواہے نے جو وہان کا پادری تھا کہا - ہم لوگ تین سو ہین ہم نے بڑے بڑے میدان جنگ دیکھے ہین ہتھیار بھی ہین - اس لیے میریا تم خوف نہ کرو - تین سو کی جماعت بہت ہوتی ہے - جہان کہوگی پہونچا دینگے نواب اور چاند بی بی تمھاری مدد کو طیار ہین - تم بے دل نہ ہو -

انھین باتون مین وہ دن کٹ گیا - شام کی دعا کے وقت میریا ستار اٹھا کر جلدی اسے اپنی شاگرداؤن کو سنگیت سکھاتا تھا - المیڈا پادری گرجا مین رہگیا منبر پر شمع جل رہی تھی اور جا بجا گرجا کے گوشون مین لالٹین روشن تھین -

ڈومڈی نے حسب دستور نماز پڑھائی - دور دعا کے بعد وہاں سے باہر چلا گیا
گھنٹہ بھر کے بعد میریا واپس آئی اور ستار سجا کر کوئی راگ چھیڑ دیا - نہایت ہی سریلا
تھا - تمام گرجا گونج اٹھا - کچھ دیر راگ رنگ میں وقت کٹا - رات زیادہ آگئی تھی -
جتنی شاگردائیں ساتھ آئی تھیں اپنے اپنے مکان چلدیں - میریا نے گرجا کی کھڑکیاں
کھولدیں - دیکھا چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا ہے - گیدڑ اور سیار کی دلشکن آوازیں
پیہم آ رہی ہیں - میریا تنہا گرجا میں اس ہیبت ناک سین کا نظارہ کر رہی ہے -
گرجا کا پاسبان کسی کوٹھڑی میں پڑا خراٹے لے رہا ہے - میریا نے مریم کی تصویر دیکھکر
ادب کے ساتھ کہا -

"مادر مقدسہ اپنے بیٹے سے ایک گیت اور گاتی ہوں - تیری مہربانی اور رحمت کا
شکریہ کیونکہ تو اچھ سکتا ہے تو میری اور میرے بھائی کی حفاظت کر - میں اپنے
تیرے حوالے کرتی ہوں"

یہ کہکر اُسنے تیز آواز میں گیت گایا - اور اسکو ادب سے سلام کر کے چلنے کو تیار ہوئی
پیچھے پھر کر دیکھا ڈومڈی کھڑا ہے - میریا بھونچک سی رہ گئی - اور خوف کھا کر زمین
پر بیٹھ گئی - ڈومڈی نے آگے بڑھکر کہا -

"مجھے معاف کیجئے - میں آپکے شغل میں حارج ہوا - میں بھی دعا کرتا ہوں آپکی
دعا قبولیت کا شرف حاصل کرے - اسوقت میں تنہا بیٹھا ہوا تھا آپ کے
دلکش نغموں نے دل بیچین کر دیا - دوڑ آیا - روح القدس آپکو سلامت رکھے
جوانی کی بہار دیکھو - میریا میں بھی گانے کا شیدائی ہوں - دو ایک چیزیں
یاد ہیں - لوگوں کا خیال ہے میرا گانا بھی برا نہیں ہے - کیا اچھا ہو جو ہم دونو
ملکر پاک مریم کے آگے کوئی گیت گائیں - اور اپنا دل بہلائیں -"

میریا نے خوف سے کانپ کر جواب دیا - جناب عالی! رات زیادہ آگئی ہے
اسوقت جانے دیجئے -

ڈومڈی راستہ روکے دروازے کے پاس کھڑا تھا - بولا - لو بی صاحب
اتنا ستم نہ کرو - جبتک تمھارے بھائی جان گوا سے پلٹ نہ آئیں - ہم تم ایک
ساتھ ہر شغل و اشغال سے دل بہلائیں - کیونکہ تم میری نگرانی میں رہوگی

دیکھو مین کیا خوش نصیب ہون کہ تم سی حسین لیڈی میری حفاظت مین چھوڑی جائے گی۔ اگر تم محبت سے پیش آؤگی تو کس خوشی سے دن کٹین گے۔

میریا۔ کیا درحقیقت میرا بھائی گو اسے پلٹ آئے گا۔ خداوند یسوع تمھاری بات سچ کرے۔ تمھین قسم ہے حضرت مریم کی صاف صاف بتادو مجھکو امین انھین کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچے گی۔ اچھی طرح رہین گے۔

ڈومڈی۔ ہان میریا! پاک مریم میرے دل کی کیفیت سے واقف ہے اُسے ماضی۔ حال۔ مستقبل سب کی خبر ہے۔ مگر میری رائے مین المیڈا صحیح سلامت نہین رہ سکتا۔ وہ مجرم ہے۔ کونسل اوسے سزا دیگی۔ مگر ایک طرح سے اُسپر کسی قسم کی آفت نازل نہین ہوسکتی۔ وہ چھوڑ دیا جاسکتا ہے۔ اگر تم چاہو۔ تو اُسکی جان بچ سکتی ہے۔

اسوقت میریا کی حالت بہت نازک ہوگئی تھی۔ چہرے سے خوف و دہشت کے آثار نمایان تھے۔ وہ بُت بنی ہوئی کھڑی تھی۔ مگر اس خبیث نفس ڈومڈی کو ایسا معلوم ہوا کہ میریا کے دل پر تسخیر قلوب کا جادو چلگیا۔ وہ نیم راضی ہوگئی ہے۔ ڈومڈی نے دبی زبان سے پھر کہا۔ پیاری میریا کدو کاوش کا ہے کی کیا اُسکی جان بچانے مین کچھ پس و پیش ہے۔

میریا۔ پادری صاحب! خدا کے لیے جلدی کہو۔ کیا بھائی جان خیریت سے رہینگے۔ اگر یہ بات ہے تو مین رات دن تمھارے حق مین دعا کرونگی۔

ڈومڈی۔ (نفرت آمیز لہجہ سے) اونھ! پادری صاحب۔ پادری صاحب مین اپنے مطلب کا پادری ہون۔ اور ہر وقت پورا اسپاہی رہتا ہون (میریا کے پاؤن چھوکر) میریا! خدا گواہ ہے مین مدت سے تیرا فریفتہ ہون۔ پیاری اپنے عاشق صادق پر رحم کرو۔ بس تیری توجہ درکار ہے۔ تو دیکھ لینا کس طرح مین تیرے بھائی کو آنے والی مصیبتون سے نجات دلاتا ہون۔ اگر بات نہ مانوگی اور ضد کروگی تو ضرور پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ دیکھو مین پاک مریم کے سامنے اقرار کرتا ہون۔ میرا قول کبھی جھوٹھ نہین ہوتا۔ جو کہون گا کرونگا مین ہمیشہ تمھارا غلام رہونگا۔ اگر تم یہ خیال کرتی ہو کہ یہان رہنے مین بدنامی ہے۔

لوگوں کی انگلیاں اوٹھینگی۔ اسکا بھی خطرہ نہیں۔ یہاں سے نکل چلیں گے سلطنت مغلیہ میں رہینگے اگر وہاں دلبستگی نہو گی تو چین چلینگے۔ یورپ کی سیر کرینگے ساری دنیا پڑی ہے جہاں جی چاہے رہنا۔ ایسے ملک میں تجھے چلیں گے جہاں پادری لوگ عورت سکھ سکتے ہیں۔ اور کوئی مزاحم نہیں ہوتا۔ پیاری آؤ۔ تم بڑی حسین ہو شاہزادی ہونے کے لائق ہو۔ آؤ اپنے شکر خالیوں سے دو چار باتیں کرو۔ دل کی کلی کھل اوٹھے۔

میریا۔ (چہرہ پر بل ڈالکر) پاجی دغا باز۔ تو نے حضرت مریم کے سامنے پیغمبری کی جنم کے پاک بیٹے پر عیب لگایا۔ او ناپاک روح تو سب عیسائی پر دھبا لگاتا ہے۔ لعنت ہو تجھپر۔ تو غریب بیکس بیوہ پر ظلم کرنے کی ہمت کرتا ہے۔

ڈوم ڈی۔ میں کہتی ہوں ہوش کی دوا کر۔ خرافات نہ بک۔ مجھے جانے دے اگر میں ایکبار گوا پہونچ جاؤں تو کونسل کے ہرگے تیری تمام قلعی کھولدوں چاہے وہاں میں پھانسی ہی پر کیوں نہ لٹکادی جاؤں۔

کہتے کہتے میریا کے چہرے پر جلال آگیا۔ سرخ سرخ دیدے اُبل پڑے۔ وہ طیش کھاتی ہوئی دروازے کی طرف جھپٹی۔ لیکن اُس گندے شیطانی روح نے میریا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور بولا۔ جانِ جہان کیا غضب کرتی ہو۔ کیا اپنے نیم بسمل عاشق پر ترس نہ کھاؤ گی۔ وہ تمھاری تیغ ابرو کا شکار ہو رہا ہے۔ لللہ رحم کرو۔

میریا ڈوم ڈی کی باتوں سے کباب ہو گئی تھی۔ اُسنے وہ چیخ ماری کہ تمام کمرہ گونج اٹھا۔ بلکہ گرجا کے تمام احاطے میں خبر ہو گئی۔

ڈوم ڈی۔ (اپنے دلمیں) افسوس! مجھ سے صبر نہو سکا۔ بڑی حماقت ہوئی۔ مفت اس سنگدل سے اپنا عشق جتا بیٹھا ابھی موقع نہ تھا۔ خیر دیکھا جائے گا۔ اب یہ نہیں یامیں نہیں۔ یہ سوچکر وہاں سے چلدیا۔

میریا کے بھائی المیڈا کو خیال آیا کہ گانا ختم ہو گیا۔ میریا ابھی تک کیوں نہیں آئی۔ رات بھی زیادہ آگئی۔ آخر وجہ کیا ہوئی۔ کسی بیمار کو دیکھنے تو نہیں چلی گئی۔ مگر جانے کا وقت کہاں۔ اتنے میں میریا کے چیخنے کی آواز سنائی دی المیڈا کو اب تاب کہاں۔ فوراً اٹھا۔ اور کھونٹی سے تلوار اُٹھا کر آواز کی

جانب لپکا۔

گرجا کی میز پر اب تک شمع روشن تھی۔ المیڈا نے کئی بار پکارا۔ کسی نے
آواز نہ دی۔ آخر وہ میز کی طرف دوڑا اور سیڑھیوں پر اپنی بہن کو بیہوش پایا۔ پہلے
تو اسنے سمجھا شاید میریا کو زخم کاری لگا ہے مر گئی۔ لیکن جب اسنے دیکھا اور میریا
کے منہ سے ڈومرڈی کا نام نکلا تو اسکی تشویش مٹی۔ سمجھا ابھی زندہ ہے۔
کاش اسوقت کمینہ ڈومرڈی ہوتا تو کبھی نہ بچتا۔ ضرور ہلاک کر دیا جاتا۔

المیڈا نے اپنی بہن کو پشت پر لادا اور دل میں کہنے لگا۔ ضرور اُس پاجی نے
بیچاری پر دست ستم دراز کیا۔ خیر کہاں جاتا ہے۔ خدا اُس کے افعال کی سزا دیگا
اور جو نہ سکے گا تو المیڈا بھی اُسے اُسکی بدذاتی کا مزہ چکھا جائیگا۔ (میریا سے) پیاری
بہن گھبراؤ نہیں۔ ہمت نہ ہارو۔ اسوقت موذی بھاگ گیا ہے۔ بھاگ جانے
دو۔ انشاء اللہ عوض لے لونگا۔ گھر چلکر سب حال کہنا۔

باہر کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا سے میریا کے حواس بجا ہوئے۔ پھر بھی قدم
اٹھانا دشوار تھا۔ بہت صعوبت تھی۔ بدقت تمام گھر پہونچی۔ بستر پر لیٹ رہی۔
المیڈا نے شربت پلایا۔ ہوش درست ہوئے۔ دیکھا بھائی کے ہاتھ میں ننگی
تلوار ہے۔ میریا المیڈا کے گلے سے چمٹ کر زار زار رونے لگی۔

(میریا سسکی بھری آواز سے) بھائی اُسکو سزا نہ دو۔ اُسنے خداوند حضرت مریم
کے سامنے گستاخی کی ہے۔ وہی سزا دینگے۔ لیکن اب ہمارا یہاں گذر نہیں۔
یہاں سے بھاگتے ہی میں مفر ہے۔ ورنہ یہ موذی ہماری اور آپ کی
جان لے لیگا۔

المیڈا خود رفتہ ہو رہا تھا۔ اُسے گمان تھا ضرور میری بہن کی عزت لٹ گئی
اُسنے میریا کی باتوں کا کچھ جواب نہ دیا۔ اور تلوار تانے ہوا کی طرح سنسن کرتا
ہوا باہر نکلکر تمام گرجا اور احاطے میں ڈھونڈھ ڈالا۔ مگر اُس بے حیا کا پتہ
نہ چلا۔ دیوانے کی طرح اُسکے مکان میں گھس گیا تو نوکروں سے معلوم ہوا کیرنل
ابھی گھر سے نکلے ہوئے کچھ دیر ہوئی ہے۔ المیڈا ڈومرڈی کی تلاش میں
کوئی دو گھنٹے سر مارتا رہا۔ جب کہیں سراغ نہ لگا۔ مجبور ہو کر گھر واپس آیا۔

یہان آکر دیکھا کچھ لوگ دروازے پر کھڑے ہین - المیڈا نے سوچا کوئی نہ کوئی پھر فساد اوٹھ کھڑا ہوا ہے اسلیے یہان سے ٹلجانا چاہیے - اتنے مین بڈھے ڈی کن نے آواز دی

ہم تمھارے ہوا خواہ ہین آپ جائیے - کچھ خوف نہین ہے - پھر وہ بڈھا المیڈا کو علحدہ لیجاکر بولا -

پادری صاحب! بہت دنون سے ہم سنتے تھے - اُس پاجی کا دانت تمھاری بہن پر لگا ہے آج بہت سے دیدرلوگ قصبے مین آگئے ہین - ہمارے آدمی جانتے ہین یہ بڑے مفسدہ پرواز اور زبردست ہین - ہمارے ساتھی کچھ لوگ تھاہ لینے کیلیے ویدرون مین مل گئے ہین - ایک شخص نے تسے کی حالت مین کہدیا آج صبح تک المیڈا کے مکان پر ڈاکہ پڑیگا اِس خیال سے ہم سب تمھاری حفاظت کیلیے جمع ہوگئے ہین - بیس آدمی بندوقین لیے موجود ہین - آپ بیفکر رہیے

المیڈا - میرے افسر ڈوم ڈی کے سوائے اور کوئی میرا دشمن نہین -

بڈھا - ہان - وہ تمھاری بہن پر تصرف کیا چاہتا ہے -

المیڈا - دوست! وہ تو اُسکو آج ستا ہی چکا ہے اگر ملجاتا تو مین . . . . .

بڈھا ڈی کن - خدا کا شکر ہے - تمھاری تلوار پر اُسکا خون نہین ہے - خوب ہوا جو وہ بانشدنی تمھین نہین ملا - خیر دیکھا جائیگا - اگر کل تم روانہ ہوجاؤ گے تو ہم خبرداری کرینگے - اور رات کو اگر ضرورت ہوگی تو اب کے سپاہی مدد کے لیے بلا لین گے اپنی ہمشیر کے پاس جاؤ وہ بیچاری بہت دیر سے تمھین پوچھ رہی ہے

المیڈا - مین کن الفاظ سے شکریہ ادا کرون - تم غیر ملک کے باشندون پر اتنی مہربانی کرتے ہو یہان ہمارا کون بیٹھا ہے - خداوند تیری رحمت کا خواستگار ہون بہت خوب ہوا وہ کمبخت نہ ملا - ورنہ میری تلوار اسکا ضرور خون پی لیتی -

ان باتون کی صدا امیریا کے کان تک پہونچ گئی - وہ فوراً باہر نکل آئی اور کہنے لگی -

بھائی جان - خدا کا لاکھ شکر ہے - تم صحیح سلامت نکل آئے - مین دعا مانگ رہی تھی - یا اللہ وہ تمھین نہ ملے - کیا وہ تمھین نہین ملا - کیا وہ تمھین نہین ملا جلد بتاؤ کیا وہ تمھین نہین ملا -

المیڈا - بہن تمھاری دعا منظور ہوگئی - مین نے اُسکی بہت تلاش کی - کونا کونا

بیٹین ڈالا۔ کہین تو بھی نہ سنگھائی دی۔ کہین ملجاتا تو اوس بے ادب کو مزہ چکھا دیتا۔ الم۔ تمکا سپاہی ہین دیکھ لیا۔ وہ بزدلا کیا مقابلے پر آئیگا۔ اب بتاؤ کیا کرین۔ اگر کونسل کے پرکیا ان پر عمل پیرا ہوتا ہون تو کل گجرد ہم یہان سے چلدینا چاہیئے۔ لیکن تمکو تنگی ہوئی ہے ہتھیاری خبر گیری کون کریگا۔ بالفرض تمھین نواب کے پاس چھوڑ دون اسمین بھی بڑا ہی ہے۔ کونسل کے خلاف ہوگا۔ اس شش و پنج مین ہون۔ سمجھ مین نہین آتا کہ کیا کرون۔؟

میریا۔ بلا شک گومگو کی حالت ہے۔ خداوند اور ان لوگون کے سوا ہمارا کون حامی ہے اگر مین عیسائیون کے پاس رہون تو وہ گرگا اُن لوگون سے عوض لیگا اور اسکے وہ دیگر لوگون سے بڑا ہوا ہے۔ تمھاری عدم موجودگی مین ضرور آفت ڈھائیگا۔

المیڈا۔ کیا کرون۔ یہ حکم نہ آگیا ہوتا تو ڈی کن کا کہا مان جاتا۔ اب تو مجبوری ہے کیونکہ تعمیل حکم فرض ہے۔ خداوند روح القدس اس گنہگار بندے پر رحم کرا اور ہمین تدبیر بتا کیا کرین۔؟

میریا۔ چلو۔ نواب صاحب سے صلاح لین۔ وہ مدبر اور تجربہ کار شخص ہے۔ علاوہ برین مہربانی بھی کرتا ہے اُسکی بی بی زینت النسا خانم مجھے بہت چاہتی ہے۔ اسپر بھی مین محل مین نہین رہ سکتی کیونکہ اسمین بڑا خوف ہے اس شیطان کے فریب کو الزام لگانے کا موقع ہاتھ آجائیگا۔ اور تب تمہین ہم دونون کو اپنے بھیدے چلو مجھے چلنے کی طاقت ہے اور وقت بھی ہے۔ (ڈوم ڈی کیطرف اشارہ) خدا کا شکر ہے میری عصمت قائم رہی اس کمبخت کا ارادہ ضرور تھا لیکن مین اُس بیحیا کے ناشایستہ کلمے سنکر چیخ اٹھی اور بیہوش ہوگئی۔ اتنے مین تم نے مجھے اُٹھالیا۔ جلدی چلو پھر وقت ہاتھ سے جاتا رہیگا۔

(کھڑی ہوکر) چلئے۔ (خادم سے) بھائی سفر کیلئے بہوا لے ہین طیاری کرو۔

المیڈا۔ ذرا ٹھہرو۔ اپنا مسودہ اُٹھالاؤن اور ڈی کن کے حوالے کردون۔

اس کے بعد بیس آدمیون کو ساتھ لیکر المیڈا اور میریا نواب صاحب کی محلسرا کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ دس آدمی مکان کی حفاظت پر چھوڑ دیے گئے۔ اور عورت مرد بچون کو دعائین دین۔

اسوقت نوابصاحب کا پھاٹک بند ہوگیا تھا۔ تاہم لوگ المیڈا پادری کو جانتے تھے لہذا
اون کے پہونچتے ہی پھاٹک کھل گیا۔ بھائی صحن مین دربار کے پاس پہونچے اونسے چوبدار کو
سلام کیا۔

پادری نے سلام کا جواب دے کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ کچھ لوگ ہمارے ساتھ
رہیں۔ اور کچھ ڈولی کی حفاظت کے لیے واپس جاؤ۔

یہ کہکر المیڈا اور اوسکے ساتھیون نے قدم آگے بڑھائے صحن مین پہنچے۔ نوابصاحب
پادری سے میں شطرنج کھیل رہے تھے۔ میریا ایک کنیز کے ساتھ محلسرا مین داخل ہوئی۔ اور
المیڈا نوابصاحب کے پاس گیا۔ سلام کیا نواب صاحب نے اپنے بائین پہلو پہ بٹھا لیا
اور کہا۔

مین بازی مات دیچکا ہون اگر اجازت ہو تو ختم کر لون۔ یہ کہکر وہ کھیل مین پھر مصروف
ہوگئے۔

نوابصاحب۔ (کچھ دیر بعد) گنیش پنڈت مات ہوا۔ کل عوض لینا۔ کیون سچ کہنا
گھوڑون نے تمھارے کتنے مہرون کو تباہ کیا۔ خیر اسکا ذکر کل ہوگا۔ پادری صاحب
کسی ضرورت سے تشریف لائے ہین اسنے دوچار باتین کر لون۔

گنیش پنڈت عذر الائچی لیکر اٹھ کھڑا ہوا۔ نواب صاحب نے پادری سے کہا۔
کہیے آپکے افسر اور آپ مین سنا ہے کچھ جھگڑا ہوگیا ہے۔ وہ پادری تو نہین معلوم
ہوتا۔ بلکہ ایک طرح کا سپاہی ہے۔ آپ مجھ سے صاف صاف کہیے۔ کیا معاملہ ہے؟
مجھ سے جو مدد ہوسکے گی اوٹھا نہ رکھونگا۔

پادری المیڈا نے اپنا قصہ کہہ سنایا۔ نواب اپنی ڈاڑھی ہاتھ مین لیکر کچھ سوچا
کیا۔ کیونکہ ڈومنڈی کی بدخلقی کی روائتین کان مین پڑ چکی تھین۔ علاوہ اسکے وہ
خود گوا مین جاکر کونسل کے مظالم کو دیکھ چکا تھا۔ حالانکہ عیسائی۔ ہندو مسلمانون کو
کافر کہتے ہین۔ لیکن وہ ایسا زبون کام نہین کرتے ہین۔ اور گوا مین نہ جانے کی
صلاح دینا بھی کم ہمتی ہے۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ میریا کہان رہے گی۔ اس
بارے مین المیڈا کی رائے لینا چاہیے۔

نوابصاحب۔ تمھارا گوا پہونچ جانا کچھ محال نہین ہے۔ مگر میریا کے لیے یہ حکم کہ

یہیں رہے مناسب نہیں وہ محلسرا میں بھی رہ سکتی ہے - بیگم صاحبہ اسے محبت کرتی ہیں - مگر پادری صاحب آپ جانتے ہیں - میرا لڑکا جوان ہے اور آجکل لڑائی پر گیا ہے - کچھ عرصے میں پلٹ آئیگا - میریا بھی جوان جہان ٹھہری - ایسا نہو کوئی شگوفہ اٹھ کھڑا ہو - خیر ٹھہریئے - میں اندر جا کر بیگم صاحبہ سے مشورہ کرلوں - دیکھیں وہ کیا کہتی ہیں -"

یہ کہکر نواب صاحب زنانے محل میں داخل ہوئے -

افسوس! کچھ عجب خلفشار پڑ گیا - اگر میریا کو ساتھ لے جاتا ہے کونسل کے خلاف ہوتا ہے - کونسل میں ہمارے کا کوئی حامی نہیں - لوگ ناشکرا اس کی سزا دیدینگے اگر نواب صاحب کے پاس چھوڑتا ہے تو نواب صاحب منظور نہیں کرتے - اور واقعی سچ کہتے ہیں بڑی دور اندیشی کی بات ہے

بیچارے المیڈا سے کچھ بن نہیں پڑتا - گھبرا کر رونے لگا -

جب نواب صاحب محل میں گئے - بیگم صاحبہ سے ذکر چھیڑا - میریا مصیبت میں گھری ہوئی پاس بیٹھی ہوئی تھی - بیگم صاحبہ میریا کی صورت دیکھکر آبدیدہ ہوگئیں - آخر صلاح ٹھہرائی میریا کو محل میں رکھنا کسی طرح مناسب نہیں - اور گرجا میں رہنا بدنامی اٹھانا میریا کو منظور نہیں - عجب گتھی پڑ گئی ہے اسکا سلجھانا بھی بہت ضرور ہے - عقل کام نہیں کرتی کہ کیا کیا جائے -

نواب اور بیگم دونوں کے ہونٹوں پر مہر سکوت لگ گئی - کچھ دیر صمٌ بکمٌ کی حالت رہی دو منٹ بعد نواب نے خاموشی کا قفل توڑا -

اہا ہا - مجھے خوب سوجھی - گو یہ رائے دونوں کے ناپسند ہوگی - مگر ہوا کرے عزت اور جان بچانا ضروری ہے - یقین ہے کہ پادری صاحب اگر میری رائے پر غور کریں گے تو پسند کرینگے -

بیگم صاحبہ - ہاں - ہاں تو پھر کہتے کیوں نہیں -

نواب صاحب - نہیں ابھی بتا نہیں سکتا - گو اکثر عورتیں فہمیدہ ہوتی ہیں - اور تم تو ماشاء اللہ عقلمند بھی ہو - لیکن اسوقت تم اور میریا دونوں گھبرا گئی ہو اگر اپنا خیال کہہ دونگا تو سینہ کوٹنے لگو گی - اسلیے پھر کسی وقت کہونگا -

یہ کہہ کے نوابصاحب سیدھے دیوان خانے مین آئے اور المیڈا سے فرمایا۔

پادری صاحب! مین بیگم صاحب سے مشورہ کرتا رہا کوئی تدبیر نہ سوجھی۔ میریا کی بیدردی کیفیت سنکر وہ گھبرا گئین۔ جناب من مجھے ایک تدبیر سوجھی ہے۔ یقین ہے آپ کو بھی اس راے مین عذر نہوگا۔ کیون صاحب! آپ چند دن کے لیے کسی پولیٹکل معاملہ مین مجرم قرار دے کر باغیون کی طرح حراست مین کر لیے جائین آپکے خلاف تو نہوگا۔

المیڈا۔ (چونک کر) ہائین یہ کیا فرمایا۔ باغی۔ پولیٹکل قیدی۔ میرا قصور کیا۔ مین جانتا نہین۔ کیا پرتگال اپنی رعایا کی حفاظت نہین کر سکتا۔

نوابصاحب۔ پادری صاحب! مین آپ کو ناراض کرنا نہین چاہتا۔ سب مجھے معلوم ہے پرتگال بڑی طاقتور سلطنت ہے۔

آج ملکہ چاند کا میرے نام خط آیا ہے کہ شاہزادہ اسمٰعیل عین الملک کے اشارے سے باغی ہوگیا ہے اور اُسنے گوا والون سے درخواست کی ہے۔ اگر تم میری مدد کروگے تو نصف سلطنت تمھاری ہوگی۔ اور نصف مین ہم حکمران ہونگے۔ لیکن سازش کھلگئی۔ ملکہ نے فرمان بھیجا ہے اور سرحد کی حفاظت میرے سپرد کی ہے۔

اسپر پادری نے اپنی بے قصوری بیان کی۔ جس کے جواب مین نواب صاحب نے فرمایا۔

”یہ سچ ہے! تم بالکل بے گناہ ہو۔ ڈومڈی تمھارا افسر ہے تاہم اُس فرمان کی پیروی تمھارے قابو سے باہر کیے دیتا ہون۔ تمھاری بہن تمھارے ساتھ رہے گی خاطرداری مین کوئی بات اٹھا نہ رکھی جائے گی۔ اس صورت مین کو نسل تمھارا کچھ کر نہین سکتی۔ مین تمھارے سننے کی کوئی ضرورت نہین سمجھتا۔ طیار ہو جاؤ۔ تمھے دم جلدرگ روانہ کر دونگا۔ وہان آرام سے رہوگے جسمانی و روحانی دشمن بنا بگاڑ نہین سکتے۔

یہ کہکر نواب نے تالی بجائی۔ بڈھا پیشکار پیر محمد خان حاضر ہوا۔ نواب نے حکم دیا ابھی جاکر انتظام کرو۔ رسالدار کو حکم دو۔ وہ پچاس سوار اور دو ڈولیان تیار کرا کے بھیجدے اور جلدرگ کے نواب عثمان بیگ کو لکھو کہ پادری المیڈا اور

اُنکی بہن میریا کی عزت وحرمت کا خیال رکھے - اور کسی پر فضا مقام میں فروکش کرے - ادھر میں بھی اپنے شفیق بڈھے سید کو لکھے دیتا ہوں وہ بھی انکی بہت خوش اسلوبی سے داشت کرینگے۔

پیر محمد خان پیشکار کو نواب کا حکم ماننے میں کب عذر ہو سکتا تھا۔ اُس نے پادری سے کہا۔

البتہ اثاثا مال ومتاع مکان جو کچھ جائداد ہے سرکار میں ضبط رہے گی جبتک تم واپس نہ آؤ گے ایک چیز نہیں ملسکتی - اسلئے ابھی جس شئے کی ضرورت ہو - اپنا آدمی بھیجو وہ تمھارے مکان سے لے آئیگا - میں اپنا آدمی بھی ساتھ کئے دیتا ہوں

اتنے میں میریا باہر آئی نواب نے کہا۔

تمھارے لئے یہی تجویز ہوئی ہے - ڈرو نہیں تمھیں اپنی مہربان مالکہ کے پاس تھوڑے دنوں کیلئے بھیجتا ہوں - لیکن اب تم خود مختار نہیں رہیں - بس اب تم چلنے پر طیار ہو جاؤ اسی میں تمھارا بھلا ہے -

یہ کہکر نواب نے پادری صاحب کو چھاتی سے لگا لیا - اُسنے بھی دعائیں دیں - میریا اُس رات کو چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ محل میں سوئی - اور پادری صاحب نے نواب کے کمرے میں آرام کیا -

پو پھٹتے ہی پہرے دار نے پادری صاحب کو بیدار کیا - پادری اُٹھکر ڈیوڑھی پر گیا - پچاس سواروں نے جو رات ہی رات آگئے تھے جھکی سلام کئے - میریا بھی محل سے نکلی - نواب کی بیگم نے ایک بھاری شال اُڑھا دی تھی - غرض دونوں اپنی اپنی پالکی پر سوار ہو کر چلدرگ کو روانہ ہوگئے - چلدرگ یہاں سے کوئی پندرہ میل کے فاصلے پر تھا -

---

پانچواں باب

نئے مہمان

زخمی عباس خان کو چلدرگ میں آئے ہوئے کچھ زمانہ گذرا ہے - زخم اندمال

ہو گیا ہو۔ اوٹھ بیٹھ سکتا ہے جسم مین توانائی آچلی ہے۔ مگر اتنی طاقت نہین کہ وہ بیجاپور چلا جائے۔ اتنے دنون مین خدا جانے کتنے سانحے پیش آ ئے۔ اُسکے چچا نے اُن آوارہ گرد باغیون کو بالکل پسپا کر دیا جنھین شاہزادہ اسمٰعیل سے مدد مل رہی تھی۔ باغیون کا سردار عین الملک جو کبھی بادشاہ کی طرف ملجاتا اور کبھی باغی ہو جاتا تھا لڑائی مین مارا گیا۔ سر بیجاپور بھیجدیا گیا۔ لوگون کو عبرت ہو اس غرض سے وہ سر پھاٹک کے کنگورے پر لٹکوا دیا۔

احمد نگر کا بادشاہ بُرہان نظام شاہ کثیر فوج لے کر شاہزادہ اسمٰعیل کی مدد کو آیا تھا بیجاپور کا بادشاہ ابراھیم شاہ جو ابھی نوجوان تھا۔ خود میدان جنگ مین موجود تھا اور اپنے چچا کی چالون کو دیکھ رہا تھا تاکہ وہ پرتگالیون سے سازش نہ کرنے پائے۔ قبل اسکے کہ برہان نظام شاہ کچھ سوچے عین الملک مارا گیا۔ برہان ہی باقی رہ گیا تھا۔ ادھر ابراھیم شاہ کی غیر حاضری مین۔ ملکہ چاند سلطانہ کاروبار سلطنت دیکھتی اور انتظام کرتی تھی۔

جس زمانے کا حال ہم لکھ رہے ہین اُس زمانے مین قلعدار عثمان بیگ اور اُسکے بھانجا ادبھائی کے زور دینے پر عباس خان محل مین آ گیا تھا۔ عثمان بیگ نے عباس خان کی خاطرداری مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا تھا۔ ہر طرح کے مراعات جائز کر دیئے گئے تھے۔ آرام و آسائش کی چیزین مہیا تھین عثمان بیگ قلعدار رنگین مزاج اور نازک دماغ تھا۔ اسکا باپ بادشاہ کے یہان چھوٹے سے منصب پر کام کرتا تھا۔ وطن ایران تھا۔ چونکہ عثمان بیگ تندخو آدمی تھا۔ لوگ اُسکے شاکی تھے مگر وہ اپنی مدبرانہ چالون سے بادشاہ کی ناک کا بال ہو گیا تھا۔ لہذا بادشاہ نے خوش ہو کر قلعدرگ مین قلعدار بناکر بھیجدیا۔ جہان وہ شان و شوکت سے زندگی بسر کرنے لگا۔

عثمان بیگ کو اس قلعہ مین آئے دو برس ہو چکے ہین۔ اس درمیان مین اُسنے کئی خط باپ کے نام اور کئی عرضداشت ملکہ چاند سلطانہ کی خدمت مین روانہ کین ایک کا بھی جواب نہ آیا۔ چونکہ زمانہ شورش کا تھا۔ لڑائی جھگڑے مچے ہوئے تھے اس لیے سُنسان مقام مین اس تندخو آدمی نے اپنی حکومت بٹھالی

بھی اپنی مرضی سے کام کرتا تھا۔ شاہی جلال اور شاہی رعب کی اُسے کچھ پروا نہ تھی وہ اپنے تئیں خود مختار سمجھتا تھا۔ شہزادہ اسمٰعیل سے گہری دوستی تھی۔ تعلقات بڑھ گئے تھے کاش شہزادہ اسمٰعیل کو جنگ میں کامیابی ہوتی عثمان بیگ ضرور اُس سے ملجاتا چونکہ اسمٰعیل شکست کھا گیا۔ عین الملک باز آگیا اسوجہ سے عثمان بیگ کے منصوبے بھی الگا وغیرہ ہو گئے۔ اور اسی سے اسکی غرضیوں کی چاند سلطانہ کے دربار میں کچھ بھی قدر نہ تھی چلدرگ کا قلعہ پہاڑی پر ہے۔ دریائے کرشنا اس جگہ سے دو دھاروں میں بٹ گیا ہے۔ اگر پانی کے کنارے سے ہو کر نظر دوڑائیے تو معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ دریا کی سطح پر بنایا گیا ہے۔ لیکن دراصل ایسا نہیں ہے۔ جب دریا قلعے کے نیچے ہو کر بہتا ہے تو پانی اوپر اور دکھن کی طرف پھٹ جاتا ہے۔ پہاڑی میدان میں جنگلی درخت کثرت سے ہیں۔ عباس خان شمالی لین دبانا ہوا آیا تھا۔ دکن کا راستہ زیادہ خطرناک تھا۔ پتھریلا راستہ وہ بھی تنگ اور اسپر درندوں کا رہنا اچھے اچھے جیالوں کے حواس خطا کیے دیتا تھا۔

صبح کا وقت ہے۔ موسم خوشگوار۔ عثمان بیگ اور عباس خان صبح کی نماز سے فارغ ہو کر ایسی جگہ پر بیٹھے جہاں اسوقت کا منظر بہت ہی بھلا معلوم ہوتا تھا۔ مغرب طرف دریا کا کنارہ تھا جسکا زور و شور گو بہت ہی کم ہو گیا تھا تاہم پانی کی چادریں بہت بلندی سے گر کر پانی کی جھاگ پیدا کرتی تھیں۔ اور بہت ہی بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ ابھی تک آفتاب کا قرص دکھائی نہیں دیا تھا کسیقدر اندھیرا تھا۔ پھر بھی مشرقی مطلع پر شفق پھولی ہوئی تھی۔ زرد۔ سرخ۔ نیلے بادل کے ٹکڑے دلکش بہار دکھا رہے تھے۔ اور ان رنگ برنگ بادلوں کا عکس دریا کی دھار پر ایک کیفیت پیدا کرتی تھی۔

اسنے میں یکایک آفتاب کی شعاعیں بادلوں سے نکل آئیں۔ اور چند منٹ میں پہاڑیوں کا تمام سلسلے چوٹیوں کے ایک رخ اور دریا کی مرتفع سطح پر سنہرا رنگ جھلکنے لگا۔

کچھ دیر تک یہاں کا نظارہ بہت ہی خوشنما تھا عثمان بیگ اور عباس خان قلعہ کے باہر میدان میں کھڑے ہو کر لطف اٹھاتے رہے۔ لیکن دس ہی پندرہ منٹ کے

اندر آفتاب عالمتاب کے نکل آنے سے وہ منظر آنکھوں سے اوجھل ہو گیا - اور بجائے
سرور کے سناٹا چھا گیا۔

اسی جگہ پر بیٹھ کر عباس خان نے اپنے ساتھی عثمان بیگ سے کہا۔

بھائی صاحب کیسا روح افزا نظارہ تھا - کاش یہ کچھ دیر اور ٹھہرتا - تو وہی
بات ہوئی گویا کسی ماہوش نازنین نے اپنے جانباز عاشق کی طرف نظر بھر کر دیکھا اور
وہ باغ باغ ہو گیا - لیکن جب نازنین نے آنکھ پھیر لی تو سامنے والی چٹانوں کی طرح جو
خشک رنگ رہی تھیں اداس ہو گیا - کیا آپ نے اس سے پیشتر اس مقام کی بہار دیکھی ہے

عثمان - شفیق! مجھے ہر روز ایسا نظارہ میسر ہو سکتا تو کیا تم خیال کر سکتے ہو میں اسے
دیکھنے کے لیے ہر روز صبح نہ اٹھتا اور انھیں دیکھنے کی خواہش نہ کرتا - ہرگز نہیں۔ یہ
دوست میں تم کو دو سال میری یہاں رہنے کا اتفاق ہوتا تو تم بھی ہر چٹان اور ہر درخت پر
لعنت کرتے۔ اور خدا شکر اس پانی پر جو سال میں تین مہینے تک میری آنکھوں کے سامنے
میدان کی طرح دوڑتا رہتا ہے - خواب میں بھی نظر آتا ہے اور خصوص برسات میں تو
نیند حرام ہو جاتی ہے - تم نے سنا ہوگا کہ کافر دوزخ کی آگ میں جلائے جاتے ہیں
میرے لیے یہ پانی ہی آگ ہے - یہاں نہ کوئی یار ہے نہ مددگار - سناٹا اور میں
دوست! اگر تم دربار میں جانا تو میری سفارش کرنا بڑا احسان ہوگا - بلکہ چاند سلطانہ
کی خدمت میں گڑگڑا کے ہو کر میری جانب سے معافی مانگنا - اور عرض کرنا اب اس گنہگار سے
کبھی ایسی خطا نہ ہوگی - کیوں برادر! تم ہماری سفارش کرو گے۔

عباس خان - ضرور کرونگا - یار! میرا کہا چل گیا تو ہم اور آپ قصر سلطانی کے سامنے
جو وسیع میدان ہے اسمین چوگان کھیلیں گے - ہاں یہ تو بتاؤ اپنا وقت کسطرح
کاٹتے ہو۔

عثمان - کیا کہیں دوست یہاں تو دید کی بھی نوبت نہیں آتی - ایسی کوئی پری جم
نازنین ہی نہیں جس کے پاس دو گھڑی بیٹھکر دل بہلا لیا کروں - نہ کوئی ایسی طوائف
ہے جس کے خوش آیند نغموں سے طبیعت کی کلفت مٹ جائے - اور جو ایک
دو ہیں بھی وہ اول تو دریا کے تلاطم سے اس طرف نہیں آتیں - اور دوم ہمارا خوف
بھی لگا ہے وہ سمجھتی ہیں ایسا نہ ہو نواب صاحب گھر میں ڈال لیں - ہاں جب

کبھی بڈھے سید کی طرف جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو اُسکی پری زاد پوتی کو دیکھ کر طبیعت وجد کر اُٹھتی ہے۔ واقعی کیا حسین لڑکی ہے۔ خدا نے اپنے ہاتھ سے اُس کو بنایا ہے۔

عباس خان۔ تو آپ اُسے دیکھ چکے ہیں۔

عثمان۔ دوست! کیا کہوں ابھی سن کچھ ایسا نہیں میرے خیال میں بارھواں سال ہوگا۔ مگر چھلاوہ ہے چھلاوہ۔ جب پورے شباب پر ہوگی غضب ڈھائیگی تم نے بھی اُسے دیکھا ہے۔

عباس خان۔ اچھی طرح یاد نہیں۔ جب اُنکے گھر گیا تھا اسوقت میری حالت ردی تھی۔ ہوش ہی نہ تھا۔ ہاں کچھ خواب سا یاد ہے اور وہ بھی اب بھولا جاتا ہے۔ مگر الیاس اور وہ لڑکی ....

عثمان۔ (بات کاٹکر) خدا کی پناہ۔ اگر ہر ایک شخص کو بھوت نظر آیا کرے تو جنگ ہی کیوں ہو لوگ بھوتوں سے خائف رہیں۔ میاں ان فضول باتوں کو چھوڑو۔ یہاں تو کھانے پینے سونے لیٹنے کے سوا اور کوئی کام ہی نہیں ہے۔ بہت ہوا اپنے منشی سے دو ایک بازیاں شطرنج کی کھیل لیں یا کسی دوست کو خط لکھ ڈالا۔ دیوان حافظ یا کلیات شیخ سعدی دیکھ لیا۔ لیکن جب ان معشوقان سیمیں عذار کا ذکر چھڑتا ہے تو مجھے سخت افسوس ہوتا ہے کیونکہ اون میں مجھے ایک چیز بھی نہیں ملتی ہے۔ میں کبھی بدگل چلا جاتا ہوں وہاں بوڑھے نواب کے پاس ہنسی مذاق میں دن کٹ جاتا ہے۔ اُسکی ایک بڑی وضعدار لڑکی ہے جو بہت ہی خوب ہوگی۔ مگر مجھے ہرگز پسند نہ کریگی۔ اور خلوت میں بات چیت کبھی نہیں ہو سکتی۔ شاید وہ ماہ لقا دختر کہیں جائے اور میرے ساتھ نکل آئے خیر فوج میں بھی دو چار دل بہلانے کی چیزیں ہیں۔ جنکی سنگت میں وقت کٹ جاتا ہے۔ مگر میرا وہاں گذر نہیں۔ اور نہ اُنھیں بلا سکتا ہوں۔ اور نہ وہ یہاں آ سکتی ہیں۔

اگر جناب کبھی شمال جانب جا نکلتا ہوں تو وہاں سوائے جنگلی درندوں کے اور کوئی نظر ہی نہیں آتا وہ چیخنا۔ اُچھلنا۔ شور مچانا اور کودنا جانتے ہیں۔ ہاں شکار خوب کھیلے ہیں۔ شکار کا شائق میں بھی ہوں۔ ایک مرتبہ میں جنوب

کیطرف (خدا انھیں بہشت نصیب کرے) زیارت کو گیا اور منت مانی اگر میری مراد پوری ہوگی صندرہ یہ نیاز دونگا۔ خدا انھوں نے دعا قبول کی اور میں نے نیاز چڑھائی خیر۔ وہاں بکریں گیر یا گئی غائب ہو گیا اور سنے زبردستی کی مجھے مکان پر جانا پڑا۔ مگر وہاں بڑی وحشت ہوئی مجھے خوف تھا یہ کمبخت کہیں حرام (سور) نہ کھلادیں۔ کیونکہ انکی خاص غذا وہی ہے۔ میں اُسے چھونا بھی پسند نہیں کرتا۔ دیکھو وہ سامنے کیا ہے۔ ارے۔ نواب کے سوار دوڑے دار دوڑے۔ شاید قیدی بھیجے ہیں۔ مجھے حفاظت کرنا پڑے گی۔ کاش وہ انھیں اپنے ہی پاس رکھتا۔

عباس خان اپنے چچا زاد بھائی کی داستان سنکر ہنس پڑا اور اُسکی حالت پر افسوس بھی ہوا۔ مگر نیزے کا دھیان آجانے سے اسکا خیال تازہ ہوگیا۔ لیکن یہ خیال بھی غائب ہوگیا کیونکہ اُسکی نظر گھاٹ کی جانب اُٹھ گئی۔ جہاں دو کشتیاں دکھنے میں آئیں۔

عباس خان۔ یہ کون ہیں۔ وہ اشراف بیگم ہیں۔ مگر نواب کی بیگم عمدہ راستہ چھوڑ کر اس راستے کیوں آئیں۔ بھائی چلو۔ دیکھیں تو سہی۔ کیا معاملہ ہے سیر بھی ہوجائے گی۔ شاید یہ لوگ قیدی ہوں۔

عثمان۔ میں نہیں جاتا۔ لوگ آکر خود اطلاع کرینگے اور اگر ایسی ہی ضرورت ہوگی تو شام کے وقت چلیں گے۔

اسکے بعد دونوں شخص دریا کی طرف دیکھتے رہے۔ دونوں کشتیوں نے کنارہ چھوڑ دیا تھا اور دم کے دم میں اس پار آکر رسّوں سے باندھ دی گئیں تھیں۔

عثمان۔ یہ لوگ کون ہیں۔ معلوم ہوجاتا ہے۔ مجھے باغیوں کے دیکھنے کا شوق نہیں کیونکہ اُنھیں قتل ہونے بھی دیکھنا پڑتا ہے۔

عباس۔ مگر مجھے تو شوق ہے۔

اتنے میں ایک خادم لفافہ لیئے حاضر ہوا اور سفید رومال سے دونوں ہاتھ باندھکر لفافہ پیش کر دیا۔ قلعدار لفافہ لیکر پڑھنے لگا۔

عثمان۔ (چیخ مار کر) ایک عیسائی پادری اور ایک عورت۔ اب بتاؤ کیا نواب صاحب کے دماغ میں فتور آگیا ہے۔ عثمان بیگ عیسائی عورت اور

پادری کا محافظ کرسٹان اور مین نگران رہون۔ لاحول ولا قوۃ۔ قسم مرشد کی مین تو انھین فوراً واپس کر دونگا۔ کیا مجھے کوئی گرجا سمجھ لیا ہے۔

عباس خان ۔ دم لو۔ پورا خط پڑھا نہین اور واپسی کا خیال سما گیا۔ نہ پڑھا جاتا ہو تو کوئی منشی بلا لو۔ یا مجھے دو مین پڑھ دون۔

عثمان ۔ (خط پر سرسری نظر ڈالکر) اِن جہان پناہ بادشاہ بیگم کی اجازت سے پادری المیڈا اور انکی بجن یہان نظر بند کیے گئے ہیں۔ تا حکم ثانی یہان رہین گے جب واپسی کا حکم ہوگا روانہ کر دیے جائین گے۔ پادری لوگ بھی شریر ہوتے ہین مجھے خوب نگرانی کرنا پڑے گی۔ نواب نے اپنے ہاتھ کی تحریر بھیجی ہے۔ ماشاء اللہ کیا خوشخط ہے۔ اس سے تو چھوٹا بچہ اچھا لکھیگا۔

عباس خان نے خط ہاتھ مین لے لیا اور پڑھکر سنایا۔

ان کو قیدی نہ سمجھنا۔ جہان جی چاہے سیر کرین۔ صرف اسقدر نگرانی ہو کہ یہ چاند نگر سے کہین باہر نہ چلے جائین۔ جب انکی طلبی ہو فوراً بھیجدو۔

عثمان ۔ (جھلا کر) بتاؤ۔ مین انھین کہان رکھون۔ جیل کے سوا اور کونسی جگہ ہے۔ اگر بھاگ جائین تو جواب دہی کس کے سر ہوگی (نذیر احمد داروغہ) جیل خانے مین جو دو اچھے کمرے ہین ان کرسٹانون کے لیے صاف کرا دے۔

داروغہ حاضر ہو گیا ہاتھ باندھکر بولا۔

قربان جاؤن۔ انکو مکان مل گیا۔ پادری صاحب بڈھے درویش کے نام ایک خط لایا تھا۔ اُس نیک بندے نے بسم اللہ کہکر اپنے جھونپڑے مین ٹھہرا لیا۔ اگر حکم ہو دونون قیدی جیلخانے بھیجدیے جائین۔

عثمان ۔ خیر وہین رہنے دو۔ خدا کی قسم عجیب بات ہے۔ کرسٹان پادری۔ عورت اور سید کا سامنا۔ اسکے کیا معنے ہین۔

عباس خان ۔ (ہنس کر) پریشان کیون ہوتے ہو۔ جہان ہین رہنے دو۔ اور انکی خاطر داری مین کمی نہ کرو۔

ارتھر وارڈ وغیرہ - پادری صاحب کو جتنے ڈنگل کے باشندے ہیں عزیز رکھتے ہیں
اسکی بہن میریا بڑی تسلیم الطبع اور خوبصورت عورت ہے - آپ بھی مہربانی فرمائیں
عثمان - گدھے! تو یہیں جاکر اسکی خدمت کر جا دیکھ انھیں رسد وغیرہ پہنچ گئی
یا نہیں۔ جا - بس - یا اور کچھ - (عباس خان کی طرف پھر کر) میاں اب آپ کی
تسکین ہوگئی - یا نہیں کہو تو انہیں یہاں بُلا لیں - سُنا ہے میریا بڑی طرحدار
عورت ہے -

عباس خان - (چہرے پر شکن ڈالکر) بھائی جان! ان حرکتوں سے باز آؤ
یہ لوگ تمہارے مہمان ہیں کیا تم اپنے پاک مذہب کے قابل قدر اصولوں کو توڑ
ڈالو گے - یہ تو کسی مذہب میں رائج نہیں -

عثمان - میاں قصور معاف کرو - زبان سے نکل گیا - انھیں اپنے بھائی سے بڑھ کے
برا سمجھونگا - بس یا کچھ اور - خیر اس ذکر کو جانے دو - یہ بتاؤ تم نے الیاس خان
کو کیونکر قتل کیا -

عباس خان - یہ تو جانتے ہی ہو کہ الیاس خان حبشی تھا -

عثمان - ہاں معلوم ہے خالص حبشی تھا بلکہ ہم لوگوں سے دو بار شکست کھا چکا
تھا کیونکہ ہم دکھنی ہیں

عباس خان - ہاں ہوگا - مگر سُنا ہے میں اپنے رسالے کے ساتھ
گلبرگے کے محلے میں تھا تاکہ عین الملک باغی کا قبضہ گھاٹ پر ہونے پائے
ایک دن میرے جاسوس خبر لائے میرے چچا کی فوج بیگانوں کی طرف
بڑھ رہی ہے - میں نے ارادہ کیا اپنے چچا کے لشکر میں جا ملوں - کیونکہ
جاسوس نے یہ بھی کہا تھا - دشمن کی فوج پچاس کوس تک نہیں ہے -
اس لیے دن نکلنے سے پہلے جس میں زخمی ہوکر یہاں آیا اپنے مقام سے
کوچ بول دیا - کچھ دور گئے ہونگے سامنے سے گرد وغبار اڑتا ہوا نظر آیا - اور
کچھ بندوقوں کی فیریں بھی کان میں آئیں - میں نے قدم آگے بڑھایا - دیکھتا
کیا ہوں الیاس خان اپنے رسالے کے ساتھ تیزی سے دھاوا کیے چلا
آرہا ہے - اسوقت میں اگر بزدلی سے بھاگنا بھی چاہتا تو بھاگ نہ سکتا - اسلیے

مین بھی اپنے سوارون کو ساتھ لیے الیاس خان کی طرف بڑھا - اور اُسے نام لے کر پکارا - اُسوقت کا ماجرا یہ کیا کہون - ہمارے جانباز سپاہی دشمنون کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور شپاشپ لگی تلوار چلنے - معاذاللہ - گھایلون کی چیخ پکار - اور بہادران صف شکن کے نعرون سے زمین ہل رہی تھی - عجیب خوفناک منظر تھا - ابھی آفتاب بلند ہوا تھا - الیاس خان میرے آگے کے آدمیون کو چیرتا پھاڑتا میری جانب بڑھا - مین نے اُسکی صورت دیکھی - خون تاؤ کھا گیا تیزی کے ساتھ اُسکے مقابلے پر آیا - اُسنے قریب پہونچکر تلوار کا ہاتھ مارا اور مجھے زخمی کیا - وہ زخم تم نے دیکھا ہی تھا اور اب بھی موجود ہے - مین نے بھی جہانتک ہاتھ مین قوت تھی تلوار لگائی اگر وہ اُسوقت زرہ پہنے ہوتا تو مجھے ضرور قتل کر دیتا - مگر میری ضرب نے اُسکے دو ٹکڑے کر دیے - اور وہ پشت زین سے نیچے آ رہا - گرتے وقت اُسنے ایسی صورت بگاڑ کر میری طرف دیکھا - اُف وہ کریہہ المنظر چہرہ میرے سامنے ہر وقت پیش نظر پھرا کرتا ہے -

اب مین نے چارون طرف دیکھا صرف تین آدمی دکھائی دیے - ایک تو بہادر جمال جو برائن پور مین دوسرے دن زخم اور لو کھا جانے سے مر گیا - دوسرے رانگا ویدر کا سردار - یہ میرے ساتھ رہا - جو بھی زخم کھا ہی چکا تھا مگر یہ بات مجھے بعد کو معلوم ہوئی - باقی میرے ہمراہی جان لے کر بھاگ کھڑے ہوے - چونکہ جنگ میلون پھیل گئی تھی - میرے ایک ایک آدمیون کے دنبال مین دس دس حبشی تھے - ہم صرف آنکی چیخ پکار سنتے تھے - قلعہ جلدرگ کے سوا اور کوئی جگہ امن کی مجھے دکھائی نہ دی - کیونکہ دشمن کے سپاہی باڑھ آنے کے پہلے ہی دریا پار چلے گئے تھے اور میری قلیل جماعت پر شخون مارنا کوئی مشکل امر نہ تھا - لیکن جلدرگ مین پہونچنا بہت دشوار تھا - جب مین یہان آیا تم نے میری حالت دیکھی تھی -

عثمان - درحقیقت ایماندارمی کی لڑائی تھی - شاباش شاباش بھائی - خوب فتح حاصل کی - الیاس خان حبشیون کے بڑے غول کا سردار تھا - شاید

وہ پھر عوض لیں۔ بھائی اچھا ہو جانا تو ان ناپاکوں سے ہوشیار رہنا۔ ایسا نہو غفلت میں نقصان اٹھا جاؤ۔ مگر آجکل ایسا ہڑبونگ مچا ہوا ہے کسی کو اطمینان ہی نہیں۔

عباس خان۔ اسکا تو خوف نہیں۔ اگر خیال ہے تو اس بات کا کہ میں بزدل قرار دیا جاتا ہوں۔ کیونکہ اپنے سب سواروں کو چھوڑ کر بھاگ نکلا تھا۔ اس بدنامی سے موت بہتر ہے۔ افسوس میرا ایک شاہد تھا وہ مر گیا۔ ہاں ایک علمبردار انکا حیات ہے۔ آجکل اپنے مکان پر ہے۔ اُس سے استفسار کرنے پر کل کیفیت معلوم ہو سکتی ہے۔

عثمان۔ اول تو تمھارا زخم خود گواہ ہے اور میں بھی شاہد ہوں۔ تمھاری حالت اپنی آنکھ سے دیکھ چکا ہوں۔ درویش اور اُسکی بیٹی بھی گواہ ہے۔

عباس۔ یہ تو تمھیں معلوم ہی ہے میں نہچان تھا مگر یہ نہیں جان سکتے میں یہاں کیونکر اور کسطرح آیا۔

عثمان۔ تمھارے چچا حمید خان نے عین الملک کو قتل کر دیا ہے۔ بادشاہ اُسپر بہت مہربان ہوگا۔ اُسکی دربار میں خوب چلتی ہے۔

عباس۔ افسوس یہی بلکہ پوری شامت ہے۔ چچا صاحب جب سُنیں گے کہ عباس خان آتش حرب کی تاب نہ لا سکا۔ خائف ہوکر بھاگ نکلا۔ صورت دیکھتے ہی آگ ہو جائیں گے اور عجب نہیں سر تن سے جُدا کریں۔ حالانکہ مجھے مرنے کا خوف نہیں بدنامی کا خیال البتہ ہے۔ جسوقت آنکھ لگ جاتی ہے الیاس خان سامنے آکر خوف دلاتا ہے اور کہتا ہے تو بھی مریگا۔

عثمان۔ الیاس زندگی میں خبیث تھا اور مر کر بھی بھوت ہوا۔ درویش کے پاس سیکڑوں آدمی تعویذ لینے آتے ہیں۔ الیاس کی تو کیا حقیقت ہے۔ خود شیطان بھی بھاگ سکتا ہے۔ اُنسے تم کوئی عمل کراؤ۔ اور شام کے وقت ٹھنڈے ٹھنڈے چلے چلو۔

عباس خان۔ ہاں بھائی ضرور چلونگا۔ مگر آج تو دوران سر کی شکایت ہے اسکے علاوہ درویش کے یہاں آج ہی مہمان آئے ہیں۔ اُسے انکی خبرگیری کرنی ہوگی آؤ شطرنج کھیلیں۔ دل بہلے۔ زخم میں بھی کچھ کھٹک ہے نشیب و فراز راستہ میں چلنے سے تکلیف ہوگی۔

عثمان۔ خیر آج نہ چلو۔ ابر گھرا ہوا ہے شاید پانی برسنے لگے۔ کل دیکھا جائے گا

آج درویش بھی مہانداری مین مشغول ہوگا اُسے ہمارے جانے سے تکلیف ہوگی
یہ کہکر دونون چچازاد بھائی شطرنج کھیلنے لگے۔

چھٹا باب

آندھی پانی کا طوفان

پادری اور اُسکی بہن کشتی سے اوتر پڑے۔ چارون طرف نظر دوڑائی۔ پہاڑی پر سر بفلک قلعہ دور سے اپنی شان دکھا رہا تھا۔ سیاہ پتھر کی دیوارین آفتاب کی شعاعین ہیبتناک منظر پیش کر رہی تھین۔ قلعہ کے نیچے گانون بسا ہوا تھا۔ چوپال اور جھونپڑون کی ٹوٹی پھوٹی دیوارین نظر آرہی تھین۔ چرواہے بھیڑ بکری چرا رہے تھے۔ عورتون کے غول سر اور کمر پر گھڑے رکھے پانی بھرنے کی غرض سے دریا کے گھاٹ پر کھڑے ہوئے تھے۔ کچھ عورتین نہا رہی اور کچھ پانی بھر رہی اور کچھ مکان جا رہی تھین۔ کچھ لوگ بلند بلند ٹیلون پر کھڑے ہوئے پانی کی سیر کر رہے تھے۔ ان مین قلعدار عثمان بیگ کے ملازم بھی تھے جنہنے مدگل کے سوار نے کہا۔ یہ پادری صاحب ہین پاکٹ سے قلعدار کی چٹھی نکال کر حوالے کی اور گھوڑے پر سوار ہوکر مدگل کی راہ پکڑی۔

قلعدار کے ملازم نے پادری صاحب سے دو چار باتین کین۔ ڈولیان املی کے درخت کے نیچے سائے مین رکھوا دین۔ پادری صاحب نے قلعدار کے ملازم سے پوچھا۔

سنتے ہین یہان کوئی درویش رہتا ہے۔ اُسکا مکان کہان ہے؟

قلعدار کے ملازم نے ادب کے ساتھ جواب دیا۔

جناب! وہ کیا سامنے نظر آرہا ہے۔ میرے ساتھ آئیے۔

یہ کہہ کے پادری الیزڈا کو ساتھ لیا اور درویش کے مکان پر پہونچکر دروازے پر تھپکی دی زہرہ نے دروازہ کھولا۔ پادری صاحب نے ٹوپی اُتار سلام کیا۔ زہرہ کا ادب قاعدہ اور خوبصورتی دیکھ کر حیران ہوگئے اور پوچھا۔

بیوی! تم کنارہی زبان جانتی ہو۔ تمھارے باپ کے نام ایک خط لایا ہون۔

زہرہ نے سر جھکا کر جواب دیا۔

"جناب! وہ میرے دادا ہین۔ خط لائیے۔ پڑھکر سُنادونگی۔ دادا جان کی آنکھین خراب ہو گئی ہین۔

زہرہ خط لیے ہوے اندر گئی۔ اور اپنے دادا کا ہاتھ پکڑے باہر آئی اور بولی۔

ابّا۔ یہ پادری صاحب کھڑے ہین مدگل سے تشریف لائے ہین۔

درویش۔ (خوشی سے) یہ غریب خانہ۔ گو آپکے لائق نہین ہے نواب صاحب کی مہربانی سے کچھ جگہ ملگئی ہے۔ جھونپڑا بناکر بسر کر رہا ہون۔ اُمید ہے آپ مجھ غریب کو سرفراز کرینگے۔ یہ پوتی زہرہ حضور کی خدمت کرے گی۔ اور آپکی ہمشیرہ کہان ہین۔

پادری۔ ساتھ ہے۔ املی کے درخت کے سایے مین کھڑی ہوئی آپکو دیکھ رہی ہے ابھی بُلاتا ہون۔

یہ کہکر پادری میریا کے پاس گیا۔ اور بولا۔

میریا! درویش پاک طینت معلوم ہوتا ہے۔ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ کہتا ہے میرے مکان مین قیام کرو۔ اُسکی پوتی زہرہ خدمت کرے گی۔ زہرہ ہے خلق مجسم تم سے اور اُس سے خوب نبڑے گی۔

میریا پادری صاحب کے پیچھے ہولی۔ جب درویش کے مکان مین پہونچی زہرہ نے سر جھکا کر بہت نرمی سے کہا۔

"اے بیوی! بخدا تم بہشت کی حور ہو"

میریا زہرہ سے بغلگیر ہوئی۔ اور بڑے تپاک سے گلے لگا کر کہا۔ مین تمکو شاید تکلیف دینے والی ہون۔ کیونکہ مین بھائی صاحب کی طرح فارسی نہین بول سکتی۔

زہرہ۔ کچھ مضائقہ نہین۔ کنارہی زبان مین تو دخل ہے۔ آؤ دادا جان سے مل لو۔ تمھارا انتظار کر رہے ہین۔

بڈھے نے بھی بڑی مہربانی سے کہا۔

"کاش میری آنکھین دیکھ سکتین۔

زہرہ۔ (میریا سے) بیوی! دادا جان تمھارے سر پہ ہاتھ پھیرا چاہتے ہین۔ ذرا آگے بڑھو۔ میریا نے بڑھکر بڈھے فقیر کے قدم لیے درویش نے پشت پہ ہاتھ پھیرا اور کہا۔

بیٹی! خدا اور مریم تمھاری حفاظت کریں۔ اگر کوئی تکلیف ہو زہرہ سے کہنا وہ تمھاری حاجتیں رفع کردے گی۔ تمھاری گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے ہندوستان کی باشندہ نہیں یورپ کی ہو۔ تم سے تمھارے ملک کی باتیں سنا کرونگا۔

جس وقت درویش دعائیں دے رہا تھا۔ میریا نے اپنے سر کا رومال اُتار لیا تھا بال شانے پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ زہرہ کو محبت بھری نگاہ سے دیکھ رہی تھی فقیر نے زہرہ کا ہاتھ میریا کے ہاتھ میں دیکر کہا۔

بیٹی! یہ تھک گئی ہونگی۔ انھیں یہاں سے لے جاؤ۔ اچھی جگہ ٹھہراؤ۔

زہرہ۔ آؤ بیوی! میں تمھیں تمھارے رہنے کا مکان دکھا دوں۔ کہتے ہیں اُس جگہ میری دادی اور میری ماں رہا کرتی تھیں۔ مگر اب مکان خالی پڑا ہے۔ میں اپنی ماماں کے ساتھ داداجان کے کمرے میں ہوں۔

زہرہ میریا کا ہاتھ تھامے باورچی خانے سے ہوتی ہوئی صحن میں پہونچی۔ چاروں طرف چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں ہیں صحن میں چھوٹی سی پھلواری بھی ہے۔

زہرہ۔ بیوی! یہ پھلواری میں نے لگائی ہے۔ مجھے اس سے بڑی دلبستگی ہے۔ انگور کی بیل سامنے ہی اُس سے جاڑے کے دنوں میں انگور ملجاتے ہیں۔ وہ انجیر کا درخت ہے اسکے نیچے گرمیوں میں بیٹھکر کبوتروں کو دانہ دیتی ہوں۔ تمام چڑیاں مجھے جانتی ہیں۔ جنگلی طوطے اور مینا بھی مجھ سے نہیں ڈرتے (زور سے) گٹر گٹر آؤ۔ آؤ آواز کیساتھ ہی چاروں طرف کبوتروں کا غول جمع ہوگیا۔ (میریا سے) یہ مسجد کے کبوتر ہیں۔ انھیں کوئی نہیں ستاتا۔

میریا۔ بہن! اب سے تم میرا نام لیکر پکارا کرو۔ ہم تم میں کوئی فرق نہ رہنا چاہیئے۔

زہرہ۔ (محبت سے لپٹ کے) میں تو غریب لڑکی ہوں۔

میریا۔ (اُداسی سے) میں بھی ایک بیوہ عورت ہوں۔

زہرہ۔ ہیں! تم اور بیوہ۔ ایسی کم عمر۔ خوبصورت اور بیوہ۔ میں تم سے محبت کر سکتی ہوں۔ خدمت کر سکتی ہوں۔ دیکھو کبوتر بھی ہم سے نہیں ڈرتے۔

میریا۔ (زہرہ کے سر پر ہاتھ پھیر کر) ہم دونوں میں بڑی محبت ہو جائے گی۔ اگر میں یہاں رہی۔

زہرہ ۔ (گھبرا کر) افسوس! تم عنقریب چلی جاؤ گی ۔ اور میں پھر تنہا رہ جاؤنگی ۔ کیا مجھے چھوڑ دوگی ۔ ناحق میں نے تم سے محبت بڑھائی ۔ تمھارے جانے کے بعد پھر اندھیرا ہو جائے گا ۔ جب تک تمھیں نہ جانتی تھی ۔ ہرج نہ تھا ۔ مگر اب محبت کر کے اسطرح تمکو ستم ڈھانا اور مجھے کڑھانا اچھا نہیں ۔ حضرت مریم! میری میریا کو مجھ سے علیحدہ نہ کرنا ۔ دیکھو یہ تمھارا کمرہ ہے تمھارے بھائی صاحب یہاں رہیں گے ۔ یہ دروازہ مسجد میں جانے کا ہے ۔ اس دروازہ سے جہاں جی چاہے جا سکتی ہو ۔ یہ کمرہ نوکروں کے لیے ہے ۔ تم اسے باورچیخانہ بنا لو یہاں کسی کی آمد و رفت نہیں ۔ جو چاہے بنانا ۔

درویش کا مکان پادری المیڈا اور اُسکی بہن میریا کے رہنے کے لیے کافی تھا ۔ موقع موقع کے سامان لگا دینے سے مکان کی رونق ہی کچھ اور ہو گئی ۔ زہرہ اور اُسکی خادمہ نے کھچڑی پکا رکھی تھی ۔ پادری اور اُسکی بہن نے شوق سے کھائی ۔ اور زہرہ کے اخلاق کی تعریف کی ۔ گو گرمی دن بھر تیز رہی ۔ پہاڑیاں تپ رہی تھیں ۔ مگر اس مکان میں پھر بھی چین تھا ۔ دیواریں خام موٹی اور چھتیں اونچی تھیں ۔ اسوجہ سے گونہ ٹھنڈک تھی شام کے وقت اُمس زیادہ ہوئی پادری اور میریا چھت پر ٹہلنے لگے ۔ ہوا سرد کے جھونکوں سے تازگی آئی ۔ ابر آسمان پر محیط ہو گیا تھا ۔ کوندھے کی لپک میں قلعہ کی بلند عمارت نظر آجاتی تھی ۔ پھر اندھیرا چھا جاتا تھا ۔ تاریکی زور باندھ رہی تھی ۔ رفتہ رفتہ قلعہ اور پہاڑیوں کا سلسلہ نظر سے غائب ہوتا جاتا تھا ۔

میریا آندھی اور بادل سے نہیں ڈرتی تھی ۔ اسلیے وہ اور اُسکا بھائی المیڈا اسوقت کے سین سے بہت خوش ہو رہے تھے ۔ اتنے میں تقاطر ہونے لگا ۔ بڑے بڑے بوند پڑنے لگے ۔ باڑھ کی آواز آرہی تھی ۔ دریا میں تلاطم ہو رہا تھا آواز ایسی مہیب تھی گویا دور پر کوئی رو رہا ہے ۔ ہر طرف سناٹا چھا گیا ۔ کچھ دیر کے بعد پانی کڑاکے سے پڑنے لگا ۔ المیڈا اور میریا نیچے اوترنے لگے ۔ ابھی دو زینے بھی نہ اوترے ہونگے ۔ بجلی زور سے تڑپی ۔ زمین اور آسمان ہل اُٹھے قلعہ اور پہاڑیاں ایک منٹ کے لیے آنکھوں تلے آ گئیں ۔ رعد کی گرج پہاڑوں سے مل کر اتنی دیر تک غل مچاتی تھی کہ دوسری بار پھر بادل گرج جائے ۔ آواز ایسی کرخت تھی گویا متواتر توپیں اور بندوقیں چھوٹ رہی ہیں

خدائے پاک کا نام لیتے ہوئے پادری المیڈا اپنے کمرے میں ہو رہا اور لیڈی میریا اپنے بستر پر آئی۔ اسے رہ رہ کر ڈوم ڈی کا خیال آتا تھا وہ خدا کا فضل یاد کر کے آنکھوں میں آنسو بھر لاتی تھی۔ اُسے اس بات کی خبر نہ تھی کہ آیا وہ قیدی کی صورت میں یہاں آئی ہے یا آزادی سے زندگی بسر کر رہی ہے۔ المیڈا بھی اسی خیال میں مستغرق خدا کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔ دونوں کو اطمینان تھا یہاں اچھے دوستوں کا ساتھ ہوا اسی لیے اگر قیدی بھی ہیں تو غنیمت ہے اگر یہاں بھیج دیے گئے نہ ہوتے تو کونسلی لوگ خدا جانے کیا گت کر دیتے۔ اور میریا کا خدا جانے کیا حال ہوتا وہ بنسبت ڈوم ڈی عزت کے درپے تھا۔ میریا کو یہ نہ معلوم تھا نتیجہ کیا ہوگا۔ اور وہ کہاں پہنچ جائے گی۔ اُسے حضرت مریمؑ کی ذات پر پورا بھروسا تھا اس لیے وہ بہت خلوص سے صلیب کے آگے دعا مانگنے لگی۔

ابھی وہ دعا پڑھ رہی تھی یکایک کمرے کا دروازہ کھلا اور روشنی میں دیکھا زہرہ کا چہرہ زرد پڑ گیا ہے۔ اُسنے اندر آ کر کہا۔

میریا! مجھے اُمید ہے تم معاف کرو گی۔ کیونکہ میں نے تمھیں ایسے وقت تکلیف دی ہے مگر کیا کروں۔ بادل کی گرج اور بجلی کی تڑپ سے تمھارے پاس آئی ہوں آغا تو بیخبر سو رہے ہیں۔ کیا پانی تھم جانے تک تمھارے پاس رہ سکتی ہوں۔

میریا۔ (محبت سے) ہاں میں آؤ۔ بستر پر لیٹ رہو۔ درحقیقت آج کی رات بہت خوفناک ہے لیکن کچھ غم نہیں خدا مددگار ہے۔

زہرہ چادر سر سے تان کر لیٹ رہی۔ پھر ذرا سا منہ کھول کر اُسنے دیکھا۔ میریا حسن عقیدت سے خدا کی بندگی کر رہی تھی۔ زہرہ بول اٹھی۔ لوگ کہتے ہیں کرشان کافر ہوتے ہیں وہ خدا کو نہیں مانتے۔ لیکن یہ بی بی تو خدا کی عبادت کر رہی ہے۔ جو ایسا کہتے ہیں بڑے جھوٹے ہیں۔ بڑی بھاری غلط فہمی ہے۔

کچھ دیر بعد میریا عبادت سے فارغ ہوئی۔ کپڑے صاف کر کے بالوں کو درست کیا۔ پھر شب خوابی کے کپڑے پہن کر اُن کپڑوں کو کھونٹی پر لٹکا دیا۔ اور زہرہ کے پاس بستر پر لیٹ رہی۔ اور اُسے پیار کرنے لگی۔

بادل گرج رہا تھا۔ شدت کی بارش ہو رہی تھی۔ میریا اور زہرہ لیٹ کر سو رہیں

صبح جب آنکھ کھلی دیکھا بادل کھل گیا ہے مطلع صاف ہے۔ زہرہ نے کہا۔
پیاری! تم بہت ہی قبول صورت ہو۔ تمہارے سرخی مائل رخساروں کی شادابی
گلاب کے پھولوں کو مات کر رہی ہے۔ خدا تم پر رحم اور تمہاری حفاظت کریگا۔
میریا۔ (مسکرا کر) کل رات کو خوب آرام سے سوئی۔ میرا دل بادل کی گرج سے
خوف نہیں کھاتا۔ ذرا دن نکل آئے ٹہلنے چلونگی۔ ہم گل میں بھی اکثر جایا کرتی تھی
مریضوں کی تیمار داری کرنی پڑتی ہے۔ زہرہ بہن تم بھی تو نہیں ڈرتی ہو۔
زہرہ۔ نہیں بہن ڈر کاہے کا۔ انسان وہ ہے جو انسان کے کام آئے۔ میں
بھی تمہاری طرح مریضوں کی خبر گیری کرتی رہتی ہوں۔ تمھیں اپنے مریض دکھلاؤنگی۔ وہ
سب مجھ سے بڑی محبت کرتے ہیں۔ سپاہی تک مجھے سلام کرتے ہیں۔ میریا!
اس رات کو بہت عمدہ خواب دیکھا۔ گویا فرشتے میری خدمتگزاری کو بیٹھے ہیں میرے
چاروں طرف پھولوں کے انبار لگا دیے گئے ہیں۔ شاید یہ اچھا خواب اس لیے
دکھایا ہے کہ میں تم سے لپٹی ہوئی سو رہی تھی۔
میریا۔ (مریم کی تصویر اور صلیب کی طرف اشارہ کر کے) کاش تم بھی ان پاک
روحوں کی عبادت کرتیں۔ جاؤ ہاتھ منہ دھو کر آ جاؤ۔ میں بھی طیار ہوں۔ آیا پانی لیے
کھڑی ہے (آیا سے) کہو ازین کیسی رات کٹی۔
ازین۔ مجھے تو شب بھر نیند ہی نہیں آئی۔ گوا میں بھی پانی برستا ہے۔ بادل گرجتا
ہے۔ کوندا لپکتا ہے مگر یہاں تو غضب ہے غضب معلوم ہوتا ہے بجلی گھر
میں گھس آئی۔ میں نے تو ڈر سے دروازہ بند کر لیا تھا۔ چاروں طرف پہاڑیاں کاٹے
کھاتی ہیں۔ اور قلعہ قید خانہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر بیوی! تم بڑی ہنس مکھ ہو۔ چہرے پر
میل ہی نہیں۔ کیا تمکو ڈر نہیں معلوم ہوتا۔
میریا۔ نہیں ہمارے دوست بڑے مہربان ہیں۔ ڈر کس بات کا۔
ازین۔ جی ہاں۔ درست فرماتی ہیں۔ مکان بھی اللہ کا دیا اچھا ہی مل گیا۔
نہانے کے لیے غسل خانہ بھی موجود ہے۔ پانی طیار ہے۔ چاء بھی گرم گرم موجود
ہے اور.......
میریا۔ (قطع کلام کر کے) کیا بھائی جان ابھی تک نہیں اٹھے۔

زرین۔ وہ تو مجھ دم یہان سے نکل گئے قلعہ کی طرف ہوا کھانے گئے ہین۔ آپ نے سُنا نہین۔ قلعدار صاحب کے دو خدمتگار آئے تھے۔ اُنھون نے کہا قلعدار آپ سے ملنا چاہتے ہین۔ شاید وہ اُنھین کے ہمراہ نواب صاحب کے پاس گئے ہون۔ آپ اندیشہ نہ کرین دھوپ تیز ہونے سے پہلے ہی پلٹ آئین گے۔

میریا کا سر اس بات سے گھوم گیا اُسے خوف سمایا ایسا نہو قلعدار بھائی جان کو قید کرلے۔ لیکن کل تو بڑی آؤ بھگت ہوئی تھی۔ تپاک سے لوگ ملے تھے۔ ممکن ہے دوستانہ طریقے برتے جائین۔

میریا اُٹھکر غسل خانے مین گئی اور چند منٹ بعد غسل سے فارغ ہوکر صحن مین کرسی پر بیٹھ گئی۔ آیا چاء لیے کھڑی تھی۔

آیا۔ بیوی! آج تو اتنی رسد آئی ہے کہ کچھ کہا نہین جاتا۔ جتنا چاہیے تن تن کر کھاؤ۔ دو بکرے۔ پانچ مرغیان۔ دس سیر چاول۔ دو سیر گھی۔ بہت سا آٹا۔ نمک مصالحہ چینی انڈے۔ کیلے کی گھار اور غلّہ غلّہ بہت سامان ہے۔

میریا۔ (ہنسکر) بس چُپ رہے گی۔ یا ناموں کا تانتا ہی باندھ دیگی۔ زرین! یہ سامان تو اتنا ہو ایک مہینے مین بھی ختم نہوگا۔

زرین۔ نواب صاحب کا آدمی کہہ گیا ہے اسقدر سامان روزمرہ آیا کریگا۔

وہ بھی عجیب شخص معلوم ہوتا تھا۔ مین نے اُسکو اسطرح جانا کہ اُسکے کان مین قلم کھسا ہوا تھا۔ ابھی آئے گا تو آپکے پاس لے آؤنگی۔ جس شے کی ضرورت ہو اُس سے کہدینا۔ جب تم سیر سے واپس آؤ گی کھانا طیار ملے گا۔

اتنے مین زہرہ پاس آئی میریا نے اُس سے کہا۔

ہم اسقدر سامان لے کر کیا کرینگے قلعدار نے فضول ہی تو بھیجدیا ہے۔

زہرہ۔ اگر تم نہ کھا سکنا چاہے غریبون کو تقسیم کردینا۔ تم عزت دار ہو اسی سے نواب نے اتنا بھیجا ہے۔ نواب مالدار ہے اور سرکار مین بھی کمی نہین۔ اسی قدر سامان روزمرہ آیا کریگا۔ آؤ ابھی پادری صاحب نواب سے ملاقات کرنے گئے ہین۔ ہم تم بھی باہر سیر کرین وہ اتنے آتے تک پلٹ آئینگے۔

میریا اور زہرہ گاؤن کی طرف چلدین۔ آفتاب کبھی کبھی چمک جاتا تھا۔ اور

کبھی بادلوں کی تہ میں چھپ رہتا تھا۔ بادل سمٹ سمٹ کر پورب کی طرف جمع ہو رہے تھے۔ ہوا بھی ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ پہاڑی۔ قلعے۔ صحرائی درختوں کی پھیلی ہوئی قطارین دور سے بھلی معلوم ہوتی تھین۔ اسوقت کا نظارہ بہت ہی دلکش ہو رہا تھا میریا نے زہرہ سے کہا۔

یہ شور کا ہے کا ہے۔ کیا دریا کی آواز ہے۔

زہرہ۔ ہان دریا قریب ہی بلندی سے پانی گرتا ہے اُسی کا شور ہے۔ جی چاہے چلو دیکھ لو۔ مین تو اکثر جایا کرتی ہون۔

میریا۔ کیا تم تنہا دریا کے گھاٹ چلی جاتی ہو۔

زہرہ۔ ہان بہن۔ فقیر کی لڑکی ہون کون پروا کرتا ہے۔ احمد نام کا ایک سپاہی جب کبھی مجھے تنہا جاتے دیکھ لیتا ہے آجاتا ہے۔ اور مجھے خوف دلایا کرتا ہے کہتا ہے یہان بھیڑیے رہتے ہین۔ اکیلے نہ آیا کرو۔ لیکن بہن! مین نے تو آجتک ایک بھیڑیا بھی نہین دیکھا۔ یونہی گانون مین آگئے۔

یہ جگہ پُر لطف نہ تھی۔ بنیون کی دو چار دکانین تھین۔ سپاہی آٹا دال خرید رہے تھے زہرہ اور میریا کو دیکھ کر تا عدے سے ہٹ گئے اور سلام کرنے لگے۔

دو چار مکان پختہ تھے باقی پھونس اور کھپرے سے چھائے ہوئے تھے کھیتی جولاہون یا سیون۔ چار دن نے کی تھی جو کسانی کا پیشہ کرتے تھے۔

زہرہ میریا کو اپنے مریضون کے مکان پر لے گئی۔ میریا کنڑی زبان بخوبی بول لیتی اور سمجھ لیتی تھی۔

بڑے بڑے افسرون نے اُسکا اور اُسکے بھائی کا حال سُنا۔ اکثر افسر اُسے مدگل مین دیکھ چکے تھے۔ لوگ صورت آشنا تھے کئی مریض میریا کی دواؤن سے چنگے ہو چکے تھے اس لیے بڑے بڑے گھرون مین اُسکی چاہ ہونے لگی۔ یہان بھی پادری المیدا دواؤن کا بکس لایا تھا۔ صبح شام دوائین تقسیم ہوتی تھین۔

جب میریا اور زہرہ اس چھوٹے سے بازار کی سیر کر چکین گھر کی طرف پلٹین۔ پادری المیڈا دروازے پر کھڑے ہوے تھے۔ میریا اور زہرہ پاس آئین المیڈا نے کہا۔

"میں ڈرتا ڈرتا نواب صاحب کے پاس گیا تھا مگر نواب صاحب بڑی مہربانی سے ملے۔ گو مجھے تا حکم ثانی یہیں رہنا ہوگا۔ نواب نے کہا ہے تم لوگ بلا خوف یہاں رہ سکتے ہو ہر وقت قلعہ میں آ سکتے ہو۔ یقین ہے تمہارا دل یہاں بہل جائیگا۔ مقام دلچسپ ہے۔ ایسا مقام تم نے نہ دیکھا ہوگا۔ آجکل دریا چڑھا بھی نہیں ہے۔ صبح شام گھاٹ جا کر سیر کیا کرو۔ میں نے کہا بہت اچھا آپ کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میریا! نواب کے یہاں ایک مہمان اور بھی ٹھہرا ہے۔ وہ کسی لڑائی میں زخمی ہو گیا ہے۔ گو زخم اندمال ہو رہا ہے مگر مجھے مرہم پٹی کرنا پڑے گی۔ غالباً ہفتہ بھر بعد انہیں چلنے پھرنے کی طاقت آ جائے گی۔ بہادر اور ثابت قدم معلوم پڑتا ہے۔ آنکھوں میں مروت بھی ہے۔ نواب صاحب گو خوش مزاج آدمی نہیں ہیں لیکن وہ مجھ سے مہربانی کے ساتھ ملا۔ میریا تجھے چلنے پھرنے میں خوب لطف حاصل ہوا۔ اب بھوک لگی ہوگی۔ کھانا تیار ہوگا۔

میریا المیڈا اسکان پر آئے درویش انتظار میں کھڑا ہوا تھا۔ المیڈا اور میریا کی خیر و عافیت پوچھی۔ زہرہ نے کل حال بیان کیا۔ میریا سے لوگ محبت سے ملتے ہیں۔ وہ میرے مریضوں کو دیکھنے گئی تھی۔ بڈھا درویش میریا کے اخلاق کی تعریف کرنے لگا۔ میریا بولی۔

"حضرت میرا کام ہی یہ ہے۔ میں نے اپنی زندگی اسی کام کے لیے وقف کر دی ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی کمال کی خوشی ہے کہ زہرہ سی خوش سلیقہ لڑکی خلق اللہ کے کاموں میں کس طرح سرگرم رہتی ہے۔ اور بھی مجھے تو اس سے محبت ہو گئی ہے۔

درویش۔ بیٹی! وہ بھی تمہیں پیار کرتی ہے۔ میری کوئی اولاد نہیں ہے صرف یہی اندھے کی لکڑی باقی ہے۔ تم جاؤ۔ کھانا ٹھنڈا ہوتا ہے کھا لو۔

میریا کے دل پر درویش کی باتیں اثر کر گئیں۔ وہ سوچتی ہے یہ معمولی فقیر نہیں ہے ضرور کوئی عالم شخص ہے۔ ظرف کیسا اچھا ہے۔ اخلاق کا تو گویا پتلا ہی ہے۔ خدا جانے کس سبب سے یہاں آ گیا ہے۔ خیر۔ زہرہ سے دریافت حال پوچھونگی۔

سہ پہر کے بعد زہرہ میریا کے کمرے میں گئی اور کہا۔

میریا بہن! دھوپ کم ہو گئی ہے۔ چلو دریا کی سیر کریں۔ احمد بھی موجود ہے ہمارے ساتھ چلیگا۔ تمھارے بھائی صاحب بھی جی چاہے چلے چلیں۔

میریا۔ ہاں چلو۔ دریا کی سیر سے دو گھڑی جی بہل جائیگا۔

الفیڈا۔ "وہ نہ نکل جاتا۔ کیونکہ شام کو نواب صاحب کے بھائی ملنے آئیں گے۔"

زہرہ۔ نہیں۔ دور کیوں جانے لگی۔ قریب ہی گھاٹ سے پلٹ آؤنگی۔ کیونکہ شام ہوتے ہی سنتے ہیں شیر نکل آتا ہے۔ لیکن مجھے تو آجتک نہیں ملا۔ کیوں احمد؟

میریا الفیڈا زہرہ احمد چاروں شخص دریا کی سیر کو نکل گئے۔ چلتے چلتے یہ چھوٹا سا قافلہ قلعے کے زیرین حصے میں پہنچ گیا۔ یہاں سے دریا دکھائی نہ دیتا تھا۔ کیونکہ سامنے پہاڑی تھی۔ اور اسیر قلعہ کی دیواریں تھیں۔ ڈھالوان راستہ سیڑھیوں کا بنا ہوا تھا۔ زہرہ چھریرے بدن کی تھی۔ وہ اچک کر پہاڑی پر ہو رہی۔ میریا الفیڈا بھی احمد کا ہاتھ پکڑے ہوئے اوپر چڑھ گئے۔ زہرہ میریا سے بولی۔

دیکھو! پانی پڑھ جانے سے پتھر کیسے صاف ہو گئے ہیں۔

میریا اس جگہ کی اونچائی اور نیچے گہرائی دیکھ کر کانپنے لگی۔ زہرہ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ ڈرتی کیوں ہو؟ کھڑی ہو جاؤ۔ آنکھیں بند کر لو۔ جب طبیعت ٹھکانے ہو کھول دینا۔ میریا نے زہرہ کے کہنے پر آنکھیں بند کر لیں۔ جب دل کی دھڑکن مٹی آنکھیں کھولدیں۔ اطمینان سے چاروں طرف نگاہ پھیری۔ پانی زور و شور سے چٹانوں پر ٹکر مار رہا تھا۔ تلاطم مچا ہوا تھا۔ پانی کی چادر بلیوں اچھلتی تھی۔ میریا خاموشی کے ساتھ اُس نظارے کو مشاہدہ کر رہی تھی۔ زہرہ بولی۔

دیکھو دیکھو باڑھ آ رہی ہے۔ دریا چڑھ رہا ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ یہاں کچھ خوف نہیں۔ یہ طغیانی یہانتک نہیں پہونچ سکتی۔ کل زور شور سے پانی پڑا تھا اوسی کی طغیانی ہے۔

رفتہ رفتہ پانی میں باڑھ شروع ہو گئی۔ یکایک شد و مد سے سیلاب آگیا۔ میریا نہایت غور سے دیکھ رہی تھی۔

زہرہ۔ (اپنے ماتھے پر ہاتھ مار کر) بہن معلوم ہوتا ہے یہ پانی ہمکو بہا لے جائے گا۔

مگر یہ ہو نہیں سکتا۔ خدا محافظ ہے۔ یہاں یا تو آ جائیگا اور پھر چڑھ چلیں گے (ٹھہر کر) وہ کیا ہے! احمدؐ۔ احمدؐ! دیکھنا تو سہی کیا شئے آ رہی ہے۔

ایک چیتا غار سے نکل دبے پاؤں بلی کیطرح انکی طرف بڑھ رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا وہ فصیل پر کھڑے ہو کر اس چھوٹے سے قافلے کو ہڑپ کریگا۔

احمدؐ۔ (آہستہ سے) او۔ یہ کیا بلا ہے۔ افسوس! آج میں اپنی بندوق بھول آیا تم اسکی طرف نہ دیکھو۔ یہ تمھاری طرف نہیں جھپٹے گا۔ ہائے افسوس آج میرے پاس بندوق نہیں ہے۔

ابھی احمدؐ کی زبان سے یہ جملے ختم بھی نہ ہوئے تھے۔ کہ پیچھے سے ایک تیر چلا چیتا چیخا اور قلابازی کھا کر زمین پر گر پڑا۔ احمدؐ نے بانگ دی۔

سبحان اللہ! کیا نشانہ لگایا ہے۔

یہ کہکر وہ نیچے اترنے لگا۔ پشت پر آواز آئی۔ احمدؐ خبردار۔ احمدؐ خبردار۔ ابھی نہ اترو۔ شاید یہ موذی زندہ ہو اور اچک کر دبوچ لے۔

احمدؐ نے دو ایک ڈھیلے پھینکے۔ چیتے کو حرکت نہ ہوئی۔ وہ سمجھ گیا۔ چیتا دم توڑ چکا ہے۔ بولا۔

آئیے صاحب یہ مر گیا ہے۔

اتنے میں بائیں پہلو سے نواب عثمان بیگ۔ عباس خان اور اسکے دو چار ساتھی آ گئے۔

عثمان بیگ نے پادری اسمتھ کو سلام کر کے کہا۔

جناب! ہم نے آپکو پہلے ہی دیکھ لیا تھا۔ اجازت ہو تو پاس آئیں۔

زہرہ۔ (میریا سے) بہن میں اسکو دیکھنا نہیں چاہتی۔ جب کبھی اسکا سامنا ہو جاتا ہے یہ گھورا کرتا ہے۔ اسکی نظر بری ہے۔ خدا کرے یہ چلا جائے۔ عورتوں میں کیوں آیا۔

اتنے میں عثمان بیگ اور اسکے ساتھی چیتے کی لاش کو دیکھتے ہوئے اس چھوٹے قافلے کے پاس آئے۔

عثمان بیگ نے میریا سے بات چیت تو نہ کی۔ لیکن سلام ضرور کیا۔ اور زہرہ

کی طرف کئی مرتبہ کنکھیون سے دیکھا - پادری سے بولا -

خوب ہوا ہم لوگ آگئے - ورنہ یہ خونی ایک دو کو لیے ہی مرتا - اسوقت
گھڑی بہت اچھی تھی - میری نگاہ پڑگئی آپ لوگون کی جانین بچ گئیں - آپ کی ہمشیرہ
صاحبہ اگر اسکا چرم یا ناخن لینا چاہتی ہون تو لے سکتی ہین - مین ابھی صاف کرا کے
بھجوا دونگا - مجھے جرأت نہین ہوتی کہ مین آپکی ہمشیرہ کو اپنے یہان لیجاؤن اور
دعوت کرون - کاش وہ قبول کرین - غالباً اس جگہ سے خوب سیر کی ہوگی -

پادری اتھینیا نے شائستگی سے جواب دیا -

پھر کبھی دیکھا جائیگا - اسوقت دیر ہوگئی ہے - اندھیرا ہوا جاتا ہے - ہم سب
ڈیرے پر جانا چاہتے ہین -

نواب عثمان بیگ نے جواب دیا -

تو اچھا آپ لوگ جاتے ہین مین بھی جاتا ہون - آپ شوق سے سیر کیجئے
بھائی عباس خان بھی درویش کی ملاقات کو جانا چاہتے ہین - اگر حضرات
کہو تو دو آدمی آپکے ہمراہ کر دیے جائین - وہ عباس خان نیز آپ کو
مکان تک پہونچا دینگے - تنہا جانے مین خطرہ ہے شاید کوئی جانور پھر اس جگہ
نہ نکل آئے -

یہ کہکر عثمان بیگ نے اپنے گھر کی راہ لی -

عباس خان نے زہرہ کو خوشی کی حالت مین دیکھا تھا - اس سبب سے وہ
اسے دیکھکر بہت ہی محظوظ ہوا - اسنے زہرہ سے بڑی مستعدی کے ساتھ کہا -

ایسا ہی طوفان اس دن بھی تھا - جس دن مین تمھارے یہان آیا تھا -
شاید تم بھول گئی ہو - مین تمکو حور سمجھتا تھا - تمھین نے مجھے شربت پلایا تھا -
اگر مجھے اس وقت ہوش ہوتی تو تمھارا شکریہ ادا کرنے ضرور آتا - کیا کہون کمزور ہوگیا ہون
مجبوری تھی -

زہرہ نے کچھ جواب نہ دیا عباس خان نے پھر کہا -

مجھے تو تمھارا نام بھی یاد ہے - کیون تمھارا نام زہرہ ہی ہے -

زہرہ نے گردن اٹھا کر محبت آلود نگاہ سے عباس خان کے چہرے پر نگاہ

قاتل پھر بھی نظر کرنے لگا ہے۔

"بھول نہیں گئی ہوں۔ سب یاد ہے۔ میں تو یہ سمجھی تھی تمہارا جامہ حیات قطع ہو گیا ہوگا
بارے اللہ کا شکر ہے زندہ دکھائی دیے۔

عباس خان۔ زہرہ! مجھے سوائے تمہارے اور کچھ یاد نہیں۔ یہ معلوم ہوتا تھا کوئی
بہشت کی حور شربت پلا رہی ہے۔ راستے میں مداخلہ [illegible] آ گیا۔ تم نے شربت کا پیالہ
مجھے دکھایا۔ لیکن یہ ایک خواب تھا کیونکہ جیسے کوئی خواب دیکھتا ہے۔ جب میں جاگا تو میں
گیا وہاں ایک ڈاڑھی والا آدمی آیا کرتا تھا اور ایک نوکر جو کھانا لایا کرتا تھا۔ لیکن یہ بتاؤ
تم کہاں تھیں؟

اسکا زہرہ نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔

عباس خان نے پادری سے کہا۔

"چلو شام ہو گئی ہے۔ ممکن ہے دوسرے [illegible] ڈھونڈنے لگے"

میریا اٹھ کھڑی ہوئی اور زہرہ کا ہاتھ پکڑ کے چل دی۔ راستے میں چیتے کی لاش پڑی تھی
اسکا خون میں لت پت چہرہ چمک رہا تھا۔ ناخن تراش لیے گئے تھے۔

عباس خان نے کہا۔

"ابا کے لیے عمدہ جانماز بنے گی۔ آدمی بھیجکر چمڑا اتروا لیا جائیگا۔

باب ساتواں

پُر اسرار قیدخانہ

زہرہ اور میریا اپنے خاص کمرے میں پہنچ گئیں۔ زہرہ نے میریا کے گلے میں
ہاتھ ڈالکر کہا۔

"بہن! میں نے اسے پھر دیکھ لیا۔ (مسکرا کر) وہ مجھ پر مہربان معلوم ہوتا ہے۔ میری یاد
نہیں بھولا۔ بہن! میں بہت ہی خوش ہوں۔

میریا۔ (تعجب سے) بہن وہ کون ہے۔ کیا تم اسے جانتی ہو۔ کیا وہ تمہارا منگیتر ہے۔

زہرہ۔ (شرما کر) نہیں۔ نہیں۔ میری ابھی منگنی نہیں ہوئی۔ ہو گئی ہوتی تو وہ مجھ سے

نہ بولتا۔ اور نہ مین اُس سے مخاطب ہوتی۔ مین ابھی زہرہ ہی ہون اور اسی طرح رہونگی فقیر کی لڑکی فقیر ہی کے گھر جائے گی۔ وہ رئیس عالی خاندان اور مین دردر کا سر لیے پھرنے والی۔ میری اُسکی ہمسری کہین ہو سکتی ہے۔ دوئم مین یہان سے جانا بھی نہین چاہتی۔ اپنے ابّا کے گھر رہنا پسند کرتی ہون۔ خدا کرے وہ سلامت رہین۔ جیتے جی انھین چھوڑ کر جانے کی نہین۔

میریا۔ ابّا کے بعد کہان جاؤ گی۔

زہرہ۔ (سادگی سے) ہے مین کیا جانون کہان جاؤنگی۔ جہان قسمت لے جائے مین نے سُنا ہے ہزارون نیک عورتین اچھے کامون مین عمر بسر کر دیتی ہین۔ لیکن میرے عزیز مجھے ایسا کرنے سے باز رکھین گے اسکا افسوس ہے۔

میریا۔ کیا تمھارا کوئی خاص عزیز بھی ہے۔

زہرہ۔ (ٹھنڈی سانس بھر کر) بی بی! دنیا مین سواے ابّا کے میرا کوئی عزیز نہین جبتک خدا تجھے سلامت رکھے مین بے فکر ہون۔ اکثر ابّا یہان خدا سے دعا مانگا کرتے ہین۔ اب موت آجائے تو اچھا ہے اس دکھڑے سے نجات ملجائے مگر مین باری تعالیٰ سے یہی چاہتی ہون۔ ابّا کو ہزارون برس کی زندگی عطا کرے (ذرا ٹھہر کر) بہن! تم نے دیکھا وہ مجھے بھولا نہین۔ ہان مین نے صرف ایکبار ہی دفعہ دیکھا تھا پھر مین اُسکے سامنے نہین گئی۔ جب سے آج دیکھا ہے لیکن نظر بھر کر شرم سے نہین دیکھ سکی۔ حیا سے آنکھ سامنے نہو سکی۔

میریا۔ وہ ہے کون۔ حجاب کا ہے کا۔ صاف صاف بتا دو۔

زہرہ۔ بہن تم سے حجاب نہین ہو سکتا۔ کبھی کبھی اُسکا خیال آجاتا ہے۔ وہ میرے مکان مین کئی دن رہا۔ چیختا تھا چلاتا تھا۔ کہتا تھا الیاس۔ الیاس۔ وہ زہرہ۔ جسمین مین جا۔ مجھے یہ نہین معلوم وہ کون ہے۔ جو راؤنگا نایک کی زبانی سنا ہے بیان کرتی ہون۔ راؤنگا کہتا تھا بڑا بہادر آدمی ہے۔ اسکا چچا بھی میدان نبرد کا شیر ہے لاکھون مین چوٹ کرتا ہے۔ ملکہ چاند سلطانہ کے خاص مہربانون مین گنا جاتا ہے۔

میریا کو اپنے بہادر آدمی کے پیار کا پہلا دن یاد تھا۔ زہرہ کی باتون سے تاڑ گئی کہ محبت کی خلش کسقدر تیز ہوتی ہے اس بارے مین زہرہ سے کچھ نہ کہا۔ بلکہ اُسنے

اپنی چھاتی سے لگا لیا۔ پھر کچھ سوچکر بولی۔
درست کہتی ہو جب کوئی آدمی کسی سے نیکی کرتا ہی اور اُسے وہ یاد رکھتا ہی تو اُسے بہت بڑی خوشی ہوتی ہی۔ مگر زہرہ بقول تمہارے وہ رئیس خاندان ہی۔ اپنے محلات مین عیش منگائیگا تمھین بھول جائیگا۔ بیکار تم اُسکی یاد کرتی ہو۔
زہرہ۔ (اداس ہوکر) ہان مجھے اسکا خیال نہ تھا اور مین بہت خوش تھی۔ اگر وہ آج مجھ سے محبت کے ساتھ نہ بولتا۔ مین بھی اُس سے مخاطب نہوتی۔ جسطرح سیکڑون شخص آتے ہین اور چلے جاتے ہین وہ بھی چلا جاتا۔ افسوس میری تقدیر دیکھین کیا رنگ دکھاتی ہے۔ ابّاجان کے دم تک سب کچھ ہی بعد اُنکے میرا کون ہین۔ کون میری خبرگیری کریگا ہائے اللہ مین کیا کرونگی۔
یہ کہکے زہرہ پھوٹ پھوٹ رونے لگی۔ میریا نے اُسے سینے سے لگا لیا۔ اور چمکارنے لگی۔
زہرہ۔ (آنسو پونچھکر) بہن! وہ چلا بھی گیا۔ لو اب ذکر چھوڑو۔ یہ میری بیوقوفی تھی۔ ناحق اُسکے خیال سے جی کڑھایا۔ یہ کہکر وہ جھوٹی ہنسی ہنسنے لگی مگر آنکھون مین ابھی تک آنسو بھرے ہوے تھے۔ پھر ٹالنے کی غرض سے بولی
میریا بہن! ابھی تک دریا کی باڑھ تو نہ بھولی ہوگی۔ دیکھا تھا کیسا پانی چکر مار رہا تھا۔ اور کس زور کی آواز تھی۔
میریا۔ نہین زہرہ! عمر بھر نہ بھولونگی۔ دیکھنے سے خوف معلوم ہوتا تھا۔ سنو۔ اب بھی دریا کی آواز سُنائی دیتی ہے۔
زہرہ۔ یہان رہتے رہتے مساوات ہوگئی ہین تو ہول نہین سماتا بلکہ ایک قسم کا مزہ ملتا ہے۔ ہم اور اسد اکثر وہان جاکر ٹہلتے سیر دیکھا کرتے ہین۔ اکثر دریا کی طرح میری آنکھون سے آنسو ڈھلکنے لگتے ہین۔ جس روز رانا کا سردار اُس زخمی آدمی کو لایا تھا اسیطرح دریا چڑھا ہوا تھا۔ چونکہ اللہ یار تھا اُسکی مشکل آسان ہوگئی چنگا ہوگیا۔
میریا۔ زہرہ بہن۔ تم نے ابھی وعدہ کیا تھا اسکا ذکر نہ کرونگی۔
زہرہ۔ جب دریا چڑھتا ہے۔ مجھے خود بخود خیال آجاتا ہے۔ مگر وہ جلدی اپنے وطن کو چلدیگا۔

ادھر تو یہ باتیں ہو رہی تھیں ادھر عباس خان درویش سے باتیں کر رہا تھا۔ اُسنے کہا حضرت! مجھے شب کو الیاس خان دکھائی پڑتا ہے۔ درویش بھوتوں کی روحوں کو مانتا تھا۔ عباس خان کی بات کا یقین ہوگیا۔ اُسکے پاس زہرہ کے ہاتھ کے لکھے ہوے تعویز رکھے تھے۔ الماری کھولکر کاغذ کا پرچہ نکالا۔ جسپر سولہ خانے کھینچے ہوے تھے اور ہر ایک خانے مین کچھ عربی لکھی ہوئی تھی۔ پھر درویش نے خیال کیا۔ ممکن ہے زخم کا سبب بھی ہو پھر بھی وہ پرچہ عباس خان کے ہاتھ مین دیدیا اور کہا۔ حضرت سلیمان عم کا نام لیکر ہین باندھ لو۔ اس سے زخم کو بڑا فائدہ ہوگا۔ ذرا آگے کھسک آؤ۔ مین تمپر عمل پڑھ دون۔

عباس خان دوزانو ہوکر درویش کے سامنے بیٹھ گیا۔ درویش نے بڑی انگلی اور انگوٹھے سے عباس خان کی کنپٹی دبائی اور اسم پڑھنا شروع کیا۔ تلاوت کے کچھ کچھ الفاظ عباس خان کی سمجھ مین آتے تھے۔ شاید قرآن شریف کی آیتین ہونگی۔

جب درویش پڑھ چکا عباس خان کی طرف پھرا اور بولا۔

اگر پھر کچھ دکھلائی پڑے تو تم بیجاپور ہوتے پیر صاحب سے کل حال کہنا وہ با خدا شخص ہین جو جو بلیات ہونگی رفع ہوجائینگی۔ میری راے مین پادری صاحب کو بھی ہاتھ دکھلادو وہ کوئی دوا تجویز کر دینگے۔ سنتے ہین بڑے حاذق طبیب ہین۔

عباس خان۔ حضرت! مین تو تعویذ پہنے ہوں۔ فرنگی کی دوا کیونکر کھاؤن۔

درویش۔ دوا خدا کی بنائی ہوئی ہے۔ فرنگی بھی تو اُسی کے پیدا کردہ ہین۔ حضرت مسیح کی اُمت ہین اُنکو ہمارے دین کی خبر نہین۔ گو ہم لوگون کے بعد دنیا مین آئے ہین۔ تاہم اُنکے مذہب کی عظمت ہمین بھی ماننا چاہیے۔ پادری بہت خوب آدمی ہے۔ ہندو مسلمان سب اُسکی تعریف کرتے ہین۔ بیشک اُنکی دوا تمھین سودمند ہوگی۔ بلاخوف و اندیشہ اُسے استعمال کرو کہو تو مین ابھی بلالون۔ مگر اسوقت تمھاری نبض کچھ تیز ہوگئی ہے بہتر ہے کل سے پادری کا علاج شروع کرو۔ آج اس تعویذ کا اثر دیکھ لو۔

عباس خان۔ (ادب کے ساتھ) حضرت! مجھے ابتک یہ بھی معلوم نہ تھا آپ مہربانیان مجھ ناچیز پر کیون ہو رہی ہین۔ مین نے سلوک بھی آپکے ساتھ نہین کیا۔ اگر مجھ سے یا مجھ والد (حمید خان) سے آپکا کوئی کام نکل سکے تو فرمائیے کبھی عذر نہوگا۔ بندہ آپکا وزیر زادی کی بیوی کا از حد مشکور ہے۔ جسنے میری تیمارداری مین رات کی نیند حرام کر دی۔

درویش - تم نے زہرہ کو کہا۔ اُسنے صرف اپنا فرض ادا کیا ہے۔ اُسے تم بھول جاؤ۔ اور یہ تمھارا سوال ہے کہ میں کون ہوں۔ میرا نام کیا ہے۔ اگر تم وعدہ کرو تو کہوں۔ چونکہ تم حمید خان کے بھتیجے ہو۔ یقین ہے تم کسی سے نہ کہو گے اور بہادر ہو گے۔ میں نے اپنا حال آجتک کسی سے نہیں کہا بیجاپور میں بھی لوگ بوڑھے سید کو بھول گئے۔ مجھے اپنی تو کوئی فکر نہیں۔ صرف زہرہ کا خیال ہے۔ اگر میں مر گیا تو کون اُسکی خبر گیری کریگا۔ وہ غریب اکیلی کہاں رہے گی۔

عباس - (درویش کے قدموں کو چھو کر) ان قدموں کی قسم کھا کر عہد کرتا ہوں کہ یہ راز کسی پر افشا نہ ہو سکے گا آپ مجھے اپنا لڑکا تصور کریں۔ اللہ کے سامنے میں سچا رہونگا۔

درویش - اچھا سنو کبھی تم نے سید احمد علی کا نام سُنا ہے۔

عباس خان - ہاں بابا یا بابا سے سُنا ہے۔ لوگ کہا کرتے ہیں۔ وہ بہت بڑا حکیم تھا۔ نسخے اب تک مشہور ہیں لیکن اُسے مرے بہت دن ہوئے۔ کیا وہ آپ کا رشتہ دار تھا۔

درویش - سید احمد علی میرا ہی نام ہے۔

عباس خان - (کسیقدر افسردگی سے) پھر آپ یہاں کیوں رہتے ہیں۔؟

درویش - (ایک سرد آہ کھینچکر) میں یہاں اس لیے ہوں کہ لوگ مجھے بھول گئے ہیں۔ میرے تمام ہمعصر مر گئے۔ یا کہیں چلے گئے ہیں۔ جو زندہ ہیں وہ مجھے بھول گئے نئے پیدا ہونے والے مجھے کیا جانیں۔ سنو بچپن میں اپنے مرحوم والد کے ساتھ جو ابراہیم عادل شاہ کے دربار کے ایک مصاحب تھے۔ مکہ معظمہ گیا تھا۔ ہمارا خاندان یوسف عادل شاہ کے وقت سے امراؤں میں داخل ہے۔ میرے والد [illegible] جدہ میں فوت ہو گئے۔ چونکہ میرے پاس لاانتہا دولت تھی۔ میں نے دنیا میں سیاحی کا ارادہ کر لیا۔ اوائل عمر سے مجھے کتابیں دیکھنے کا شوق تھا۔ مجھے سپاہی ہونا پسند نہ تھا بلکہ حکیم بننے کا سودا سمایا ہوا تھا۔ میں عرب سے قاہرہ چلا گیا وہاں جا کر عربی میں مہارت حاصل کی۔ قسطنطنیہ میں ترکی کی سیر کی۔ وہاں بڑے علماء و فضلا کی زیارت سے مشرف ہوا۔ وہاں سے ہسپانیہ گیا۔ یہاں چند مسلمان رہتے تھے۔ ہسپانیہ میں میں نے ایک خوبصورت عورت سے نکاح کیا اور ساتھ لیکر بیجاپور پلٹ آیا۔ ابراہیم عادل شاہ نے

میری بڑی بیحد قدر و منزلت کی۔ بیجاپور کے نزدیک المیلا کی جاگیر میرے نام کردی عام لوگوں
میں میرا نام اسد المیلا مشہور ہوا۔ پھر بادشاہ نے مجھے اپنے ہمراہ رکھا۔ میں حکمت کے سوا
مہم سلطنت کا کام بھی انجام دینے لگا۔ اکثر میدان جنگ میں بھی جانے کا اتفاق
ہوا ہے۔ اسیطرح دن بدن میرا منصب بڑھتا گیا۔ دولت ترقی کرتی رہی۔ خدا جانے
میرے کبر و نخوت کے سبب یا عبادت الٰہی میں رخنہ پڑجانے کی وجہ سے قہر ربانی
نازل ہوا۔ دولت کھسکنے لگی۔ شاہی وقار گھٹنے لگا۔ عزیز بیگانہ [illegible] ہوگئی۔ اس
ذلت کے لیے بڑے بڑے فتور اٹھ کھڑے ہوئے۔ تم نے جور و ستم کی کیفیت سنی ہوگی۔
اسنے بڑے بڑے حکیموں کو جنسے معالجہ میں قاصر رہے جلاوطن کر دیا تھا۔ بڑے بڑے
افسر اسکے مظالم سے کانپ کر نوکری چھوڑ بھاگے۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ جو شخص ظلم کی راہ
پر نہ چلے بد پرہیزی کا عادی ہو کہیں صحت پا سکتا ہے۔ کبھی دوا کارگر نہیں ہو سکتی۔ بادشاہ
شراب کا بندہ ہو رہا تھا۔ شب و روز جام و صبوحی سے شوق رہتا۔ کاروبار
سلطنت ابتر ہونے لگے۔ میں نے دیکھا آجکل یہاں سے ہٹ جانا ہی اچھا ہے اپنے
علاقہ کے کام کے بہانے سے چند روز کی رخصت لے لی۔ بادشاہ نے بھی بخوشی
اجازت دیدی اپنے غیر حاضر رہنے تک کی دوائیں بادشاہ کو دیتا گیا۔ اور خیال
کیا شاہی مزاج اس عرصے میں راستی پر آجائیگا۔ افسوس میرا گمان غلط نکلا میں
مشکل سے مکان پہونچا ہونگا کہ خبریں آنے لگی۔ بادشاہ کا مزاج پیشتر سے زیادہ
خراب ہوگیا ہے اکثر حکیموں کو فیل سے پامال کرادیا ہے میری بھی فکر میں ہے
اگر اسوقت میں بھاگنا چاہتا تو آسانی سے بھاگ سکتا تھا۔ مگر مجھے خیال گذرا جس
ریاست میں جاؤنگا اس سے جنگ ہوگی اور ہزاروں بندگان خدا تہ تیغ اجل
ہو جائیں گے۔ غضب کی خونریزی ہوگی۔ آخرکار اس فیصلے کے لیے مجھے
مہلت نہ ملی۔ آیا بھاگ جاؤں یا بادشاہ سے ملاقات کروں دوسرے روز
فوج کا ایک دستہ اور دو خواجہ سرا گرفتاری کے لیے مکان پر آگئے۔ اور بیوی
بال بچوں سے چھڑا کر لے چلے۔ امید ہوگئی کشتی حیات غرق ہو چکی ہے جاتے ہی
قتل کر دیا جاؤنگا۔ خیر جب میں پہونچا شاہی مزاج کسیقدر درست ہوگیا۔ اگلی سی
برہمی نہ تھی۔ غرضکہ وہ بڑی محبت سے پیش آیا۔ اور کہنے لگا۔

مدت سے تمھاری صورت نہین دکھائی دی - مجھے صرف تمھاری ذات پر اعتبار ہے
اور جتنے ہین سب نمک حرام سب میری جان کے دشمن - زہر دینے کی فکر مین ہین شاہزادہ
میر اعلی کشور خان اور سکندر خان وغیرہ سے سازش کر رہا ہے اور چاہتا ہے کہ تخت
چھین لون کسی طرح چین نہین پاتا - طبیعت بیکل رہتی ہے - جب تمھین دیکھ
لیتا ہون کچھ تسکین ہوجاتی ہے مجھے لوگون نے ورغلایا تم بھاگ گئے
اس خبر سے کو غضب میں الجھن پیدا ہوگئی - مگر دل کہتا تھا وہ اپنا سچا مونس ہے
کبھی غرض نہ ہوگا - خیر مین نے تمھین بلانے کے لیے جلوس بھیجا - ایک خط بھی
دیدیا - تمہین تحریر پہنچا - سید احمد خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو مجھ سے کیون غرض ہوگئے
مجھے مریض ... دکھائی میرا علاج کرو -
یہ کہکر بادشاہ نے اپنا سر میری گود مین ڈالدیا - الغرض جسقدر بہل سمایا ہوا تھا جاتا رہا
مگر قلب کی بیقراری ختم کبھی نہوئی یہ چار دن بعد مین نے اپنی بی بی کو بلا بھیجا اب
گیا تھا - چارون طرف سے روپیون کی بارش ہونے لگی - بادشاہ کو دن بدن
صحت ہوتی گئی - روزانہ خلعت فاخرہ سے ملبوس ہونے لگا - انعام واکرام سے
گھر پٹ گیا - جاگیر عطا ہوئی - بڑے بڑے اہل دول اور ذی مقدرت اصحاب
مین عزت بڑھ گئی - میرا پاس بیٹھ جانا ہی فخر سمجھنے لگے - غرض قسمت نے وہ
دن دکھایا اب یہ دن دیکھ رہا ہون - خدا کی مرضی مین کسی کو دخل ہے - کون اسکے
حکم کو ٹال سکتا ہے - جسطرح انسان یکایک مرجاتا ہے - اسی طرح مین بھی مرا
لیکن میری زندگی ختم نہوئی -

ایک دن علی الصباح نماز کے وقت ایک خواجہ سرا محل سے آیا اور کہنے لگا -
اسوقت بادشاہ کی طبیعت بہت خراب ہوگئی ہے حضور آپ کو یاد فرما رہے ہین ہم
جیسا شب کو مین نے اسے اچھی طرح چھوڑا تھا - سخت تعجب ہوا کیا معاملہ ہے - شاید بادشاہ
کا وقت آگیا ہے اور وہ مرجائیگا -

خیر مین خواجہ سرا کے ہمراہ محل مین پہنچا - دیکھا کہرام مچا ہوا ہے - مین نے
استقلال سے کام لیا کسی سے کچھ بازپرس نہ کی - سیدھا شاہی آرام کمرے مین
مین آیا - ایک خواجہ سرا دروازے پر ٹہل رہا تھا - وہ مجھے الگ لیگیا اور چپکے سے

کہا۔ ذرا خبرداری سے جائیگا۔ کل شب کو جہان پناہ نے دو تین جام تند شراب کے
چڑھالئے ہین۔ اُسوقت سے طبیعت بگڑ گئی ہے۔ مزاج درہم برہم ہے۔ جو سامنے
جاتا ہے پھاڑ کھاتے ہین۔ مین نے خواجہ سرا کی بات کو اَن سُنی کردی۔ اور سپاہی
سے دروازہ کا پردہ ہٹا کر اندر پہنچا۔ مین نے سُنا بادشاہ میرا نام لے کر پکار رہا ہے
مین نے دور سے کھڑے ہوکر جواب دیا۔ خانہ زاد حاضر ہے۔ کچھ خوف نہ کیجیے
جب مین اُسکے پاس گیا۔ عجب شگوفہ دیکھا۔ برہنہ فرش پر لیٹا ہوا ہے۔ میری صورت
دیکھتے ہی بول اٹھا۔

او دھوکے باز! تو نے مجھے شیطانی ارادون کے حوالے کردیا۔ اگر تو نے مجھے
اُس سے چھڑا لیگا تو خیر۔ ورنہ تیرا سر کاٹ کر پھینکدیا جائیگا۔
یہ کہکر اُسنے میرا گلا دبانا شروع کیا۔ چونکہ مین کمزور تھا اُس موذی کے چنگل سے
نکلنا مشکل ہوگیا۔ مین چیخ اُٹھا۔ کاش میری مدد کے لیے کوئی شخص آجائے۔ خواجہ سرا
میری چیخ پکار سنکے دروازے پر کھڑے ہوگئے۔ اندر آنے کی جرأت
کسی مین نہ تھی۔ بادشاہ نے آواز دی۔
کوئی حاضر ہے۔ اس نا شدنی کی آنکھین نکلوا ڈالو۔ اور اسے جلدرنگ کے
قلعے مین بھیجدو۔ تاکہ وہین تڑپ تڑپ کے مرجائے۔ دنیا مین اسکا نام و نشان باقی
نہ رہے۔
یہ کہکر وہ پھر فرش پر گر پڑا۔ خواجہ سراؤن نے لپک کر میری گردن دبالی اور تلوار کی
نوک سے میری آنکھین نکال لین۔ اور باقی مجھے سب پکڑے رہے۔ جب کام ہوگیا
خواجہ سراؤن نے بادشاہ سے کہا کہ حکم کی تعمیل ہوگئی۔ وہ فوراً مجھے باہر لے گئے اور ایک
کوٹھری مین بند کردیا۔
معلوم نہین کس خدا کے بندے نے رحم کھا کر میری آنکھون پر پٹیان باندھدین
اور ایک کٹورا پانی پلایا۔ اتنی ہی دیر مین یہان سے مجھے بھیجنے کی تیاری ہوگئی اور رات
ہوتے ہی ادھر روانہ کردیا۔ سفر کا حال معلوم نہین۔ لیکن بہتے پانی کی آواز سنی تو مجھ سے
کہا گیا جلدرنگ آگیا ہے۔ قیدی تو یہان کے جیل مین رکھا جائیگا۔
مجھے یہ نہ معلوم ہوا میرے بال بچون کی کیا حالت ہوئی۔ الغرض زخم بھر گئے

دردو جاتا رہا۔ مگر دنیا ہمیشہ کے لیے تاریک ہو گئی۔

بادشاہ کی وفات کے بعد جب شاہزادہ عادل شاہ تخت نشین ہوا اُسنے میرے بال بچون کو میرے پاس بھیجدیا۔ اور معلوم ہوا میری جائداد و سامان سب ضبط ہو گئے بی بی نے کچھ زر نقد چھپا لیا تھا ساتھ لیتی آئی تھی۔ عادل شاہ اور میر منشی کے پاس مین نے سیکڑون عرضیان بھیجین ہر ایک دوستون کو لکھا بادشاہ سے میری سفارش کریں مگر سب مطلب کے آشنا تھے کسی نے کچھ شنوائی نہ کی۔ آخر کار یہان کے قلعدار عظیم خان نے جو ایک لائق شخص تھا کہا کہ

شاہ کا حکم ہے درخواست نہ کی جاوے اور صبر کے ساتھ خدا کی مرضی پر شاکر رہو۔

مین نے قصد کیا کہ سید کے مزار کے پاس جو سامنے کے درختون مین ہے اپنے لیے ایک جھونپڑا بناؤن اور مجاور بنجاؤن۔ چونکہ میرے اس ارادے مین کوئی ہارج نہ ہوا اسلیے جو کچھ نقدی میری بی بی لائی تھی مکان بنوانے مین صرف کردی۔ اور مزار کی خدمت مین نے اپنے ذمہ لی۔

الغرض مریض میرے پاس آنے لگے اور ہر مرض کی دوا شروع کردی۔ کچھ عرصے کے بعد میری بی بی نے انتقال کیا۔ اور میرا لڑکا اکیلے رہتے رہتے تنگ آگیا۔ چونکہ نوجوان تھا اسلیے بیجاپور کے سوار دل مین بھرتی ہو گیا اور جلدی ہی اسکا عہدہ بڑھ گیا مدت مدید بعد وہ اپنی بی بی کو لیکر مجھ سے ملنے آیا وہ حاملہ تھی۔ ساتھ واپس نہ جاسکی چلتے وقت وہ میرے ہی پاس چھوڑ گیا۔ اُسنے مجھ سے یہ بھی کہا کہ مین نے افسر سے آپ کے لیے بہت کچھ سفارش کی ہے کہ آپ اس قید سے رہا ہو جائین۔

مگر کوشش کارگر نہ ہوئی۔ کچھ دنون کے بعد مین نے سنا میرا لڑکا جنگ مین کام آگیا ہے اور اسکی بیوی ایک لڑکی زہرہ چھوڑ کر اپنے شوہر کے غم مین عالم بقا کو کوچ کر گئی ہے۔ خیر میرے پاس یتیم لڑکی زہرہ پرورش پانے لگی اور مجھ اندھے کی بڑھاپے کی لاٹھی ہے مجھے یہان رہتے چالیس برس گذر گئے ہین۔

عباس خان۔ یقیناً ابھی تک سلطنت مین انصاف کا خون نہین ہوا ہے گو اس بات کو ایک زمانہ گذر گیا ہے لیکن اب بھی اُن دوستون مین کوئی نہ کوئی

زندہ ہے بلکہ چاند سلطانہ ضرور اس معاملے میں حصہ لیگی۔ وہ ہمیشہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے۔ مادرانہ برتاؤ میرے ساتھ کرتی رہتی ہیں۔ میرے چچا حمید خان نے عین الملک باغی کو زیر کرکے میدان میں قتل کیا ہے اُسپر بھی ملکہ کی نظر عنایت ہے میرا دل بول رہا ہے مایوس نہ ہو ایک نہ ایک دن پھر راحت نصیب ہوگی۔

درویش۔ مجھے اپنی فنا کبھی فکر نہیں جس شے کی ضرورت رہتی ہے موجود ہوگی مگر مجھے زہرہ کا خیال ہے۔ اب یہ جوان ہوئی جاتی ہے اسکا کون خبر گیران ہوگا۔ کون بات پوچھیگا۔ غریب اور بیکس کی کون سنتا ہے۔ اب وہ ماشاء اللہ تیرہ برس کی ہے مگر چار دن طرف کھیلتی پھرے ابھی تک وہ بے پروا پھرتی ہے دنیا کی برائیوں کی ہوا بھی نہیں پہنچی پھر بھی آبرو کا پاس ضرور ہے۔ عباس خان تم مجھ سے وعدہ کرو تمھارے دادا سے اور مجھ سے بڑی رسم تھی۔ اسی لیے خدا نے تمھیں یہاں بھیجا ہے۔ میری وفات کے بعد زہرہ کو ہر طرح کی بدنامی سے بچانا تمھارے ذمہ ہے اسکی زندگی کا بار تمھاری گردن پر ہے۔

عباس خان۔ ابا جان اگر میں حضور کے حکم کی تعمیل نہ کروں تو سمجھیے گا عباس کم اصل ہے۔ زہرہ کو بلوائیے میں خود اُس سے کہدوں کہ عباس تمھارا بھائی ہے۔

درویش۔ نہیں اُسکے بلانے کی ضرورت کیا ہے۔ اُس سے اس معاملہ میں گفتگو میں خود جو مناسب سمجھونگا کہونگا۔ وہ تمھارے وعدہ پر پورا اطمینان کریگی۔ اب تم جاؤ۔ رات زیادہ آگئی ہے اور راستہ صاف نہیں۔ شب بھر آرام سے سونا صبح پادری صاحب تمھیں دیکھینگے۔ اسکے علاوہ کوئی خوف نہ کرو تعویذ اپنا اچھا اثر کریگا۔

اسکے بعد بہت دنوں تک کوئی بات لکھنے کے لائق نہیں ہوئی۔ عباس خان مرزا کی روز خدمت کرتا رہا۔ پادری صاحب اپنے ترجمہ میں مشغول رہے۔ کبھی مریض کی دیکھ بھال بھی کر لیا کرتے۔ پادری کو عباس خان سے انس ہو گیا۔ کیونکہ وہ قاعدہ دان اور نیک شخص تھا۔ انھیں قلعہ والوں کی طرح جھوٹ بولنے اور عیاشی کی عادت نہ تھی۔ اگر بیجاپور سے عباس خان کے خطوں کا جواب آگیا ہوتا اور پادری صاحب نے اُسکے زخموں کو سفر کرنے کے لائق بنا دیا ہوتا تو وہ کب کا

چلدیا ہوتا۔ اب اوسے الیاس خان کا بھوت کبھی نہ دکھلائی پڑتا تھا۔ اسکی خواہش یہی تھی
کہ دار الخلافت مین جاکر اپنے دوستون سے ملے میدان جنگ مین جاکر دشمنون پر ہاتھ صاف
کرے ایک اور شگوفہ نکلنے والا تھا جسے وہ سمجھتا تھا معاملہ رفت گذشت ہوگیا یعنی بچپن مین اسکی منگنی
ہوگئی تھی۔ اسے شادی کرنا منظور نہ تھی جسکا بیان ہم آگے چلکر کرینگے۔

اس بات مین تو کسی کو مطلق شبہ نہین ہے کہ میریا اور زہرہ مین گہرے تعلقات بڑھگئے
ہین دونون منہ بولی بہن بن چکی ہین۔ میریا کا وقت اس بیہڑ مقام مین مزے سے کٹتا تھا۔ وہ
اپنے بھائی کے ترجمون کی نقل کرتی تھی۔ کشیدہ کاڑھتی تھی۔ اُسے جو کچھ آتا تھا زہرہ کو شوق سے
سکھلاتی تھی اپنی لکھی ہوئی کتابون مین ضرورت کے موافق تصویرین بھی کھینچتی تھی۔ زہرہ کو میریا
کا گانا بہت پسند تھا صبح شام کو پادری صاحب و میریا نماز سے فارغ ہوتے تو گانے گاتے
بڈھا سید بھی نہایت شوق سے سنتا۔ اور زہرہ تو بہت ہی خوش ہوتی۔ اکثر میریا ستار بجاکر اپنے
ملک کے گیت گایا کرتی اور زہرہ اپنی طباعی سے میریا کے گلے کا چربہ اُتار لیا کرتی۔ میریا
کو زہرہ کے گانے پر تعجب ہوتا۔

اتنے دنون مین اکثر ڈنگل سے چٹھیان آئین جنہین پادری کو لکھا تھا صبر کرو۔ اسکے ساتھ
ہی نواب ڈنگل کے بھیجے میریا کو ٹوکرون مین مٹھائی اور آم بھیجے تھے۔ بڈھا ڈیکن بھی ایلیڈا
سے ملنے آیا اور بڈھے ڈنگی کا حال بیان کیا کہ وہ اب بڑی حالت مین ہے۔ رات دن شراب
پیتے پیتے بیہوش رہتا ہے کام کچھ بھی نہین کرتا باغ وغیرہ کا برا حال ہے۔ آم جو آئے تھے وہ
خوش ذائقہ تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح ایک ماہ منقضی ہوگیا۔ آندھی بار بار آئی اور اُٹھ گئی۔ مگر میریا نے
قلعے سے نیچے اُترکر کہین جانے کا ارادہ کبھی نہ کیا۔ اسے عیسٰی کا جب خیال آتا وہ جلا ڈالتی
اور زیادہ تر اسے خوف قلعدار عثمان بیگ کا تھا۔ اسکی بدنظری اور اسکی حرکت و اطوار کا
خیال آجاتا تھا۔ باغ کی درستی۔ چمنون کی آراستگی۔ انگور کی بیل کی بے تکلفی کاٹ چھانٹ
مین وقت صرف کردیتی تھی۔

عباس خان اور قلعدار عثمان بیگ ایک ہفتہ سے زیادہ ہوچکا ہے کہین سیر سپاٹے
کو نہین گئے صرف ایکدفعہ دریا کے کنارے پہاڑی کے شکار کو گئے تھے۔ عباس خان
انگلستان مالکر جس سے ملنے کی اسے از حد تمنا تھی آکر جیب مین بچا لیکر بھاگ لیا۔ تم

سید کی حفاظت کرنا۔ اور اگر وہ مرجائے تو زہرہ کی دیکھ بھال کرنا اور مجھے اس بات کی
خبر دینا۔ عباس خان کو رانگا سے زیادہ اس معاملے مین کسی کا اعتبار نہ تھا کیونکہ اوسکا
گھر قلعے سے کچھ ہی دور پر تھا۔ اسکے علاوہ اُسکے ذات کے لوگ قلعے مین ملازم تھے۔
ان باتون سے عباس خان اور رانگا مین محبت ہوگئی۔ دونون کو ایک دوسرے پر اعتبار
ہوگیا۔ دونون قول کے دھنی تھے۔ عباس خان نے جو کہا رانگا نے صدق دل سے
وعدہ کرلیا۔

رانگا سید کو بچپن سے جانتا تھا اور اُسکی بڑی عزت کرتا تھا جس دن سے زہرہ نے اُسکے
ولی نعمت (عباس خان) کی تیمارداری مین جان لڑادی تھی اُسی دن سے رانگا زہرہ کا غلام
بن گیا تھا۔ اسی لیے اُسنے وعدہ کیا کہ مین زہرہ کی خبرداری کرونگا۔ اُسکا بال بیکا نہونے
دونگا اگر سید مرجائے گا تو زہرہ کو اسی وقت گھر سے لیجاؤنگا اور جب حکم ہوگا بیجاپور پہنچادونگا
اسی سلسلے مین اُسنے کہا۔ میان ڈرو نہین۔ کچھ فکر نہین ہے۔ مین قلعہ اور سید کے
گھر کی پورے طور سے خبرداری کرونگا۔ قلعے کی بات اُسنے اس لیے کہی۔ اوسے
قلعدار کی بدچلنی کی خوب خبر تھی۔ اور شبہ تھا اگر زہرہ بے سر کی رہے گی تو ضرور
عثمان بیگ گڑبڑ کریگا۔

آخر جدائی کا دن آہی گیا۔ نواب مدگل کے کئی خط آئے پادری المیڈا۔ عثمان بیگ
اور عباس خان ملکہ چاند سلطانہ تم کو دیکھنا چاہتی ہین۔ تم بلا اندیشہ حاضر دربار ہوجاؤ
گورنمنٹ پرتگال اور عادل شاہی حکومت مین کچھ ایسے کام ہین جنکے انصرام کے
لیے تمھارا حاضر ہونا شرط ہے۔ دو چار روز مین تمھارے لینے کو جاسوس روانہ ہونگے
جب تک آپ سفر کی طیاری کر رکھیے۔ مجھے تم سے جدا ہونے کا ازحد قلق ہے۔
مگر ملکہ عالم کے حکم مین کوئی دخل نہین دے سکتا۔ مجھے امید ہے تم بہت جلد وہان سے
پلٹ کر مجھ سے ملاقات کروگے۔ یہان لوگ تمھارے مشتاق ہو رہے ہین۔ بیگم صاحبہ
تمھاری بہن کو سلام کہتی ہین اور دعا دیتی ہین۔

پادری صاحب خط لیے ہوئے قلعہ مین گئے۔ عباس خان خوشی کیساتھ بیٹھا ہوا تھا
اُسے زیادہ تر اس بات کی مسرت تھی کہ وہ عنقریب بیجاپور راہی ہونے والا ہے
اور اسکے لیے ملکہ نے خاص اپنے ہاتھ سے خط لکھا تھا۔

عباس خان کا چچا حمید خان گوا کی لڑائی سے واپس نہیں آیا تھا - مگر واپسی کی جلد تھی - پادری انمیڈا کو خوف تھا اسلیئے عباس خان کا ساتھ اُسکے لیے بہت غنیمت تھا
عباس خان نے پادری سے کہا -

میرے بھائی قلعدار کے پاس بھی حکم آیا ہے کہ آپ کو بھیجدیں قلعدار تنہا رہ جائیں گے اسکا مجھے ملال ہے - لیکن میں تو اس جلنا سے نکلنے پر بہت خوش ہوں - ہاں مجھے اپنے مہربان بڈھے سید اور زہرہ سے جدا ہوجانے کا افسوس ہے - انھیں خدا کے سپرد کرتا ہوں اور کوشش کرکے جلد انکی بہتری کی فکر کرونگا - آپ سید صاحب کہدیں میں روانگی سے قبل نیاز حاصل کرونگا -

زہرہ کے غم کی حد نہ تھی - جیسے میرا آئی اوسے نئی دنیا دکھائی دینے لگی - اب اس خوشی کا خاتمہ ہے - کون باتیں اور ناز اٹھائیگا - کون اُسکے ساتھ جائیگا - کون اچھی صلاح دیگا میرا کی محبت بھری باتوں نے زہرہ کے دل پر اثر کیا تھا - میرا کے جانے کی خبر سنکر وہ غم کی پتلی بن گئی تھی - کسی طرح چین نہ پڑتا تھا - اُسنے میرا سے کہا -

بہن اب تم جاتی ہو - مگر مجھے اطمینان ہے کہ بھولوگی - تم جب مُدگل کو جاؤگی مجھے ضرور بلاؤگی - بہن اگر انہیں بلاؤگی - جب ابا جان مرجائیں گے میں تمہارے پاس چلی آؤنگی - مجھے تو یقین نہیں ہے لیکن ابا کہتے ہیں خدا انہیں بھولتا -

جب عباس خان سید صاحب سے رخصت ہونے آیا - زہرہ نے اُسکی بات سُنی - عباس خان نے سید اور زہرہ کا شکریہ ادا کیا تھا اور کہتا تھا میں زہرہ کا از حد ممنون ہوں میں اسکا شکر گزار ہونگا - اُسنے یہ بھی دیکھا کہ عباس خان سید سے بغلگیر ہوتے وقت روتا جاتا تھا - جب وہ رخصت ہوا زہرہ اُسکا منہ تکتی تھی - زہرہ کو اس بات کی خوشی تھی کہ عباس خان اُسے بھولا نہیں ہے اور مصیبت کے وقت مدد کرنے کا وعدہ بھی کرتا ہے -

پیارے ناظرین ہم بخوف طوالت زہرہ اور عباس کی غم افزا داستان کے ذکر سے قطع نظر کرتے ہیں - اور اپنے قصہ کی طرف رجوع ہوتے ہیں - زہرہ میرا کے ساتھ دریا کے کنارے تک نہ گئی - بلکہ مکان کی چھت پر کھڑے کھڑے دیکھا کی جب تک وہ آنکھ سے اوجھل ہوگئی - میرا کی دی ہوئی چیزوں کو دیکھتی اور قلب کو تسکین دیتی

اُس پار کنارے پہ پادری اور میریا کو لینے کے لیے ہاتھی گھوڑے اور پالکیاں کھڑی ہیں زہرہ بے صبر نہو سکا۔ رونے لگی۔ اُسنے دیکھا میریا اور اُسکا بھائی المیڈا اور بڈھوں کے ساتھ ایک ڈونگی مین سوار ہوئے۔ عباس خان ساتھیوں کے ساتھ دوسری مین بیٹھے رانگا سردار اور اُسکے آدمی انتظام مین مصروف ہین۔

ملاحوں نے ڈانڈ چلانا شروع کیا۔ دیکھتے دیکھتے۔ ڈونگیاں ہوا ہو گئین اور کچھ دیر بعد سب پار اوتر گئے۔

عباس خان سمند تیز خرام پر سوار ہوا۔ پادری اور اُسکی بہن پالکیون مین بیٹھے۔ کل قافلے نے کوچ کر دیا۔ زہرہ نے جب تک اُس قافلے کی گرد دیکھی تاکتی رہی جب گرد بھی آنکھوں سے اوٹ ہو گئی وہ بادل دونیم کوٹھے سے اُتری اور اپنے باپ سے لپٹ کے گلے سے چمٹ کر خوب روئی۔

باب آٹھوان

ماما لطیفن کی سرگذشت

عثمان بیگ کے قلعہ مین اُن مہمانون کے چلے جانے سے اُداسی چھا گئی سب سے زیادہ رنج قلعدار عثمان بیگ کو ہوا۔ اسکا سبب تھا۔ چونکہ یہ ظالم عیاش طبیعت اور فضول خرچ تھا اسلیے اسکے دلچسپی کے سامان جاتے رہے۔ تنہائی اُسکی زندگی وبال ہو گئی۔ جادو گر کالے پانی سے کم نہ تھا قرب وجوار کے بڑے بڑے مقتدر زمیندار اور عالی مرتبہ زمیندار اسکے افعال شنیعہ کے تذکرے سن سنکر کھٹک گئے تھے۔ اسکی شیخی اور چال چلن سے نفرت کرتے تھے اور اسکی باتون سے کوئی دلچسپی لیتا تھا۔ نہ اُسے ملاؤن کی قدر تھی اور نہ مسجدونکا احترام تھا۔ جب کوئی مولوی خداے پاک کے جلال کا ذکر کرتا یا قرآنی آیتین سناتا یہ پھاڑ کھاتا۔ جتنے مولوی ملا تھے اسکی بے ادبی پر دل ہی دلمین گالیاں دیتے اور لعنت ملامت کرتے تھے۔ اور انھین عثمان بیگ کی ملاقات رنج کا سبب ہو جاتی تھی۔

ملاؤن کو بھی اس بد سرشت اور تارک مذہب شخص کی پروا نہ تھی۔ اس کے

پہلے جو شخص عثمان بیگ کے عہدہ پر ممتاز تھا - وہ دنیا ساز تھا - لوگون سے خلوص ملتا -
ہر ایک کی عزت و حرمت کرتا - اس لیے لوگ اوسے دل و جان سے چاہتے تھے جب
کوئی تہوار ہوتا قلعدار سابق لوگون کی دعوت کرتا - ملاؤن کی پانچون انگلیان گھی مین
ہوتین - لڑکے بالون کی تقریب مین خوب مال مارتے - انعام و اکرام سے گھر بھر جاتا
ملاؤن کی بیبیان بھی محل مین آتین اور ادھر اودھر کی گپ شپ سنا کر کچھ نہ کچھ
لے ہی جاتین -

لیکن اس زمانے مین ملاؤن کی قدر نہین - شرابخوری بڑھ گئی - شریعت کی پابندی
جاتی رہی - بیچارے ملا کی دال کیا گلتی - عثمان بیگ کی نہ بنی تھی - کون ملاون
کی بیبیون کی بھی قدر کرتا - عثمان بیگ کی دوست مین انگریزون کا حصہ تھا - بیچارے ملا کو کون
پوچھتا - اس کے علاوہ قلعدار کی چال چلن کے سبب کل عورتین ڈرتی تھین شریفون
کو اپنی عزت کا کھٹکا تھا - ایک گروہ خوار کی طوائفین بھی اسکے یہان ناچنے
گانے آتی تھین سب کو شک تھا قلعدار رند خراب ہے اور خدانخواستہ دنیا یا رحم
پر آگیا تو بیچارہ سوکھ جاتا رہیگا -

نواب عثمان بیگ کو ایک نئی آفت نے آگھیرا - عباس خان کے چلے جانے کے
کچھ دن بعد عثمان بیگ اپنے ساتھیون کے ساتھ مدگل کو گیا - وہان بھی اس نے
درشت روی اختیار کی - ذاتی لوگون کی گرم بازاری ہوئی - اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ وہانکا
نواب جو اسکا رشتہ دار اور پادری الفریڈ اور میرا یاد دست تھا اس سے بڑی تنگدلی
سے پیش آیا اور سوائے رسد کے جو ہر ایک مہمان کو دی جاتی تھی اور کچھ آؤ بھگت
نہ کی - بلکہ ملنا بھی چھوڑ دیا -

عثمان بیگ کو نواب مدگل کے اس برتاؤ سے کچھ بھی شرم ہوئی بلکہ اُسے ایک
نئی خواہش دامنگیر ہوئی اُسنے ارادہ کیا نواب مدگل کی بعصمت بیٹی کسی طرح گانٹھ
لی جائے - اور اسی مطلب سے ایک سوداگرائن کو بھیجا -

ماما ن لطیفن ایسے کامون مین بہت مشاق تھی - وہ سنارون سے طرح طرح
کے زیور اور بنگالی تاجرون سے عمدہ عمدہ ریشمی کپڑے لے کر محلات مین بیچنے کے
بہانے جایا کرتی - وہ اپنے اس پیشے کے وسیلے سے اپنے مطلب کی باتین کہہ جاتی

اور جوڑ توڑ لگائی تھی۔ رفتہ رفتہ اُسنے ایک روز نواب عثمان بیگ کی نسبت کا ذکر کیا بیگم صاحبہ نیم راضی بھی ہوگئیں۔ مگر دو ہی چار روز میں جب بیگم صاحبہ نے عثمان بیگ کی ناشائستہ حرکتوں کے قصے سُنے تو اُسنے بی لطیفن کو محل میں آنے سے روکدیا عثمان بیگ کو نواب نے لکھ بھیجا اب تمھارے یہاں رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم واپس جاؤ۔ عثمان بیگ اپنا سا منھ لے کر جلدرگ واپس آیا ماماں لطیفن کو بھی اپنے ساتھ لیتا آیا۔ اُسنے وعدہ کیا تھا شاید تمھارے لائق جلدرگ کے گردنواح میں دُلھن ملجائے۔

عثمان بیگ کی ناامیدی اور تکلیفوں کا پیالہ بھر گیا تھا۔ پہلے اوسے آس تھی کہ عین الملک اور نوجوان شاہزادے کی فتح ہوگی اسوقت اُسے دارالخلافت بیجاپور میں یا بیل گاؤں میں کسی جلیل عہدے پر سرفرازی ہوگی۔ اور اس لیے اُس نے مخفی طریقہ پر اپنے قلعے سے جو سرحدی جگہ پر ہونے سے بڑے کام کا تھا ذاتی مدد دینے اور جنگی سامان بہم پہونچانے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن عین الملک لڑائی میں مارا گیا اور اُسکا سر بہ نظر تخویف شہر پناہ کے پھاٹک پر لٹکوا دیا گیا۔ شاہزادہ اسمٰعیل [illegible] کردیا گیا تھا۔ اب عثمان بیگ کو اور بھی خوف غالب ہو گیا تھا عین الملک کے کاغذات میں اُسکے خطوط نہ پکڑ لیے گئے ہوں کیونکہ اون میں مدد کا وعدہ اور بغاوت کا ارادہ کھلے الفاظ میں لکھا ہوا تھا۔ اسکی بدنیتی کے کافی ثبوت تھے اسلیے عثمان بیگ کو بڑی گھبراہٹ تھی اور وہ چاہتا تھا کہ کسیطرح یہاں سے بھاگ کر دوسری ریاست میں ملازمت اختیار کرے۔ مغل فوج بھی دکھن ریاستوں پر بڑھتی آتی تھی۔ اس سے وہاں بھی روزگار کا ملنا ممکن ہے۔ انھیں وجوہ سے عثمان بیگ خود رفتہ ہوگیا تھا۔ بات بات پر نوکروں کو جھڑکیاں ملتی تھیں جتنے ملازم تھے سب عثمان بیگ سے خار کھاتے تھے۔

بڈھے درویش کو بھی آجکل مہمانوں کی جدائی شاق ہو رہی تھی۔ پادری صاحب اور درویش میں خوب باتیں ہوا کرتی تھیں۔ درویش کو پادری کے تجربوں سے بھی دلچسپی تھی۔ پادری صاحب اور میریا کے چلے جانے پر درویش کی دلچسپی کا مشغلہ جاتا رہا۔ سوائے خداے پاک کی حمد و مناجات پڑھنے اور مریضوں کی دیکھ بھال کے

دل بہلنے کا کوئی شغل ہی نہیں رہا۔

میرپا کی مفارقت زہرہ کے دل میں گراں ہو رہی تھی وہ ہر وقت بے چین رہتی تھی میرپا کے ساتھ رہنے سے زہرہ کے دل کا کنول کھلا ہوا تھا۔ میرپا چلی گئی اب اُسے بجز بیمارون کو دوا دینے مریضون کی تیمارداری کرنے یا فارسی کتب کا درس اسکے سوا اور کوئی شغل نہیں۔ وہ اپنی سہیلی کی دی ہوئی نشانی کو نکالتی اور دیکھتی پھر رکھ دیتی روزانہ میرپا کے سکھلائے ہوئے بہت نسخے بتاتی۔ مریضون سے میرپا کے اخلاق کی تعریف کرتی اور خوش ہوتی تھی۔

یہ اُسے قائم کر لینا غیرممکن تھا کہ میرپا اور زہرہ سے کب ملاقات ہوگی۔ شاید زندگی میں کسی وقت زہرہ جائے تو ہو سکے۔ میرپا تو پادری ڈوم ڈی کی زندگی میں موجود تھا۔ ایسا نہ ہو میرپا پھر دست درازی کرے۔ یہ خیال زہرہ کے قلب پر نشتر زن تھا۔

اسماعیل کا حال سنتے زہرہ دو بار اپنے مہربان احمد کے ساتھ قلعے کی فصیل پر سیر کر چکی تھی۔ اور وہیں تذکرہ بالا باتوں کو سوچا کرتی تھا۔ اُسکی نگاہ کے ساتھ وہ خیالی تصویر پیش تھا۔ جسدن جنتا مارا گیا اُسے عباس خان کی یاد آگئی۔ پھر کیا تھا جگر کا دامان پرزے پرزے ہوگیا سوز قلق سے دل و جگر کباب ہونے لگے۔ پرانی محبت عود کر آئی جس محبت کا یہ مطلب بھی نہ جانتی تھی۔ اُسے خیال آیا کس طرح عباس خان میرے پاس آیا۔ کسطرح میرپا نے نصیحت کی تھی کہ عباس خان کی یاد کو بھول جاؤ۔ دل سے دھیان ہٹا دو۔ جسکا جواب زہرہ نے سر ہلا اور آہ سرد بھر کے دیا تھا۔ پھر زہرہ کو وہ دن یاد آگیا جسدن اُسنے زخمی عباس خان کی خدمت کی تھی۔ لیکن یہ سب باتیں بے فائدہ تھیں۔ اُسکی ماں ہوتی یا کوئی رشتہ دار ہوتا تو زہرہ ان بیتی ہوئی باتوں کا ذکر کرکے دل کی بھڑاس نکال لیتی۔ افسوس وہ یہاں تنہا تھی کوئی ہمنوا ہمراز نہ تھا کس سے درد دل کی کیفیت کہے۔ آئندہ کی اُسے خبر نہ تھی کہ دبی ہوئی عشق کی چنگاری سلگ سلگ کر اندر ہی اندر خانۂ تن کو پھونک رہی ہے۔ ایسا نہ ہو کوئی تازہ گل کھل نہ اُٹھے

ماماں لطیفن کو جلد رخصت ملی واپس آئے ہوئے کئی روز گذر گئے۔ شاہان بیگ نے رہنے کیلیے ایک مکان دیدیا۔ گو ہر قسم کی آرام کی چیزیں مہیا کر دی گئیں تھیں مگر اُسے کچھ بھی دلچسپی نہ تھی۔ اسکی عمر پچاس سال کی تھی صورت بھی کچھ بری نہ تھی

بال کھچڑی اوسکی عمر کے مطابق تھے - سبز رنگ کا کلی دار پاجامہ سبز ہی رنگ کا
دوپٹہ پہنا کرتی تھی - پاؤن مین جوتی نہ تھی - کڑے چھڑے اور انگلیون مین چاندی
کے چھلے تھے - بائین بازو پہ بازو بند تھا جو عثمان بیگ نے ڈال دیا تھا
گلے مین طلائی طوق اور چاندی کی ہیکل تھی - ماما ان تکلفون اس رنج و غم سے بھی
تھی - معلوم ہوتا تھا کسی بڑے گھر کی ماما ان ہے -

ایک روز وہ اپنے دل مین کہنے لگی میری تمام عیش آرام کو برباد کر دیا - مجھے دونون
اور گھر بار سے چھوڑا کر یہان لا کے ڈال دیا - مین وہان نوجوان لڑکیون کو اُنکے ہونے
والے شوہرون کے بیان سنایا کرتی تھی - کسی سے کہتی تھی تیرے دولھا کی ایسی خوبصورت
آنکھین ہین - کسی کو بتاتی تھی کہ تجھے ایسا میان ملیگا کہ لوگ اوسکو دیکھتے رہ جائینگے
کسی کے لیے کسی کی چشم و ابرو کسی کے خد و خال کسی کے ناک نقشہ کی ایسی ان
الفاظ مین تعریف کر دیتی تھی کہ معصوم بچیان دن رات اُسکے گرد ہی گھیرے رہتی تھین اور
بڑی نوجوان لڑکیون سے وہ کچھ لے کر ہی مرتی تھی -

لطیفن کی قادسہ کا نام شیرینی تھا اوس سے کہنے لگی کیون لُوا اب مجھے کیا پڑی ہے
کیون نہ لڑکیون کا دل خوش کرون - میری بات سے جو وہ اندھے ہون - لونڈے
کانے لنگڑے ہون - امیر ہون یا فقیر تھے تو وہ بات کہنی چاہیے جو اُنکے پسند ہو
اور اپنی بھی مٹھی گرم ہو - جو کچھ اُنکی قسمت مین لکھا ہوگا وہ تو لازمی ہی ہوگا - بادی
مزاج والے کو بادی اور گرم مزاج والے کو گرم ہی ملیگا - مجھے کیا یہ تو شیخ ہون کا
کام ہے - اگر وہ غلطی کرین گے اپنا سر کھائین گے - مجھے تو اپنے ٹکے سے
کرنے سے مطلب - لیکن ہائے کس مزے سے زندگی کٹتی تھی - نگوڑی ہما کس
مین لگگئی -

شیرونی - ماما ابتم بڑی خوش قسمت ہو - آج تمھاری وہ عزت ہے کہ کسی کی ہو توسلے
جہان جاتی ہو قدم لیے جاتے ہین - لوگ جھک جھک کر سلام کرتے ہین -
اتنی مٹھائیان نذر کرتے ہین - مین اٹھاتے اٹھاتے تھک جاتی ہون - جب مین
تمھین پالکی مین سوار ہوتے دیکھتی ہون اور تم چاندی کی گڑگڑی مین دم لگاتی ہو
پان کھاتی ہو - اور لوگ اٹھاتے وقت خدا حافظ کہتے ہین میری خوشی کا ٹھکانا نہین

رہتا۔ تم پرانے زمانے کی ہو۔ غنیمت ہو۔ خدا تمھاری عمر دراز کرے۔ اُسوقت جب مین
تمھاری پالکی کے ساتھ دوڑتی ہون اور تمکو طلائی ورق کی گلوریان خاصدان سے نکال کر دیتی
ہون تو میری تقدیر کھل جاتی ہے۔ آہ! چنا مرتبہ مین بھی جانتی ہون۔ مین ہر معاملے مین کامیابی
کی دعا کرتی ہون۔

ماماان لطیفن۔ تمھین کہو شیر دلی! مین کبھی ناکامیاب ہوئی ہون۔ اس نگوڑے
نواب نے مجھسے کہا کہ نجم النسا سے بات پکی کرو۔ مین نے اُسوقت کہدیا تھا وہان فتح نہین
ملے گا۔ لیکن اُسنے نہ مانا اُسکے پاس بھیج ہی دیا۔ جس کے نام سے نحوست برستی ہے پھر دیکھو
وہی خشک جواب ملگیا۔ یہ مین ہی ہون بڑے بڑے گھرون مین کام کرتی ہون۔
یہ کہکر اُسنے ڈبیا سے ناس نکالی اور گہری چٹکی لی اور چڑھا گئی۔

شیر دلی۔ ماماان لطیفن! یہ تمھین کیا سوجھا جو تم یہان آگئین۔ مین نے تم سے
پہلے ہی کہدیا تھا یہان تو شاہی قیدی بھیجے جایا کرتے ہین اور وہ جنکا سر کاٹا جاتا ہے
خدا کے لیے یہ بتاؤ نواب کے لیے تم کہان سے بھتنی یا چڑیل لے آؤ گی۔

لطیفن۔ (ٹھنڈی سانس بھرکر) در حقیقت بڑی بیڈھب جگہ ہے۔ پتھرون کے
سوا یہان کیا دھرا ہے دریا شور مچا رہا ہے۔ کانون کے پردے اوڑائے دیتا ہے
روئی بھی کانون مین لگاؤ تب بھی آواز بند نہ ہو۔ چار قدم باہر جاؤ۔ تو جیتے کا تو اللہ ہو۔
لیکن اگر یہ پانچ سو روپیہ اور پان وپند نہ دیتا تو قیامت تک مین یہان نہ آتی۔ اب تو
آئی ہون۔ کیا کرون۔ تمنے بھی یہان کسی لڑکی کا حال سُنا ہے۔

شیر دلی۔ تمھارے سر کی قسم مین تو یہان کسی کا نام بھی نہین جانتی۔ تمام گاؤن چھان ڈالا
کونہ کونہ دیکھ ڈالا۔ کوئی لڑکی دسکھنے مین نہ آئی۔ یہان ایک لڑکی ملاکی ہے وہ بھی بد شکل
ہے اسکے علاوہ اُسکی منگنی بھی ہوگئی ہے۔ وہ جولاہون کی تین لڑکیان ہین ایک سات
برس کی ہے اسکے چہرے پر چیچک کے داغ ہین اور وہ بالکل معصوم چھ چھ برس کی۔
ایک برہمن کی لڑکی البتہ ہے وہ یہان لائی جاسکتی ہے اور اُسے کلمہ پڑھایا جا سکتا ہے
لیکن مین خیال کرتی ہون کہ نواب صاحب ایسا کرنے سے ڈرینگے۔

لطیفن۔ اے میرے اللہ مجھپر رحم کر۔ بس اور کچھ نہین شیر دلی! کوئی بھی طرح جاسے
نجات تو ملے۔ پھر نواب اگر ناخوش ہوکر مجھے نکال بھی دیگا تو کچھ پروا نہین بلکہ پر صاحب

کی نیا زندہ ہوا ہوں۔ کیا تم کو کامل یقین ہے کہ دریا کے اس پار کوئی بھی نہیں ہے۔ خدا کے لیے
ایسا نہ کہو۔

شیر دلی - سچ کہتی ہوں کوئی بھی نہیں۔ سب ہندو وہاں رہتے ہیں۔ کوسوں تک ایک
بھلا آدمی نظر نہیں آتا۔ ہاں خوب یاد آیا بڈھے سید کی ایک لڑکی ہے شاید کام چل جائے
اس کے حسن کی بڑی تعریف سنی ہے لوگ کہتے ہیں پری ہو تو ایسی ہو۔

لطیفن - (اپنے دل میں) وہ سیدانی یہ ترکمان آگ پانی کا ساتھ (ظاہر میں)
شیر دلی! اس کا نام کیا ہے -؟

شیر دلی - زہرہ -

لطیفن - کوئی بھی ایسا نہیں کر سکتا آگ اور پانی کا ساتھ کیسا۔

شیر دلی - تم تو اس شادی کو برا سمجھتی ہو۔ جب دونوں گھر میں ایک امیر ہے اور ایک فقیر
اگر اس سے کام نہ نکلا تو ہم دونوں اس قید سے باہر کیسے نکلیں گے۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکی
تم جانو۔ اور تمہارا کام جانے۔

چونکہ شیر دلی کا مقصد جلدی اسے یہاں ٹھہرانا گوارا تھا۔ تو یہاں بازار کی سیر کو چلی گئی
ادھر ادھر کی گپ اڑانے کا موقع یہاں تک تو اچھے ملتے ہی تھے۔

لطیفن نے سوچا۔ یہ بڈھا سید واقعی بڑا خرانٹ ہے۔ کیونکر اپنی لونڈیا حوالہ کرے گا
اگر منظور بھی کیا نواب فقیر سے رشتہ جوڑے گا۔ کیا فقیر کی لڑکی سے نکاح کرنا اپنی عزت میں
بٹہ لگانا نہیں۔ اور وا ہموں سے لطیفن کا سر گھومنے لگا کچھ دیر بعد کہہ پڑی۔

خیر میں تو کوشش کرتی ہوں۔ دیکھوں وہ کیا کہتا ہے۔ ممکن ہے نواب اس پر راضی ہو جائے
اور مجھے نکالے۔ یہی خدا سے میں بھی چاہتی ہوں۔ کسی طرح یہاں سے نکلنا ہی بہتر
مگر وہاں مجھے کچھ روپے بھی تو واپس دینے پڑیں گے۔ یہ بڑا بھاری خسارہ ہے کیونکر
اٹھا سکوں گی۔

شیر دلی - یہ بڑی مشکل ہے۔ پانچ سو روپے واپس کرنا بیوقوفی ہے۔ مال جوں کا
دولت ہاتھ سے کھوتا ہے۔ اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے کچھ نہیں ہوتا
نواب کے پاس جاؤ۔ اور وہ بھی تو اکیلے۔

لطیفن - (اپنی جگہ سے اٹھ کر) خیر چند دن بیوہ ہو کر رہوں گی۔ کسی کی قسمت کا لکھا کوئی

پلٹ نہیں سکتا۔ مگر میں کہتی ہوں آگ اور پانی کا میل کیا۔؟

شیر دولہن۔ (زہر دے کر) میں کہتی ہوں تم ابھی ابھی اٹھ جاؤ تو۔ ڈر لگی کیوں ہو۔ اور سوچنا ہے تو بیٹھی سوچا کرو۔

لطیفن بی بی اُداس آنسو پونچھتی ہوئی اٹھی اور چلدی۔ محل کے پھاٹک پر پہونچکر حبشی غلام سے خبر دلوائی۔ عثمان بیگ تکیے کے سہارے لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا دروازے کی محراب کی بغل سے پکار کر کہا۔

ماماں کیا خبر لائی ہو۔؟ اب تک کیا کرتی رہیں۔ میرے لیے کوئی بی بی تلاش کی۔ حالانکہ نواب نے یہ باتیں خوشی سے کہی تھیں۔ لیکن ماماں لطیفن اُسکی صورت سے خوف کھائی تھی۔ گویا اُسے معلوم ہوتا تھا جو دم نہ لاسکی۔ تو تلوار سے پرزے دریا میں پھینک دی جائیگی۔ لطیفن نواب کی باتوں سے کانپنے لگی۔

عثمان بیگ نے اُسے کانپتے ہوے دیکھکر کہا۔

ماماں لطیفن! کیا اسرد ہے۔ میرے پاس آ بیٹھو۔ کیا خبر ہے کہو۔؟

لطیفن۔ غریب پرور۔ کیا عرض کروں۔ کوئی خبر نہیں ہے۔ شیر دولی تمام ڈھونڈھ پھری۔ مگر آپکے لائق کوئی لڑکی دکھائی نہ دی۔ کوئی بھی ایسی نہیں جسکو لطیفن آپکے لائق سمجھے۔ اگر کوئی نیچ قوم کی بھی ہوتی تو میں خود جاکر انتظام کرلیتی۔ کوئی لنگڑی ہے۔ کوئی بدشکل۔ کوئی کچھ ہے۔ اور خاندان کا تو نام نشان نہیں۔ مسلمان تو یہاں صرف جولاہے رہتے ہیں۔ اسلئے میں حضور سے رخصت مانگنے آئی ہوں۔ مجھے سخت رنج ہے پر تقدیر سے لاچاری ہے۔

عثمان۔ (بگڑ کر) مکارہ! شتفل! تیرا فرقہ ہی دغاباز ہے۔ میں نے جو روپے دیے ہیں کہاں ہیں۔ لا ادھر لا۔ تجھے شیطان کی پھٹکار۔ لا روپے لا۔

لطیفن۔ روپے تو ڈولی میں حماقن کے پاس چھوڑ آئی ہوں۔ کسی کو میرے ساتھ بھیجیں وہ لے آئیگا (ذرا خوشامد سے) مگر حضور تو بڑے سخی ہیں۔ جو دیا سو دیا۔ بھلا کوئی دیکر لے لیتا ہے۔

عثمان۔ (دانت پیس کر) حرامخور کیوں جھوٹ بکتی ہے۔ دو سو گھر میں ڈھونڈھا۔ پھر تیرے گھر سے اور تو ڈاکر چھین لیتا ہوں۔ روپے پیٹ پھاڑ کر نکلوا لونگا۔ کیا مال مفت سمجھ لی ہے۔

لطیفن۔ (پاؤن پر گر کر گڑگڑاتی ہوئی) حضور! لونڈی سے ناراض نہون۔ اس جگہ حضور کے سوائے میرا اور کون ہے۔ آپ خفا ہوتے ہین میرا دم فنا ہوا جاتا ہی۔ ایک بات اور عرض کرنی ہی۔ حضور سنین تو کہون مگر مجھے خوف ہی حضور بگڑ جائین گے۔

عثمان۔ (دلجوئی کرتے ہوے) اچھا اوٹھو! مگر خدا کی قسم پھر دھوکا دینا چاہا تو جو مین کہہ چکا ہون کر بیٹھون گا۔ خدا گواہ ہی۔

ماما ن لطیفن پر جو بڑی سوار تھی اُسے یقین تھا عثمان بیگ سب کچھ کر سکتا ہی دیہات مین عثمان بیگ اور اُسکے خوشامدی حبشیون کی جور و تعدی لوگونکی زبان پر تھی شریفون نے اپنی بہو بیٹیان دریا پار بھیجدی تھین۔ اسلیئے لطیفن کو کچھ چارہ نہ تھا۔ یا تو وہ کچھ کرے یا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

لطیفن۔ (ہاتھ باندھکر) رحم کیجئے۔ خدا کے لیے رحم کیجیے۔ اے میرے اللہ! فقیر کی ایک پوتی ہی حضور! مجھے امید ہی ایک کم عزت لڑکی کا ذکر کرنے کی مجھے اجازت ملے گی اور مین معاف کی جاؤنگی۔

عثمان۔ (اپنے دلمین) وہی میری قسمت مین ہی تو لامحالہ اُس سے شادی کرنا پڑیگی یہ بتا۔ وہ خوبصورت ہی یا بدصورت کیا تو نے اُسے دیکھا ہے۔

لطیفن۔ حضور بندی نے اوسے دیکھا نہین۔ شیر و بی نے البتہ دیکھا ہی وہ کہتی ہی جب جوانی پر آئے گی ضرور خوبصورت ہو جائے گی۔ مگر ابھی تو بچہ ہی۔

عثمان۔ مین نے خود دیکھا ہے۔ بڑی قبول صورت ہی۔

لطیفن۔ لیکن حضور! میرے علم نجوم کے بموجب جسے مین نے ولی گیسو دراز کی دختر سے سیکھا ہے خدا انھین غریق رحمت کرے یہ شادی منحوس ہی کیونکہ حضور کا مزاج بلوی ہے اور اُسکا گرم اسلیے بہتر ہو اُسکا خیال چھوڑ دین۔

عثمان۔ چپ رہ کیون دماغ چاٹتی ہی کہا مین اُسکے فراق مین شب و روز جاتا نہین۔ خدا کی قسم وہ اور اوسکا دادا سید احمد دونون جادوگر ہین۔ اور اپنا عمل روزانہ مجھپر پڑھتے ہین۔

لطیفن۔ آپ نہین ڈرتے ہین بہت اچھا ہی۔ بندی نے اپنا حق ادا کردیا۔ آگے حضور کو اختیار ہے۔ خیر لونڈی جاکر سید سے ملے گی۔ عمدہ۔ دولت۔ زیور۔ عمدہ پوشاک

کا لالچ دلائیگی۔ اور کہے گی حضور عالی تمھاری چھوکری پر جان و دل سے فدا ہیں۔ ایسا کون ہے جو ان چیزوں سے انکار کریگا۔ اور پھر فقیر کی مجال ہی کیا جو حضور کے حکم سے سرتابی کرے۔ کیا میں جاؤں۔؟

عثمان۔ نہیں۔ اگر وہ ماہوش لڑکی میری قسمت میں ہے لامحالہ ملے گی۔ میں اسکا خود انتظام کرونگا۔ اسوقت تو جا جسوقت بلاؤں آنا۔

عثمان بیگ کچھ دیر کے لیے چپ رہا پھر خود بخود تیز آواز میں بکنے لگا۔ نطیفن کو کیا سوجھی کیوں میرے لیئے زہرہ کو تجویز کیا۔ وہ یہ بھی کہتی ہے کہ آپکے لائق نہیں۔ لیکن میں پھر بھی دیکھتا ہوں زہرہ میری قسمت میں ہے۔ ہائے زہرہ تو کیسی حسین مہ جبین ہے تجھے اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا مگر تو تو میری صورت سے نفرت کھاتی ہے بلکہ مجھے دیکھ کر کانپ جاتی ہے اگر میں سید سے کہوں تو بھی مشکل ہے۔ وہ پہلے ہی انکار کر چکا ہے کمبخت کہتا ہے سیدوں کی لڑکیاں ترکوں کے حرم میں داخل نہیں ہو سکتیں۔ مگر کچھ ہو زہرہ میری قسمت میں لکھی ہے اس لیے میں اُس سے ضرور نکاح کرونگا۔

یہ کہکر عثمان بیگ نے اپنے غلام جوہر کو آواز دی۔ کوئی حاضر ہے۔

دربان عبشی پر وہ کھسکا کر چھاتی پر ہاتھ رکھے کمرے میں داخل ہوا۔ اور پتھر کی مورت کی طرح کھڑا ہو رہا۔

عثمان۔ جوہر

جوہر۔ سرکار! غلام حاضر ہے۔

عثمان۔ (کچھ سوچکر کھنکھارکر) جوہر! تو زہرہ کو جانتا ہے۔

جوہر۔ اُس سید کی لڑکی کو کون نہیں جانتا۔

عثمان۔ کیا اب بھی بکریاں چرانے قلعے کے پیچھے آتی ہے۔

جوہر۔ حضور! روزانہ آتی ہے۔ ساتھ کوئی نہیں ہوتا۔ اور سرکار تابعدار سے وہ بڑی محبت کرتی ہے۔ اکثر اُسکو پھول پتیاں جب نہیں ملتیں میں توڑ دیتا ہوں۔

عثمان۔ جوہر! تو اُسے آج یہاں لے آنا۔ مجھے اُس سے کچھ پوچھنا ہے۔

جوہر عثمان بیگ کی بات سے کانپ گیا۔ اُسکا ماتھا ٹھنکا۔ لڑکی پر کوئی نہ کوئی آفت آنے والی ہے۔ مگر وہ حکم ٹال نہ سکتا تھا۔ جانتا تھا چون کرنے سے سر قلم کر دیا جائیگا۔

جیسا حال پہلے ایک خواجہ سرا کا ہو چکا ہے۔

جوہر ۔ (رو دا سا ہو کر) سرکار! میرے ساتھ نہ آئے گی۔

عثمان ۔ کیوں اپنی اوڑاتا ہے۔ انتظام کرنا ہوگا۔ مدد کے لیے عبداللہ اور رحیم کو لے جا
سمجھ لے کہ حکم سے گردن تابی کی۔ تو یہ سر دھڑ پہ نہ رہے گا۔ جو اس درست کر اور جا۔

جوہر ۔ کب جاؤں ۔!

عثمان ۔ اب تو وقت جاتا رہا ۔ شام ہو گئی ہے۔ کل جسوقت وہ آئے۔ فوراً اطلاع کرنا

جوہر ۔ بہت خوب! بسر و چشم حکم بجا لاؤنگا۔

یہ کہکر جوہر وہاں سے کھسک آیا اور باہر آ کے کہنے لگا۔ ہائے زہرہ اب میں تجھے
تکلیف دونگا۔ کاش مر گیا ہوتا۔

باب نواں

مکاری

دوسرے دن زہرہ اپنے مکان کے صحن میں بیٹھی ہوئی میریا کی یاد کر رہی تھی۔ اور
اکثر رو بھی دیتی تھی۔ حالانکہ ہر طرف دل بستگی کے سامان تھے تاہم اسکی اندرونی الجھن
بیتاب کیے دیتی تھی۔ اور وہ یہ نہ جانتی تھی کہ اس رنج کشتی کا کیا حشر ہوگا۔

زہرہ دل میں کہہ رہی تھی۔

شاید میریا بھی مجھے یاد کر رہی ہیں۔ انکو میری جدائی کا افسوس ہے۔ میرا دل
بھی بیٹھا جاتا ہے۔ اسکے بعد زہرہ نے اپنے کبوتروں کو آواز دی۔ کبوتر آواز کے ساتھ ہی
مسجد کے میناروں سے اوڑکر ارد گرد جمع ہو گئے۔ اُسنے ایک کبوتر سے جسے زمرد کہا کرتی
تھی کہا۔

بتا تجھے بھی اُسکی کچھ خبر ہے جو تجھے یاد کیا کرتی تھی۔ میں اُس سے کہدونگی کہ تو اب
بھی زمرد پیارا ہے۔ اور اُسے ایک خوبصورت پر بھیجونگی۔ ادھر آ میں تیرا ایک پر اکھاڑ کر
اور اسکے پاس بھیجوں جو مجھ سے جدا ہو گئی ہے۔ ارے تو مجھے چونچ مارتا ہے۔ پیارے ایک پر
اکھاڑنے میں تجھے تکلیف نہ ہوگی۔ اگر ہوگی بھی تو پروا نہ کرنی چاہیے۔ اپنے پیار کرنے

والے کے لیے گزند اُٹھانا بڑی بات نہین ہی - زیکیہ مین بھی جو رات دن اُسکے فراق مین گھُلا
کرتی ہون دیکھو تم کو زمین پر چھوڑ کے) اب جا - پھر کہنے لگی اس پر کو اپنے گورے گورے گلے
پر لگالے گی جسطرح وہ زمرد کے ملائم سینے کو گالون سے لگایا کرتی تھی - اس پر سے
اُسے اپنے پیارے زمرد کی یاد تازہ ہو جائیگی - گو اب وہ بہت دور ہی جب آنکھین بند
کریگی تجھے اور پیاری چچیون کو اور پیارے دنون کو جو اُس سے محبت کرتے تھے دیکھ لیگی
جسطرح مین دیکھ لیتی ہون - مین اُسے خط لکھونگی - ابھی احمد آتا ہوگا خط جلد طیار کر لینا
ضرور چاہیے -

یہ کہکر زہرہ اُسی وقت قلمدان اُٹھا لائی اور زیر سایہ انجیر بیٹھکر خط لکھنے لگی -

"میری پیاری بہن کو زہرہ کا سلام پہونچے - اور ہمیشہ خدا کی نظر تم پر رہے - بہن تم خوب
جانتی ہو - مجھے لکھنے کی عادت نہین - میرا طور طریق بالکل خراب ہی - اسلیے امید ہی تم مجھے
معاف کروگی - عرصے سے تمھارا حال معلوم نہوا - تم دور دراز ملک چلی گئین - تم جانتی ہو مین ہمیشہ
خوش رہا کرتی تھی - جب سے تم گئی ہو دل قابو سے نکل گیا - مین یہ خیال کرتی ہون گویا مین
یہان نہین ہون تمھارے پاس ہون - مگر جب میرا خیال ہٹا اور مین انجیر کے
درخت کے نیچے بیٹھی ہون کبوتر میرے پاس چھپے ہین - اور ابھی مین نے زمرد کے
سینے سے ایک بال توڑا ہی جسے مین بھیجتی ہون - کبوتر تمکو یاد کرتے ہین اور چاہتے ہین
تم یہان ہوتین - لیکن نہ تم یہان آ سکتی ہو اور نہ مین وہان جا سکتی ہون - اس خیال
کے آنے سے دلپر الجھن ہوتی ہی - تمکو معلوم ہونا چاہیے - مین روتی جاتی ہون اور لکھتی
جاتی ہون - ابا جان خیریت سے ہین لیکن اداس رہتے ہین - اور اکثر پوچھتے ہین
پادری صاحب جلد تر کب آئینگے - مین کسطرح بتا سکتی ہون - ہاے افسوس
مین تنہا رہ گئی - دن رات رویا کرتی ہون - تم ضرور کہوگی رونا سراسر حماقت ہے
مین دو دفعہ احمد کے ہمراہ قلعہ کی دیوار پر گئی تھی - جو کچھ تمھاری موجودگی مین ہوا تھا
میری آنکھون کے سامنے پھر گیا - مین وہان ضرور جاتی مگر لوگ کہتے ہین تنہا جانا اچھا
نہین - اسکے علاوہ وہان جانے سے خرابیون کی دیکھ بھال موقوف ہو جاتی ہے - کاش
تم یہان ہوتین تو روز جاتی - تم اتنی دور ہو اسلیے جی نہین چاہتا - میرا اب یاد رکھو تمھارے سوا میرا
کوئی نہین - خدانخواستہ ابا جان کوچ کر گئے تو مین ہری پوشاک پہنے بھیک

مانگتی کھاتی تمھارے پاس آؤنگی بہن! تنہائی بڑی بلا ہے۔ بعض وقت جان سے عاجز ہو جاتی ہوں۔ جب تم ان ٹوٹے پھوٹے فقروں کو پڑھو گی ضرور ترس آئیگا۔ ابا جان، اور بڑھیا حسینی اور دیہات کے لوگ تمھیں اور تمھارے بھائی کو سلام کرتے ہیں۔ میں نے سنا ہی عباس خان بھی اچھی طرح ہیں۔ خدا کا شکر بجالاتی ہوں۔ اب زیادہ کیا لکھوں شاید اس طول طویل خط سے طبیعت منغص ہو جائے مگر میرے دل نے نہ مانا۔ جانتی ہوں تم زہرہ کا یہ پسند کرو گی۔ خدا کے لیے مجھے بھول نہ جانا۔ فقط

تمھاری غمگسار

"زہرہ"

اسکے بعد زہرہ نے ہوشیاری سے لفافہ میں خط اور کبوتر کا پر بند کیا اور اُسپر پتہ لکھا۔ عباس خان نے اپنے بھائی کے پاس جس ہلکارے کے ہاتھ خط بھیجا تھا وہ لوٹا جاتا تھا اور تین چار دن میں بیجاپور پہونچ جاتا۔ زہرہ نے اسی کے ہاتھ خط روانہ کر دیا۔ ہلکارے نے وعدہ کر لیا تھا کہ خط خاص میریا کے ہاتھ میں دیا جاویگا۔

تھوڑی دیر بعد احمد نے دروازے پر آواز دی۔ زہرہ نے خط احمد کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ ہلکارے سے تاکید کر دینا کہ خاص میریا کے ہاتھ میں لفافہ پہونچا دے اور ایک روپیہ جو زہرہ نے دادا سے اسی لیے لیا تھا احمد کے ہاتھ میں دے کر کہا۔ یہ روپیہ اُجرت میں دے دینا۔ اور تم جلدی واپس آنا۔ آج میں فصیل کو چلونگی۔ میرا دل آج بہت اُداس ہی میں نے میریا کو خط لکھا ہے۔ جب میں فصیل پر جاتی ہوں دل ہلکا ہو جاتا ہے تم آجاؤ گے یا میں اکیلے جاؤں۔

احمد۔ نہیں۔ اکیلے جانے کا کام نہیں۔ کیا اُس دن کا چیتا بھول گیا۔ اکیلے جانے کا مقام نہیں ہے۔ وہاں پر غیر مذہب کے سپاہی تیر آنکھ ڈالتے ہیں برقع اوڑھ کر جانا چاہیے۔ میں اس معاملے میں ابا سے ذکر کرونگا۔

زہرہ۔ نہیں۔ احمد نہیں۔ سید کی لڑکی کو کون پوچھے گا۔ برقع کیوں پہنوں۔ جب فقیروں کی قسمت میں کشکول گدائی اور سبز پوشاک لکھدی گئی ہی فقیرانہ حیثیت میں رہنا خدا کی مرضی ہی تو برقع کس لئے پہنوں۔

احمد۔ خدا خدا کرو بی زہرہ! تم اُسے دن رات پہنے رہو۔ تمھاری قسمت بڑی زبردست ہی

فقیر تمھارے دشمن نہین - استغفر اللہ ایسی بات منھ سے نکالتی ہو۔
زہرہ - احمد! مین تو زہرہ فقیرن ہون مجھے بی زہرہ کیون کہتے ہو - خدا وہ دن آنے والا ہے جب مجھے کفنی پہنے دیکھو گے - احمد - مجھے ذرا بھی خوف نہین - اندیشہ نہ کرو کوئی تمھے ستائیگا نہین -
احمد - تم مستقل مزاج آدمی ہو - اللہ سے دعا مانگتا ہون کہ تم دنیا مین اکیلی نہ رہو - بیٹھی رو رہی کیون ہو؟ چلو فصیل پر سیر کرین - اپنی بندوق لے آؤن - خبردار چلی نہ جانا - دیکھو آخری مرتبہ ہے قسم کھا کر کہتا ہون اب تم وہان نہ جاؤگی -
زہرہ اپنے دلمین کہنے لگی یہ ہمیشہ یونہین کہا کرتا ہے اور پھر میرے ساتھ چلنے کو طیار ہو جاتا ہے - خیر اگر وہ نہین چاہتا کہ کوئی میرا منھ دیکھے - تو منھ چھپا لونگی - اس کے بعد زہرہ نے اپنے دادا سے کہا - جو قریب ہی مکان مین بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا -
ابا! مین احمد کے ساتھ تھوڑی دیر کے لیے باہر جاتی ہون ابھی واپس آجاؤنگی -
دن تمام ہوا جاتا ہے آج باہر نکلی ہی نہین -
بوڑھا درویش - جاؤ زہرہ! خدا حافظ - دیر نہ لگانا - جب دیر لگاتی ہو - یہان فکر پیدا ہو جاتی ہے - احمد تو تمھارے ساتھ ہے کچھ ڈر نہین ہے - جاؤ -
تھوڑی دیر کے بعد احمد اپنی توڑیدار بندوق شانے پر رکھے آگیا - اور کوئی ۵ منٹ مین دونون اس جگہ پہنچ گئے جو زہرہ کی دلچسپی کے لیے موزون تھی - احمد نے دیکھا لڑکی اداس معلوم ہوتی ہے - شاید تنہا چھوڑ دینے سے اسکے دل کا غبار نکل جائے - احمد زہرہ کے پاس سے کھسک آیا اور نیچے سیڑھیون پر جا کے بیٹھ رہا زہرہ سے کہدیا - خبردار رہنا -
سہ پہر کا وقت تھا - آسمان پر کالی گھٹا مین امنڈ رہی تھین - ہوا تیز چل رہی تھی - گو دریا مین پانی اسوقت کم تھا - مگر پانی کی سطح آفتاب کی شعاعون سے سونے کا طبق بن گئی تھی - اب ہم یہ بتاتے ہین زہرہ کو اسوقت کون فکر دامنگیر ہو گئی کس خیال نے اسکے نازک دل پر ٹھیس لگائی -
زہرہ اپنے دلمین کہہ رہی ہے - اگر میری ملاقات ان لوگون سے نہوتی تو اچھا تھا - اب تو رات دن میری یاد سے ہان روح ہو رہی ہے - افسوس مجھ سے بہت

دور ہی۔ کیونکر ملوں۔ اور درد دل کی کیفیت کہوں۔ اُسنے مجھے نصیحت کی ہے کہ میں عباس خان کا خیال دل سے نکال ڈالوں۔

زہرہ اس خیالی باتوں سے سخت متاثر ہوئی۔ منہ دوپٹے سے ڈھک لیا۔ ہائے اسیر ہی وہ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ کس مہربانی سے میری طرف دیکھ رہا ہے جسطرح اُسدن چھپا ہوا آگیا تھا دیکھ رہا تھا۔ اب کوئی بتائے میں اُسے کسطرح بھلا دوں اُسے کسطرح بھول سکتی ہوں۔ ممکن ہے جب سن زیادہ آجائے سر پکنے لگے۔ بال ریشم کی طرح سفید ہو جائیں۔ قبر کی طرف در در بھیک مانگتی پھروں۔ لاکھوں ملکوں کی سیر کروں۔ عباس خان کی یاد دل سے محو ہو جائے۔ مگر نہیں یہ خیال فضول ہے۔ اسکی تصویر دل پہ نقش ہو گئی ہے۔ کیسے بھول سکتی ہوں۔

زہرہ کے بھولے بھالے دل کو دو خیال سخت کشمکش میں ڈال رہے تھے۔ ایک تو اسکی پیاری سہیلی میر بانی کی جدائی جس سے پھر ملنے کی امید نہ تھی۔ دوسرے تنہائی اور نانا جان ضعیفی میں کیسے ہی ہیں۔ آخرکار زہرہ کا انجام کیا ہوگا۔ جب دادا رخصت عالم بقا ہونگے کس کے پاس ٹھہرے گی۔ کون خبر گیری کریگا۔ زہرہ کو پورے طور سے معلوم تھا کہ نانا جان دن بدن نحیف ہوتے جاتے ہیں۔ غذا بھی کم ہو گئی ہے۔ وہ بھی چار برس کے مہمان ہیں۔ نعوذ باللہ جب سید کی آنکھیں بند ہو نگی اسی دن زہرہ کو دنیا سے جنگ زندگی کرنا پڑے گی۔

انھیں واہموں سے زہرہ کا دل دو نیم ہو رہا تھا۔ بیساختہ آنسو بنکر آنکھوں سے نکل پڑتے تھے۔ اتنے میں کسی نے صدا لگائی۔ احمد! احمد!۔ اس آواز سے زہرہ تاڑ گئی یہ تو یہ نواب کا آدمی حبشی غلام جوہر ہے۔ یہ اکثر زہرہ کو پھول پتیاں توڑ دیا کرتا تھا۔

احمد نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا۔

مجھے کون پکارتا ہے۔ میں یہاں ہوں۔ کہو کیا ہے۔ ؟

جوہر۔ ادھر آؤ۔ سرکار یاد کر رہے ہیں۔ تمہاری غیر حاضری پہ ناراض ہیں۔

احمد۔ زہرہ کو گھر پہونچا آؤں پھر حاضر ہوتا ہوں۔

جوہر۔ نہیں۔ ابھی آؤ۔ اگر میں میاں سے جاکر کہدوں۔ تم یہاں سرگشت

کر رہے ہو۔ بلانے سے نہین آتے۔ تو تمھارا کیا حال ہو۔ خیر سے سیدھے چلے آؤ۔ مین حفاظت کرونگا۔

احمد۔ زہرہ بی بی! مجبوری ہے۔ نہین جاتا ہون تو بید لگتے ہین۔ میان جوہر تمھاری حفاظت کرینگے۔ تمھین گھر پہونچا دینگے۔

زہرہ۔ اچھا جاؤ۔ جوہر مجھپر مہربانی کرتا ہے۔

احمد بندوق شانے پر رکھے ادھر چلا گیا۔ اور راستے مین جوہر سے پوچھا۔ سرکار کیا کہتے ہین؟

جوہر۔ مجھے خبر نہین۔ شاید کہین پیغام لے جانا ہو۔

جب احمد چلا گیا۔ جوہر نے زہرہ سے کہا۔ ٹھہرو۔ مین ابھی آتا ہون۔

زہرہ جوہر کو دیکھتے ہی رہ ب سمت کو بیٹھ رہی تھی۔ جوہر کچھ فاصلے پہ پتھر کی سل پہ بیٹھ گیا اور بار بار چھپکر زہرہ کی اداسی سے دیکھنے لگا۔ ادھر زہرہ کا دل دھڑکنے لگا۔ خیالات فاسد دلمین جاگزین ہونے لگے۔ زہرہ اٹھکر اپنا دوپٹہ اوڑھنا چاہتی تھی کہ یکایک اسکی نظر جوہر پر پڑی دیکھا وہ سسکیان بھر بھرکر رو رہا ہے۔ اور آنسوؤن کی دھار گالون پہ بہ رہی ہے۔

زہرہ جوہر کی حالت دیکھکر دو قدم آگے بڑھی اور پوچھا۔

جوہر! تم روتے کیون ہو؟

جوہر۔ بی بی! مین تمھارے واسطے روتا ہون۔ تمھین اسکے (عثمان بیگ) پاس لے جاؤنگا۔ کاش مین مر گیا ہوتا۔

اس فقرے سے زہرہ پر تھرتھری سوار ہوئی اور یہ کہکر رونے لگی۔ وائے مجھے! اس کے پاس!!! اے جوہر تم ہرگز ایسی بے رحمی اختیار نہ کرنا۔ کیا تم میرے ساتھ بچپنا تون پہ نہین سے گئے کیا تم اسکے بکریون کے لیے پھول پتیان نہین توڑین۔ اچھا جوہر میں تمھارے قدم پڑتی ہون۔ سچ کہو۔ مجھے ابا جان کے پاس لے چلو جو تمھین انعام دینگے۔ لیکن یہ نہ کرو۔ مجھے عثمان بیگ کے پاس نہ لے جاؤ۔ فقیر کی بھی حکومت ستاؤ۔ خدا کو کیا منہ دکھاؤگے۔

جوہر۔ (دبی زبان) اگر مین تمھاری باتون مین لگ جاؤن تو نمک حرام بنون۔

اور جان سے بھی مارا جاؤں۔ میری جان زہرہ بی بی تمھارے ہاتھ ہے۔ چپ چاپ میرے ساتھ چلی چلو۔ آؤ میں تمھیں تکلیف نہ دونگا۔

زہرہ۔ (رو کر) اُس ظالم کے پاس۔ ہائے افسوس۔ میں مر کیوں نہ گئی۔

یہ کہکر وہ چاہتی تھی فصیل سے اپنے تئیں گرا کر دریا میں غرقاب کردے۔ جوہر نے لپک کر ہاتھ تھام لیا اور کہا۔

زہرہ! کیا سڑن ہو۔ خبطی ہو۔ کون ہو۔ میں تمھیں چھوڑنے کا نہیں۔ لاچار ہوں ایسا نہ کروں تو جان سے جاؤں۔ بے فائدہ کوشش کر رہی ہو۔ چوٹ لگ جائیگی اور مجھ پر الزام لگے گا۔ عبداللہ جلدی آ۔ اسکی چادر اسکے بدن پر لپیٹ دے۔ میں مضبوطی سے ہاتھ پکڑے ہوں۔ آکر اپنا کمبل اوپر ڈالدے۔ اور اسے [illegible] لے چلو۔

آہ لڑکی کیا کر سکتی تھی جوہر کے ہاتھوں میں بچہ معلوم ہوتی تھی۔ بھاگنے کا موقع ملتا بھاگ جاتی۔ کوئی ہوا بھی نہ پاتا۔ لیکن بیچاری کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے کمبل میں لپٹی ہوئی تھی۔ پھر بھی اُسنے جوہر کی خوب خوشامد درآمد کی۔ مگر سب فضول۔ پھر اُسنے ماں۔ باپ۔ بھائی۔ بہن۔ خدا رسول پیر پیغمبر سب کی قسمیں دلائیں کچھ شنوائی نہوئی۔

چیختے چیختے اُسکا حلق پھٹ گیا۔ تمام بال کھلکر بکھر گئے۔ زبان خشک ہوگئی۔ گلے کی تری جاتی رہی۔ اُسکی چیخ میں سوائے اللہ اللہ کے کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ آخر اُسے معلوم ہوا کسی چورس زمین پر پہونچ گئی ہے۔ جس مکان میں اُسے لے گئے اُسکے دروازے پیچھے بند کردیے گئے۔ زنجیر چڑھا دی گئی۔ پھر دو حبشی آئے۔ انھیں زہرہ پہچانتی تھی۔ خوجوں نے زہرہ کو کمبل سے باہر نکالا۔ اور دوسرے مکان میں لے گئے۔ جوہر بھی اُسکے ساتھ ساتھ بچوں کی طرح روتا اور معافی مانگتا جاتا تھا۔ زہرہ ساکت کھڑی کھڑی بیکر تصویر بن گئی تھی۔ اتنے میں دو عورتیں پاس آئیں۔ اور بلائیں لیتی ہوئی بولیں۔

دلھن جی! تمھیں رنگیلا دولھا مبارک ہو۔ زیور پوشاک پہنوگی۔ چودھویں کا چاند بن جاؤگی۔

زہرہ کو طیش آگیا اور اس تیزی سے جھپٹی۔ اگر دونوں پیچھے نہ ہٹ جاتیں تو

شاید بوٹیاں نوچ لیتی۔

شیرو بی بولی۔ اماں لطیفن! اس سے نہ بولو۔ چپ رہو۔ تم دیکھتی نہیں یہ پاگل ہو گئی ہے۔ زیور کپڑے دولہا کے ذکر کا یہ وقت نہیں ہے۔ میں کہتی ہوں چپ ہو رہو۔ (زہرہ سے) آؤ بیٹی آؤ۔ میری بنو آؤ۔ تمھارے ہونٹھ سوکھے ہوئے ہیں۔ دو گھونٹ پانی پی لو طبیعت چاق ہو جائے۔

زہرہ نے شیرو بی کو اس زور سے دھکا دیا کہ چاندی کا گلاس جو ٹیبل پر رکھا ہوا تھا شیرو بی کے دھکے سے چکنا چور ہو گیا۔ اور شیرو بی قلابازی کھاتی زمین پر گر پڑی۔ زہرہ بھوکی شیرنی کی طرح ایک کونے میں کھڑی ہو رہی۔ تمام جسم دوپٹے سے ڈھک لیا۔ عورتیں خوف کے مارے اسکے پاس نہ گئیں۔ زہرہ کے کھلے ہوئے بال شانوں پر پڑے ہوئے سینے تک اتر گئے تھے۔ اسکے حسن شباب اور غصہ کا جوش زہرہ اس حالت میں بھی پیارا معلوم ہوتا تھا۔ عورتوں کو زہرہ کی جھلاہٹ سے ہول سا گیا تھا۔ اور زہرہ بھی انکی طرف شیرنی کی طرح گھور رہی تھی۔

اماں لطیفن نے کانپ کر کہا۔

بیٹی! ہم سب پر خدا کے لیے رحم کر کیسی بیٹھی ہے گویا جنگلی بلی کیطرح جھپٹ پڑیگی لیکن کیا کیا جائے شیرو بی دیکھو اس حالت میں بھی کیسی خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔ نو نواب آ گئے وہ یہاں کیوں آتے ہیں۔؟

اماں لطیفن کے منھ سے یہ بات نکلی ہی تھی کہ عثمان بیگ کمرے میں آ گیا اور پوچھنے لگا۔

وہ کہاں ہے؟ جو ہر شا ابھی مجھ سے کہا وہ آ گئی۔

اماں لطیفن نے اس کونے کی طرف جس طرف کچھ اندھیرا تھا اور زہرہ بیٹھی ہوئی تھی اشارہ کر کے کہا۔

وہاں ہے۔ وہ تو زبان سے بولتی بھی نہیں۔ بلکہ شیرنی کی طرح غرا اٹھتی ہے۔ نواب صاحب اسکے پاس جائیں گے ایسا نہو پھاڑ کھائے مجھے تو ڈر معلوم ہوتا ہے۔

عثمان۔ تجھے ڈر لگتا ہے کیا اماں لطیفن تمھارا پیشہ یہ نہیں ہے۔ دولھن کو راضی کر دو۔ تمکو کس بات کا خوف ہے۔

یہ کہہ کے عثمان بیگ زہرہ کا ہاتھ کھینچکر باہر لے آیا اور اُسکا چہرہ دیکھ کر بولا۔

تم نے یہ بی بی میرے لیے تجویز کی ہے۔ اور پھر زہرہ کا ہاتھ جھٹک دیا۔

لطیفن۔ اب کیون جھٹکے ٹیکتے ہو۔ یہ تمھاری قسمت مین لکھی ہو۔ دیکھو کیسی قبول صورت ہی۔ شریف خاندان کی لڑکی معلوم ہوتی ہو۔ نیچ قوم نہین۔

زہرہ۔ مجھے جانے دو ابا انتظار کرتے ہونگے۔ نہ جاؤنگی تو وہ مرجائینگے۔ خدا کے لیے مجھے جانے دو سیدانی سے گستاخی اچھی نہین۔ اپنی مان کا صدقہ مجھے جانے دو۔ تمام عمر تمھارے لیے دعا مانگونگی۔ ملکہ چاند کی دوہائی دیتی ہون۔ اگر تم نہ جانے دوگے تو مین مرجاؤنگی اور ابا بھی مرجائینگے۔ تم پر وہ کیسی مہربانی کرتے ہین۔ تمھاری بیماری مین اُنھون نے کیسا معقول علاج کیا۔ تم چنگے ہوگئے۔

بات کرتے کرتے زہرہ نے اپنے بکھرے ہوئے بال سمیٹ کر پشت پر ڈال لیے اب اُسکے چمکتے ہوئے چاند سے چہرہ پر اس خیال سے شادمانی کی شبنم ٹپکنے لگی کہ وہ چھوڑ دی جائیگی۔ تو اب ابا جان کا نام سنکر مکان پر بھجوا دینگے۔

زہرہ نے پھر کہا۔

سید کی لڑکی کی بےعزتی کبھی نہین ہو سکتی نواب صاحب! اگر تمھارے دل مین ذرا بھی رحم اور انصاف ہو تو فوراً دروازہ کھولدو اور مجھے جانے دو۔

نواب نے ملامت سے جواب دیا۔ ہان تمھین جانے دون۔ ہرگز نہین ہزار بار نہین (محبت سے) زہرہ! تم بڑی خوبصورت ہو۔ میری قسمت مین جو لکھا ہے مین بھی چاہے عزت ہو یا بےعزتی نیکی ہو یا بدی مین تمھین قبول کرتا ہون۔ میری بی بی بننا ہوگا۔ گو تم خوش ہو یا ناخوش مجھے مرضی دریافت کرنے کی کوئی ضرورت نہین۔ زہرہ عقلمند بن جاؤ سرکش نہ بنو یہ ممکن ہی تمکو زر وجواہر کی پروا نہین لیکن مین تم پر دل وجان سے شیدا ہون جو جی آئے کرو۔ ہر طرح کا اختیار ہے سنتی ہو یہ بھی خوب یاد رکھو جو عثمان بیگ کے خلاف چلتا ہی عدم کی راہ ناپتا ہی۔ میرے خوش ہونے سے تم باعزت رہ سکتی ہو۔ تمھارا دادا بھی عیش کر سکتا ہی۔ جلد کہو دل مین کیا ہی۔ کیا پسند کرتی ہو۔ پہلے تمھارے دادا نے بڑی حقارت سے میرا پیام نامنظور کیا۔ لیکن اب تو تم میرے قبضہ مین ہو وہ کیا کر سکتے ہین۔

زہرہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔ نواب کی باتوں سے اور بھی بدن میں آگ لگ گئی۔ سر چکرایا
اور وہ زمین پر گر پڑی۔ ماماں لطیفن اور شیرو نی نے لپک کے اُٹھایا اور کہا۔
نواب صاحب اسے ہلاک نہ کیجیے۔ اسقدر خوف دلانا نازیبا ہے۔ اُسکا دم نکل جائیگا
اگر اسطرح کوئی مجھ سے کہتا۔ گھور کر دیکھتا اور مونچھوں پر تاؤ دیتا تو میں کب کی مر گئی ہوتی۔
پروردگار کا شکر ہے اسکی جان بچ گئی۔
یہ کہکر شیرو نی اور لطیفن نے زہرہ کو ہوش میں لانے کی تدبیر کی مگر زہرہ کو ہوش نہ آیا۔
ماما لطیفن نے تنک کر کہا۔ اسکے علاوہ آپ کو نرمی سے کام لینا چاہیے۔ موتیوں کا
ہار گلے میں ڈالا تھا۔ سہاگ کا پان دیا تھا۔ آپ نے ڈرا دھمکا کر اُسکی مٹی پلید کر دی
آخر وہ بھی بچہ ہی ہے۔
یہ کہکر اوسنے زہرہ کا سر اُٹھا کے زانو پر رکھ لیا۔ بھیگے ہوئے رومال سے اسکے خشک
لب پونچھے۔ بال سنوارے۔ اور بولی۔
دیکھو نواب کیسی خوبصورت ہے۔ مجھے دعائیں دو۔ اور خدا کا شکر کرو۔ ایسی حسین حور
نصیب میں لکھی ہے۔
عثمان۔ ماماں لطیفن انھیں معلوم ہی نہیں کہ مجھنس بہ جھنس ہے وار کبوتر با کبوتر باز
با باز ہم اپنا معاملہ خود سمجھ لیں گے۔ ہمیشہ یہ آزاد رہی ہے۔ اب اسے مالک ملا ہے
بے سر کی چھپکلی کی طرح جہان جی میں آیا کچھ کر لیتی ہے۔ اب قدم نہ نکال سکے گی۔ اسے
معلوم ہوگا سیدھی طرح چلنا ایسا ہوتا ہے۔ اسے اُٹھا کر پلنگ پر لٹا دو۔ جب ہوش
آئے جا کر اُو۔ اچھی پوشاک پہناؤ۔ کل نکاح پڑھایا جائیگا۔ درویش خود بخود راضی
ہو جائیگا۔ اور راضی نہ ہوگا تو کیا کر لیگا۔
لطیفن۔ کل ہی! حضور اس کام کے لیے کم سے کم دو ہفتے کی ضرورت ہے۔ اُسوقت
یہ بھی راضی ہو گی۔
عثمان۔ جو کچھ کہہ چکا وہی ہوگا۔ اگر میں اسکی رضا مندی کا خیال کروں تو ہو چکا۔
میں اپنی ضد سے کبھی نہیں پھر سکتا۔ یہ کچھ تو کر سکتی ہے کہ اسے خبر کرنے کی ضرورت ہی کیا
ہے۔ جب مُلّا نکاح پڑھا دیگا وہ میری ہو جائے گی۔ اور پھر کہاں جا سکتی ہے۔ نکاح بغیر میری
مرضی کون توڑ سکتا ہے۔ بس تم سب انتظام کر لو۔ یہ کہکر وہ باہر چلدیا۔

لطیفن۔ (رو کر) اسے بین کیا کروں۔ باہر نکلی تو شہر ہو جائے گا۔ تیرا کچھ اس معاملہ میں کیا تعلق ہے میری عزت آبرو۔ آمدنی روپیہ پیسہ سب جاتا ہے۔ مگر میں یہ کام کرنے کی نہیں میں تو نکل کر یوں میں اسکا چرچا کرونگی۔ صبح کے دروازے پہ پھیکلوا نے جا نے تمہارے پیچھے کونگی غرض اسکے لیے کچھ اٹھا نہ رکھونگی۔ چاند سلطانہ کے قدموں پہ گر دونگی۔ اسنے فریاد کرونگی مجھے خوف کسکا ہے۔

شیر بی۔ (لبوں پہ انگلی رکھکر) لطیفن ہوش میں آؤ۔ سودائن نہ بنو۔ سے خواجہ سرا چاروں طرف پھرتے ہیں۔ کسی نے سن لیا شامت آجائیگی۔ چلو اسے سرد مکان سے اٹھا لے چلیں۔ اور گلاب بی کو بلائیں اسے زہرہ جانتی ہے۔ شاید بی بی گلاب سے بات چیت کرے۔

گلاب بی بی پانوں کی دوکان کرتی تھی۔ دیہات میں صرف اسی کی دکان تھی۔ وہ زہرہ کو خوب جانتی تھی۔ وہ بلا ناغہ روز شام کو ڈھولی دینے یہاں آتی تھی اور رات ہونے کے قبل اپنے مکان کو واپس چلی جاتی تھی۔ چنانچہ آج وہ ڈھولی دیکر چلدی تھی۔

زہرہ کو اب ہوش آگیا۔ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اور چاروں طرف نگاہ پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگی اسوقت جو پانی دیا گیا وہ غٹ غٹ پی گئی۔ گلاس آگے بڑھا دیا۔ اور کچھ اسکا پانی اور دیدہ زہرہ کسی سے بولتی نہ تھی۔ اسنے چادر سے چہرہ ڈھک لیا تھا۔ ماما لطیفن نے یہ سمجھکر کہ اپنے شناسا آدمی کا نام سننے سے کچھ تسکین ہو جائیگی۔ کہا۔

میری پیاری! ڈرو نہیں۔ بی بی گلاب آتی ہونگی تم اُنسے باتیں کرنا۔

زہرہ۔ (بے صبری سے) بی بی گلاب! کہاں ہیں۔ خدا کے لیے مجھ پہ رحم ہو تو اُسے جلد بلا لاؤ۔

اتنے میں گلاب بی بی کی آواز سنائی پڑی۔ زہرہ آواز سُنکے دوڑی۔ اور گلاب کے گلے سے چمٹکر رونے لگی۔

مادر! مجھے بچا۔ مجھے بچا۔ زبردستی لے آئے ہیں۔ مجھے گھر لے چلو۔ ورنہ مر جاؤنگی ابھی تک شہر میں اس زبردستی کی کسی کو خبر نہ تھی۔ بڈھے کو خیال تھا لڑکی کسی سبب سے ڈر گئی ہے گلاب بی بی نے پوچھا۔

میری بچی! تو یہاں کسطرح آئی۔ یہ تیرے لیے مناسب جگہ نہیں۔ چل بیٹی! یہاں سے چل۔

تیرے ابا کو تشویش ہوگی وہ تجھے تلاش کرتے ہونگے۔
ماما لطیفن۔ یہ جا نہیں سکتیں۔ نواب کی دولھن بننے والی ہیں۔ صرف ایک بات کی شرم ہے اُسے تم سمجھادو۔
گلاب۔ اچھا مجھے تنہا چھوڑدو۔ تم جاؤ۔ مین اس سے کل حال سُن لوں تب کہوں۔
لطیفن اور شیرو بی دونوں وہاں سے کھسک آئیں۔ گلاب تنہا رہ گئی۔ زہرہ نے اپنی سرگذشت سنائی اور یہ بھی کہا۔ لطیفن اور شیرو بی مجھپر مہربان معلوم ہوتی ہیں۔ مگر مجھے اعتبار نہیں۔ جسطرح ہوسکے ظالم عثمان بیگ کے پنجے سے چھڑا لے چلو۔
گلاب۔ گو مجھے رہائی کی امید نہیں۔ مگر خدا کی ذات سے مایوس ہونا چاہیئے مگر وہ اور بیکسوں کا اللہ ہی مالک ہوتا ہے۔ مین اپنے شوہر کے پاس جاتی ہوں ماشاء اللہ سے بڑے عقلمند ہیں۔ اُنسے صلاح لونگی۔ دیکھیں کیا کہتے ہیں۔ تیرے دادا کے پاس بھی جاؤنگی اور تمھاری اطلاع بھی کرونگی۔ اگر وہ شادی پر رضامند ہوجائیں گے تو بیٹی مضایقہ ہی ا‌یسین کیا ہے۔
زہرہ۔ (روتے ہوئے) ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اماجان! اس سے تو مرجانا بہتر ہے۔
گلاب۔ خیر صبر کرو۔ ماما لطیفن سے کہدوں کہ جسطرح بنے کل تک نکاح ملتوی کرادو۔ کچھ دم تمھارے پاس آؤنگی۔ آج کی شب جسطرح ہوکاٹو۔ دیکھو بیٹی کچھ کھانا نہین ان شقیوں کا کبھی اعتبار نہ کرنا۔ یہ تھوڑے دانے پرمل کے باندھ لائی ہوں۔ اسے کھاکر پانی پینا۔ اب جاتی ہوں۔ ڈرنا نہیں۔ تیرے مددگار بہت ہیں۔
زہرہ۔ (گلاب بی سے لپٹ کر) ماں! تمام باتیں ابا سے کہنا۔ مجھے اسکا بالکل خیال نہ تھا۔ کچھ بھی خبر ہوتی تو کبھی ادھر قدم نہ رکھتی۔ میرا ارادہ تھا فصیل پرسے دریا میں کود پڑوں۔ جو ہرنے ہاتھ پکڑلیا۔ مجھے بھاگنے کی طاقت نہ رہی۔ ابا سے کہدینا۔ مجھے زندگی وبال ہورہی ہے۔ دیکھوں کیونکر آبرو بچتی ہے۔ دریا اس ظالم سے کہیں رحمدل ہے۔ کیونکہ میں اُس میں کود پڑوں تو وہ میری عزت بچا لیگا۔
گلاب۔ (رو کر) بیٹی گھبراؤ نہیں۔ خدا پر بھروسا کرو۔ اُس سے بڑا ہو۔ کوئی نہ کوئی صورت نکل ہی آئیگی
ادھر دروازے سے پکڑی ہوئی لطیفن نے آواز دی۔ بی گلاب اگیا تم نے راضی کردیا

اب تو اسکی بھڑک مٹ گئی۔

گلاب۔ ہاں کچھ کچھ راضی ہو گئی ہے۔ لیکن تم اُسے دق نہ کرنا۔ نہیں تو ساری محنت برباد جائے گی۔ اور پھر اسکا ہاتھ آنا محال ہوجائیگا۔ بڑی غصہ ور عورت ہی۔

لطیفن۔ کیا کل بھی آؤ گی۔

گلاب۔ ضرور آؤنگی۔

یہ کہکر گلاب لمبے لمبے ڈگ رکھتی ہوئی اپنے مکان کو چلدی۔

باب دسواں

شب کیونکر بسر ہوئی

سہ پہر کے چار بج گئے۔ آفتاب کی سنہری شعاعیں کم ہوتی گئیں۔ قلعے کی بلند دیواریں زرد نظر آنے لگیں۔ میناروں کی چوٹیوں سے دھوپ کھسکنا پسند نہ کرتی تھی۔ گو آفتاب غروب ہونے کا وقت آگیا ہے۔ مگر اب بھی بڈھے سید کو اپنی عزیز پوتی کی واپسی کا سودا سمایا ہوا تھا۔ اور اسکی ملازمہ حسینی جسے زہرہ کے نہ پلٹنے سے اندیشہ تھا اپنے آقا کو سمجھا دیتی تھی۔ کیا۔ لڑکی دریا میں غرق ہو گئی۔ یا احمد اور زہرہ دونوں شیر کا لقمہ بن گئے۔ کسے خبر لینے بھیجیں۔ اتنی اُسمیں ہمت نہیں کہ وہ خود خبر لینے جائے کیا اپنے بڈھے اور اندھے مالک کو تنہا چھوڑ دے۔ اسی افراط تفریط میں رات ہو گئی۔ حسینی کی گھبراہٹ کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ بڈھے کو بھی اٹکل سے معلوم ہو گیا۔ دن چھپ گیا۔ چراغ جلنے لگے۔ اُسے بھی تشویش زیادہ ہو گئی۔ تمام مکان میں گھبرایا ہوا پھرنے لگا۔ لاٹھی سے کونا کونا ٹٹولتا پھرتا تھا۔ زہرہ کہاں گئی۔ ابھی تک آئی نہیں۔ کسنے پکڑ رکھا۔ بار بار انھیں فقروں کی رٹ تھی۔ کبھی کہتا۔ میں کہتا ہوں تو چلی آ۔ اگر تو نہ آئے گی تو میں مرجاؤنگا۔ پھر اُسنے مسجد میں جاکر اذان دی۔ اسپر بھی کوئی نہ آیا تو اُسنے کہا سب نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور زہرہ نے بھی دل سے بھلا دیا۔

جب بڈھا نماز سے فارغ ہو کر گھر آیا۔ حسینی خادمہ سے پوچھا۔ زہرہ کہاں ہے؟ کیا ابھی تک نہیں آئی۔

خادمہ نے جواب دیا۔

ابھی تک نہین آئی۔ شاید مریضون کی دیکھ بھال مین دیر ہوگئی ہو۔ کیونکہ ایک مریض جان بلب ہو رہا تھا۔ زہرہ کہتی تھی آج رات تک بچیگا نہین۔ شاید مر گیا۔ اسی سے نہین آئی۔ وہین رہ گئی۔

اس کہدینے سے خادمہ نے سمجھ لیا شاید بڈھے کی تسکین ہوگئی ہے۔

درویش۔ شام ہوگئی۔ جانورون نے بولنا بند کر دیا۔ زہرہ اب بھی نہین آئی۔ زہرہ زہرہ!! تو کہان ہے۔؟

کبھی خیال گذرتا۔ ایسا تو نہین کسی غار مین گر پڑی ہو۔ کبھی کہتا شیر نے کھا لیا۔ پھر کہتا اے اللہ زہرہ مرجائے اور مین زندہ رہون۔ یہ کوئی انصاف نہین ہے۔ وہ پھر زہرہ کو پکارتا اور شور مچاتا۔ اے میرے خدا تو نے اُسے مرنے کیون دیا۔ مرنیکی باری تو میری تھی۔

حسینی نے بگڑ کر کہا۔

چپ رہو۔ میان خدا پر الزام لگاتے ہو۔ کیا مین تم سے کم محبت کرتی ہون زہرہ تمھین کو زیادہ پیاری ہے۔ اللہ کی یہی مرضی ہو تو کسی کا چارہ کیا۔ اللہ کی مرضی مین بھلا کسی کو دخل ہو سکتا ہے۔ ہم لوگ مرنے ہی کو بیٹھے ہین۔ میان خاموش رہو۔ جب لڑکی کو کوئی لیجائے اسوقت دل بھر کے رو لینا۔

درویش۔ درحقیقت مجھ سے گناہ ہوا۔ اب مین خدا کی شکایت نہ کرونگا۔ جو اسکی تقدیر مین تھا ہوا۔ اُسکے زائچہ سے ظاہر ہوتا تھا اُسکی بڑی عمر ہے۔ اور وہ بڑی قسمت والی ہوگی۔ اُسکے بال بچے بھی ہونگے۔ مگر ممکن ہے مجھ سے حساب مین غلطی ہوگئی ہو۔ افسوس صد افسوس!! اب اُسکی میٹھی میٹھی بولیان سننے مین نہ آئینگی۔ ہائے ہائے

بی حسینی جو دروازے پر کھڑی زہرہ کا انتظار کر رہی تھی۔ بولی۔

موضع کے کنارے سے چند آدمی مشعل لیے ادھر آرہے ہین۔ چھ مین ایک مرد۔ ایک عورت اور ایک مشعلچی ہے۔ میان وہ ادھر ہی آرہے ہین۔ ضرور کوئی خبر لاتے ہونگے مین تو نیاز دلاؤنگی۔ جو زہرہ صحیح سلامت ہوگی۔ سید شاہ صاحب سنئے۔

درویش کی زبان بند تھی۔ دروازے پر لاٹھی ٹیکتا آیا۔ اور بولا کیا زہرہ آگئی

حسینی بی وہ کون لوگ ہین۔

حسینی ۔ میاں مجھے تو پیرو اور اسکی بیوی گلاب معلوم ہوتی ہے ۔
درویش ۔ اوسے لڑکی کی کیا خبر ہوگی ۔ وہ میری مصیبت کے وقت کیوں آئے ہیں ۔
حسینی ۔ میاں ! چپ بھی رہو ۔ وہ ضرور واقف ہونگے ۔ ورنہ یہاں کیوں آتے ۔ دیکھا انھوں نے آواز دی (چلاکر) آتی ہوں کیا زہرہ بی بی تمھارے پاس ہیں ۔ پیرو اور گلاب نے اندر آتے ہوئے کہا ۔

نہیں ۔ مگر ہم اُسکی خبر لائے ہیں ۔

پیرو اور گلاب اندر آگئے ۔ بڈھے درویش کو بدخبر سُننے کی جرأت نہیں وہ چپ بیٹھا ہوا کانپ رہا تھا ۔ اُسکی پیاری لولی اُسکے ہاتھ سے نکل گئی تھی ۔ اب آئے گی بھی تو بے عزت ہو کر ۔ اُسکی ننھی زہرہ اُسکی پیاری زہرہ اُسکے بڑھاپے کی لاٹھی اُسکی حسین زہرہ ۔ غرض جو اُسکے جی میں آتا تھا بڑبڑا اٹھتا ۔ وہ یہ بھی کہتا کاش وہ مر گئی ہو مگر عزت پر دھبہ نہ آیا ہو ۔

بڈھے کی کوئی تشفی نہ کر سکتا تھا ۔ پیرو اور اُسکی عورت گلاب کسطرح تسکین دیتے اُنکے امکان سے باہر تھا ۔

سید نے کھڑے ہو کر بڑبڑا کے کہا ۔ میں ابھی جاکر اُس موذی کا سر قلم کیے لیتا ہوں ۔ میری تلوار مجھے دو ۔ یہ زندگی کیا ہوگی جب عزت ہی نہ رہی ۔ بے عزتی ! ہائے بے عزتی ۔ تکلیف منظور ! غریبی منظور ! اندھا ہونا منظور ! لیکن بے عزتی نہیں منظور ۔ اے رحیم خدا ! مجھے دنیا سے اُٹھا لے ۔ مجھے زندگی پسند نہیں ۔ دوست اب مجھے لے چلو وہ مجھے بھی مار ڈالے ۔

سید کو سمجھانا فضول تھا وہ کسی کی سنتا نہ تھا ۔ آخر کار بکتے بکتے تھک گیا ۔ بی حسینی نے ایک گلاس پانی لاکر دیا ۔ سید غٹ غٹ پی گیا ۔ پھر کمر سے ٹیکتا یا ندھکر بولا ۔
چلو ۔ میں چلنے کو طیار ہوں ۔ اور ادھر اُدھر اپنی لاٹھی تلاش کرنے لگا ۔

پیرو نے کہا ۔ حضرت ! خدا کی مرضی پر شاکر رہنا چاہیئے ۔ جو اُفتاد ہو برداشت کرنا پڑتی ہے ۔ آپ ہمارے پیر مرشد ہیں ۔ اسقدر مضطرب کیوں ہو رہے ہیں ۔ ہمت ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے ۔ سنیئے زہرہ کو ابھی تک کوئی صدمہ نہیں ہوا ۔ اور نہ پہونچے گا ۔ حضور بے صبری سے کام لینگے تو ممکن ہے زہرہ بیچاری پر ہم کو مصیبت نازل

ہو جائے۔ میں نے اور میری بی بی نے خوب غور کر لیا ہے۔ ابھی کچھ گیا نہیں اسکے علاوہ
ہم زہرہ کو نکال لا سکتے ہیں۔ اگر نکاح نہ پڑھا لیا گیا ہو۔ احمد نے میری بی بی (گلاب سے)
یہ حال سنا غصہ سے لال ہو گیا۔ تلوار میان سے کھینچ لی اور کہنے لگا ابھی جاتا ہوں۔
نواب صوفی کا سر کاٹ لونگا۔ اور لاش چیل کوؤں کو کھلا دونگا۔ میرے سمجھانے پر اسکا
غصہ کچھ فرو ہوا۔ آخر صلاح کی کہ رانگا تا بیگ کے سوا کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ احمد
نے بھی کہا تمھارا مشورہ ٹھیک ہے۔ میں نے سوچا اسکو خبر ہو جانا چاہیے۔ اسنے بھی کہا ضرور ہو جانا
چاہیے۔ اسپر میں بڑی دیر تک دانتوں میں انگلی دبائے سوچتا رہا۔ میری بی بی نے
کہا کلو ویدر کو بھیجو وہ بڑا مضبوط آدمی ہے وہ آپکے لئے اور زہرہ کے لئے آگ
پانی میں بھی کود سکتا ہے انکار نہ کریگا۔ آپنے اسکے بچے کو پالا ہے۔ خیر میں نے کلو
ویدر کو بلا کر اس سے کہا۔ اسنے کہا میں نواب کے محل میں خفیہ راستے سے جا سکتا ہوں اور
اسے سوتے میں قتل کر سکتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیے اور مجھے اس کام پر تعینات
کر دیجیے۔ یہ بات کسی کو معلوم نہ ہوگی۔ اگر میں ایسا نہ کر دوں تو آج سے مجھے
[illegible] کہنا۔ اس بات کو سنکر میں نے اپنے دلمیں سمجھا۔ مگر میری بیوی نے کہا جان سے
نہ بیزار کرنا چاہیے۔ اس سے زہرہ پر عتاب ہوگا۔ عثمان بیگ کو خدا اور اسکی قسمت پر
چھوڑ دو۔ رانگا کو طلب کرو۔ کلو نے کہا یہی مناسب ہے میں اسے خبر کر دونگا۔
آجکل وہ نگرا میں ہے۔ مجھے بھی وہاں جانا تھا آج تیار شدہ ہے۔ اس سے کہونگا کہ
سید صاحب بلاتے ہیں۔ زہرہ بیچاری پر عثمان بیگ دست درازی کرنا چاہتا ہے
عزت بچانا ہو تو چلو۔ اگر رانگا ساتھ چلا آیا تو پھر میں خود محل میں گھسکر نواب
کو تلوار کی گھاٹ اتار دونگا۔ اور زہرہ کو اسکے چنگل سے چھڑا کر سید صاحب کے
حوالہ کر دونگا۔

الغرض پیرو احمد اور احمد کی بی بی گلاب کلو کو بھیجنے پر رضامند ہو گئے کلو نے
کمر کسی۔ تلوار لی اور چھپتے چھپاتے راستہ لیا۔ دیکھیے دیکھیے تو بی کے سارے
دریا پار ہو رانگا سے ملا ہوگا۔ اور کچھ دم میں رانگا کو لیے سید صاحب کے پاس حاضر ہو جائیگا
حضرت یہ انتظام تو اسنے کیا ہے آپ احمد سے پوچھ لیں۔
احمد۔ (سید کے پیروں پر سر رکھ کے) یہ قصور میرا ہی ہے میں لڑکی اکیلی چھوڑ جاتا۔

اور نہ ایسا ہوتا۔ یہ سچ ہی نواب نے مجھے بلایا تھا۔ لیکن اسنے معمولی رقعہ ملّا کے نام بھیجا۔ زہرہ جانتی تھی اس سے مین نے اکیلا چھوڑا اور ملّا کے پاس اڑ گیا۔ جب مین ٹیلہ کے مکان سے واپس آرہا تھا گلاب بیوی نے مجھے یہ سانحہ سنایا۔ حضور صبر کرین۔ رانگا کو آنے دین سب معاملہ سیدھا ہو جاویگا۔ رانگا اور اُسکے آدمی سونے کا پلنگ بھی اٹھالے جاسکتے ہین۔ رانگا اور اوسکے آدمی سُست نہین ہین۔ بڑے چلتے پرزے ہین۔ پیرو کو جانے دیجیئے ہم اور گلاب بیوی آپ کے پاس ٹھہرے رہین گے۔

سید۔ آپ لوگ بہت مہربانی کرتے ہین۔ مگر دیکھو کشت خون کی نوبت آئے بلا سے زہرہ ملے یا نہ ملے۔ خون نہ بہے اور اُس ظالم کی جان نہ لو۔ اللہ عادل ہی وہ انصاف کریگا اور سزا دیگا۔ اے میری پیاری زہرہ خدا تجھپر رحمت کرے مین بالکل بے دست و پا۔ اندھا ہون۔

گلاب۔ (حسینی سے باریک آواز مین) حضرت کو افیون دیدو وہ سو رہین۔

یہ اچھا خیال تھا۔ افیون کھاتے ہی بڈھا سو رہا اور رات بھر کے لیے بکھیڑا مٹ گیا۔ جب علی الصباح آنکھ کھلی۔ پھر غم تازہ ہو گیا۔ بدحواسی مین اُسنے پکارا۔ زہرہ! زہرہ!! بیٹی کہان ہو؟ وضو کے لیے پانی دو۔ آہ مجھ سے کسی نے کہا تھا کہ زہرہ نواب کے محل مین ہے۔ کیا یہ سچ ہے یا خواب دیکھ رہا ہون۔

حسینی۔ ہمکو جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ۔ زہرہ یہان نہین ہی۔ نواب کے محل مین ہی خدا اُسکی مدد کریگا۔

سید۔ ہان اُسکی آبرو مین بٹہ لگ گیا۔ اے پیاری! اگر تو عزت و آبرو سے کہین مرگئی ہوتی تو مین خوشی سے تمام عمر سوتا۔ لیکن اب میرا کیا حال ہوگا۔ اے مہربان خدا جلد تو عزرائیل کو بھیج۔ میری روح قبض کرلے۔ تیرا بڈھا بندہ مرنے کے لیے طیار ہے۔ مین منتظر ہون۔

یہ کہکر درویش زمین پر تڑپنے لگا۔ پھر دیوار کی طرف کروٹ لے کر کمبل سے منھ ڈھانک لیا۔

گلاب۔ (سسکی بھری آواز سے) شاید مر نہ جائین۔ بڈھے صدمہ پہونچا ہی۔

حسینی۔ یہ اور کچھ بے عزتی سننے کے پہلے ہی مرجاتے تو بہتر تھا۔ رانگا نایک کو کیا

ہو اسکتی ہون قول کا دھنی ہے۔

اتنے مین باہر کا دروازہ آہستہ سے کھلا اور احمد نے جو باہر پہرہ پر بیٹھا ہوا تھا پوچھا۔ کیا حضرت بیدار ہو گئے ہین۔ رانگا نایک حاضر ہوا ہی۔ کیا وہ اندر آجائے۔

درویش۔ (ہاتھ اٹھا کر) رانگا! بیٹا! کیا تو اکیلے بچا لیگا۔ وہ تمھارے لیے دعا کریگی۔

رانگا نایک نے گھر مین آکر پہلے درویش کے قدم چومے اور کہا۔ پیر و مرشد! میرے لئے دعا کیجئے۔ اور اپنا ہاتھ غلام کے سر پر رکھیے۔ غلام کبھی ناکامیاب نہو گا۔ کاش زہرہ کو بلٹا سکا تو جان لیجئے گا رانگا مارا گیا ہے۔

درویش۔ مگر رانگا! وہان وارکات نہ ہو۔ میرے رانگا! کسی کو قتل نہ کرنا۔

رانگا۔ (ہنسکر) ہم پچاس بہادر آدمی شیرون کے بھانٹون مین چھپ رہین گے اور قبل طلوع آفتاب قلعہ چھین سکتے ہین۔ مگر اسکی ضرورت نہین ہی۔ وہان چالاکی درکار ہے کہین نواب نے زہرہ پر ہاتھ ڈالا تو ضرور قتل کر دیا جائیگا۔ ایسے زانی بدطینت شخص کا زندہ رکھنا انصاف سے بعید ہے۔

درویش۔ اگر تم زہرہ کو لے بھی آئے تو اسکی حفاظت کون کرے گا۔ مین وہ کیا نہین کر سکتا۔

رانگا۔ آپ کو یہ جگہ چھوڑنی پڑے گی۔ میرے ساتھ چلنا ہو گا۔ دریا پار نواب کچھ کر نہین سکتا۔ ہزارون آدمی آپ کی مدد کو موجود ہین۔ زہرہ اور آپ نے میرے آقا کی جان بچائی ہے۔ بھلا ممکن ہے غلام آپ کو بےکسی کی حالت مین چھوڑ دے۔

درویش۔ گو مین اسجگہ سے محبت کرتا ہون مگر مجھے پروا نہین خدا کی مرضی پر شاکر ہون۔ فقیر کو جگہ چھوڑنے مین کیا رنج ہی۔

رانگا۔ اب آپ سو رہین۔ ہمین بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ (گلاب کی طرف دیکھ کر) آؤ مین تمھین بتاؤن تمکو کیا کرنا چاہیے۔ احمد مجھ سے کہتا ہی تم دیندار عورت ہو۔

گلاب۔ زہرہ اور حضرت نے میرے بچے اور شوہر کی جان بچائی ہی۔ مین انکے سلیے آگ مین پھاندنے کو طیار ہون۔ روزمرہ سورج نکلنے کے پہلے محل مین پان دینے جایا کرتی ہون۔ کہیے مجھے کیا کرنا ہو گا۔؟

رانگا۔ زہرہ سے کہدینا۔ نہ کھائے نہ سوئے۔ صرف ایکدن فاقہ کرنا پڑے گا

رات کو باورچی خانے کے قریب جہاں دیوار ٹوٹی ہی ڈوالتو بولین گے - تیسری آواز پر
زہرہ باہر آجائیگے - ہان وہ کس مکان مین ہی -
گلاب - باورچی خانے کے پاس جو سبز کمرہ ہے اسمین کوئی بھی دروازہ نہیں - مین
کل ٹوٹی ہوئی دیوار کے راستہ گئی تھی - کیونکہ وہان پر راستہ ہوگیا ہے اور اُسی راستہ
سب لوگ آتے جاتے ہین -
رانگا - بہت خوب! مگر یاد رکھو کہ تیسری آواز پہ تیار رہے - کوئی بات کا خطرہ نہ کری
کہدینا کہ رانگا ایک میان کی خاطر تمکو بچانے آیا ہی - اچھا اب جاؤ مین آرام کرتا ہون
اور جو اسباب لے جا سکین گے ڈونگی پر لادے جاوینگے -
گلاب بی وہان سے چلدی اور پانون کی ڈھولی لیکر پہاڑی پہ ہوکر باورچی خانے
کے راستے جا پہونچی - وہان نواب کی محلدار ملی اور ڈھولی کی طرف اشارہ کرکے کہا
یہ بہت تھوڑی ہی - آج نواب صاحب کا نکاح ہی دعوت بھی ہوگی - اتنے پان بہت
کم ہین - اور پانون کی ضرورت ہوگی تمکو بھی مدعو کرتی ہون ضرور آنا -
گلاب - (بے پروائی سے) کیا نواب نے بیوی زہرہ کو راضی کرلیا -
محلدار - شیر دل کہتی ہے وہ راضی ہوگئی - نئی دلھن شرم کرتی ہی ہی - آخر حجاب جاتا
ہی رہتا ہے - چلو تم خود دیکھ لو تازی گلوریان کھلاؤ - طبیعت خوش ہوجائیگی -
گلاب صحن مین گئی - دونون صحن کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا تھا - گلاب نے
پردہ ہٹایا - دیکھا زہرہ اور دو عورتین بیٹھی ہین - اور ایک خواجہ سرا ہاتھ باندھے
دیوار کے سہارے کھڑا ہے -
زہرہ گلاب کو دیکھ کر گھبرائی ہوئی آواز سے چیخ اُٹھی - مادر مہربان جلد آؤ - یہ
دونون تمھارے پاس نہین آنے دیتی ہین -
لطیفن - ہم بیچاری کو اس مکان مین لے آئے ہین - یہ رات کبھر سوئی نہین - ہرچند
چاہا کہ کچھ کھلائین پلائین - اسنے ایک دانہ نہ چھوا - اگر ذرا سا کچھ کھالے تو اس کے
حواس درست ہوجائین - تم اُسے اندر لے جاؤ اور باتین کرو وہ تمھین جانتی ہے
پوچھو تو سہی ہمنے خاطر کرنے مین کوئی بات اُٹھا تو نہین رکھی - ادھر نواب صاحب نے
بھی حال پوچھا ہے - اُسے زیادہ تر ڈر ہے کہ آج نکاح ہوگا - تم زہرہ سے نکاح کا

ذکر نہ کرنا۔

گلاب۔ آؤ زہرہ بیوی میرے ساتھ چلو تم سو رہو میں بیٹھی ہوں۔

گلاب دوسرے گھر میں لے گئی لطیفن اور شیرو بی باہر رہ گئیں۔ کبھی کبھی تاک جھانک لیتی تھیں۔

زہرہ۔ اماں جانی رات بھر پلنگ میں جھپکی دونوں سے بہانا کیے پڑی رہی۔ وہ مجھے سمجھاتی رہیں پر مجھے دونوں سے نفرت ہے۔ ہاں! میں کچھ دن اگر یہاں رہ گئی۔ تو بیشک مر جاؤنگی۔

گلاب۔ یہاں نہیں رہوگی۔ رانگا سردار آگیا ہے۔ سنو اپنا منہ ہو مجھکو زیادہ باتیں کرنے سے خبر ہو رہی دیکھ لیں۔ رانگا پچھلی رات کو آئیگا اور تین آوازیں الو کی طرح دیگا۔ تیسری آواز پر تم بلا خوف چلی جانا۔ خدا تمھارا حافظ ہے۔

زہرہ۔ (گلاب کے گلے میں باہیں ڈالکر آہستہ سے) اماں اگر کوئی مجھے دیکھ لیگا تو مار ڈالیگا۔ مگر میں موت سے نہیں ڈرتی۔ ابا کا کیا حال ہے۔

گلاب۔ تمھاری راہ دیکھ رہے ہیں (اتنے میں تو وہ کنایہ زبان میں گفتگو کر رہے تھے لیکن اب وہ دکھی بولی میں لطیفن اور شیرو بی کو کو سنا کیے۔ (زور سے کہنے لگی) زہرہ بیاری سو جا میں تیرے پاس سے نہیں جاؤنگی یہاں بیٹھی لیٹ رہو۔ آہستہ آہستہ گلاب زہرہ کو تھپکی دینے لگی۔ لطیفن اور شیرو بی جو باہر باتیں کر رہی تھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ زہرہ نے سوتی کھینچ لی گویا سو رہی ہے۔ گلاب اٹھی باہر آئی اور لطیفن سے کہا۔ زہرہ سو گئی ہے جب اٹھے گی تو کچھ کھلا دونگی۔ نئی جگہ کی وجہ سے نیند نہیں آتی تھی۔

شیرو بی۔ (بہت آہستگی سے) بیوی ضرور کھلا دو ہم لوگ کہتے کہتے تھک گئے۔

ایک گھنٹہ بعد زہرہ اٹھ بیٹھی گلاب کو آواز دی اور کہنے لگی میں نے خواب دیکھا ہے پیر یا تیرے ساتھ ہوں۔ وہ مجھپر بڑی مہربان ہے۔

گلاب۔ کچھ کھلا دونگی۔ باورچی خانے جا کر کچھ لے آؤں۔ نواب کیلیے اسوقت خاصہ تیار ہوگا اسمیں کسی شے کے لانے کا اندیشہ نہیں ہے۔

یہ کہکر گلاب باورچی خانے گئی باورچن سے تھوڑا کھانا لے آئی اور زہرہ کے

پاس لطیفن کی طرف دیکھ کر کہا دیکھو اب کھاتی ہیں میں نے اسے راضی کر لیا ہے۔
لطیفن۔ تم بڑی کارگذار ہو میرے کہنے سے ایک نوالہ بھی نہیں کھاتی۔ صراحی میں پانی رکھا ہے پلا دینا۔

زہرہ نے جتنا کھایا گیا کھایا۔ بھوک اور فکر سے مضمحل ہو گئی تھی۔ کھانے کے بعد طبیعت چاق ہو گئی۔ اسوقت اسکے بشرے سے ایک قسم کی ہمت پائی جاتی تھی۔
گلاب نے کہا نواب میں جاتی ہوں شام کو پھر آؤنگی۔ تمھاری خبر لونگی تمھارا پیام کہدونگی تم خیریت سے ہو تم بھی کچھ خوف نہ کرنا۔

گیارھواں باب

رہائی

اسی طرح دن گذرتا گیا دنیا کے لیے یہ معمولی بات تھی۔ مگر زہرہ کے لیے بڑی ہی دقت کا سامنا تھا۔ وہ اُن عورتوں سے نہ پوچھ سکتی تھی کہ اب کیا ہونے والا ہے نہ اُن ہولناک باتوں کے سوچنے کی ہمت کر سکتی تھی۔ اسکے خیال بھی ڈانوان ڈول تھے۔ کبھی تو وہ خدا سے مناجات کرتی کبھی کسی پیر کی منت مانتی کبھی حضرت مریمؑ سے دعا کرتی۔ آپ مجھے یہاں سے نکالدیں۔ لطیفن اور شیرو بی باتیں کرتے کرتے اُونگھنے لگیں۔ چٹائی پڑی ہوئی تھی۔ لیٹ رہیں۔ لیکن خواجہ سرا کی ہیبتناک شکل سامنے کھڑی زہرہ کے رگوں کا خون خشک کیے دیتی تھی۔

دن ختم ہوا شام ہو گئی۔ محل میں چراغ روشن ہو گئے۔ زہرہ کو معلوم ہوتا تھا دربار میں کچھ ہو رہا ہے۔ بار بار آدمیوں کی چاپ سنائی پڑتی تھی۔ نواب کا فراش کوٹھی میں فرش بچھا رہا تھا۔ جھاڑ کنول روشن ہو رہے تھے۔ ایک کمرے میں پھولوں کی سیج سجی جا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد نقیب نے آواز لگائی۔ جہان پناہ تشریف لاتے ہیں۔ استنے میں نواب اپنی جگہ پر آ کے بیٹھ گیا۔ شہانہ جوڑا زیب جسم کلغی سرپیچ سر پہ پھولوں کے گجرے ہاتھوں میں۔ ان باتوں سے شادی کی طیاری جھلکتی تھی۔ لیکن وہ خوشی

جو شادی کے موقع پر ہونی چاہیے۔ نواب کے چہرے سے بھاگی ہوئی تھی۔ نہ کہین اُمنگ نہ کہین رنگ۔ خواص۔ خواجہ سرا۔ لونڈیان باندیان خاموش کھڑے تھے سپاہی سے لیکر ندیم مصاحب اور بڑے بڑے افسر سناٹے مین دوزانو بیٹھے ہوئے ہر ایک کا منھ تک رہے تھے۔

زہرہ کے اُڑا لانے کا حال تمام محلدار ٹرگ مین ہوا کیطرح پھیلا ہوا تھا۔ لوگون کو تعجب اور افسوس تھا۔ کن پھسکیان ہو رہی تھین۔ ایسا معلوم ہوتا تھا اگر کسی کا ذرا بھی اشارہ پائین تو نواب پر برس پڑین۔ اور اس ناعاقبت اندیش اور بدوضع نواب کی بوٹیان اُڑا دین۔ نواب پر بھی اُداسی چھائی تھی۔ وہ دل ہی دل مین کہہ رہا تھا "زہرہ میری تقدیر مین لکھی ہے۔ ضرور اُسے پہلو مین بٹھاؤنگا۔ لوگ کہتے ہین اُسنے نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ باشد مجھے اس سے مطلب۔ آج کی شب تو بغل گرم ہوگی۔ پھر دیکھا جائیگا۔"

اتنے مین زین نامے مسخرے نے کہا۔

تمام درباری مسند کے گرد چپ چاپ بیٹھے رہتے ہین۔ ایک بولا۔ سب بولے ایک چپ سب چپ۔ تو دیکھیے نا کیسے چغد بنے ہوئے ایک دوسرے کا منھ تاک رہے ہین بھائی چنگا دڑو! خوش ہو جاؤ۔ ملاجی آتے ہین۔ گو وہ بھی چغد کی طرح بولیان بولیگا لیکن مطلب سے بولیگا۔ تمھاری طرح گونگا نہین ہے۔

نواب۔ (کسیقدر چین بہ جبین ہوکر) ابے گدھے کیون چیون سیون کیے جاتا ہے یہ وقت مسخرہ پنے کا نہین ہے۔

مسخرہ۔ (منھ بناکر) ہان۔ ہان خوب یاد آیا۔ مُردنی مین ہنسنا چاہیے۔ یہ تو شادی ہے یہان ہنسنے سے کیا مطلب۔ بھائیو! اپنا اپنا رومال نکال رکھو۔ جب ملاجی نکاح پڑھائین تم سب یکبارگی رو اُٹھنا۔ مین اشارے سے بتادونگا یہ کہرام کا وقت ہے غور و شیون کرنے سے تمھین انعام ملین گے خلعت عطا ہونگے۔

جو لوگ ملا کی تعظیم کو اُٹھے تھے ابھی بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ نواب کو نفرت آمیز نگاہ سے دیکھ کر ملا بول اُٹھا۔

شادی! کسکی شادی!! عثمان بیگ کی۔ کسکے ساتھ۔ درویش کی لڑکی سے۔ رضامندی سے کوئی نہین بولتا جس سے پوچھا وہ انکار کرتا ہے۔ لڑکی سے بھی پوچھ لون وہ راضی ہے یا نہین

نکاح پڑھانے سے پہلے کل رسم ادا ہو جانی چاہیئے۔ لڑکی کی طرف سے وکیل کون ہے؟

اس بات کا جواب کسی نے نہ دیا۔ سب دم بخود بیٹھے رہے۔

ملّا نے پھر ٹوکا۔ لڑکی کا ایجنٹ کون ہے۔ اوسکے مہر کے باب میں کون گفتگو کریگا۔

عثمان بیگ نے تیز آواز سے جواب دیا۔ شیخ جی! اس سے آپ کی غرض کیا ہے؟ آپ مہر کے ذمہ دار نہیں بن سکتے۔

ملّا۔ ضرور ذمہ دار ہوں۔ ہر ایک دیندار مسلمان کا فرض ہے پہلے مہر کا تصفیہ ہو جائے۔ شریعت کا حکم ہے۔ بھائیو! تم سچے مسلمان ہو اس لڑکی کو جانتے ہو۔ یہ شادی کرنے پر رضامند ہے؟ اور تم میں کون شخص اسطرح اپنی لڑکی کو دینا پسند کرتا ہے۔

حاضرین میں سے کچھ لوگوں نے دبی زبان میں کہا۔ یہ شادی غیر موزون ہے ہم اسے پسند نہیں کرتے۔

یہ کہہ کے بہت لوگ باہر نکلگئے۔

ملّا۔ (چاروں طرف دیکھ کر) میں نے صرف دو سوال کئے ایک کا بھی جواب نہیں ملا۔ نہ تو لڑکی کی طرف سے کوئی وکیل ہے نہ بارات کی طیاری ہے۔ اس لیے میں نکاح پڑھانے اور عہد و پیمان کرانے سے انکار کرتا ہوں۔ دوستو! آپ سب صاحب گواہ رہیں۔ میں ایک فقیر صورت بے مال و منال ہوں اور اسیر بنا تھا۔ نواب ہاتھ لیکر لیں تو چھڑا سکے نہ چھوٹنے میں زبردستی کام کرنے سے مجبور ہوں۔ شرع مانع ہے۔ مجھے شہید ہونا منظور ہے لیکن نواب کے گناہوں میں شرکت نہیں کر سکتا۔

نواب۔ (میان سے تلوار کھینچکر) بے ادب گستاخ! اسطرح بدزبانی کرتا ہے۔ تو مجھے خدا کے سامنے جوابدہ ٹھہراتا ہے۔

مسخرہ۔ (نواب کا ہاتھ تھام کر) بھائی صاحب خاموش ہو جائیے۔ بڑے بہادر ہو اس خدا پرست کے قتل کرنے سے کوئی ذاتی مفاد نہیں۔

اس عرصے میں بہت سے لوگ بڈھے مولانا کے گرد جمع ہو گئے اور اسے باہر لے گئے۔ حسرت ہے کہ شادی نواب صاحب کی ہاں میں ہاں ملانے کو رہ گئے۔

نواب۔ (افسردہ ہو کر) بسم اللہ ہی غلط ہوئی۔ خیر۔ جو ہوگا دیکھ لیا جائیگا۔ میں ہرگز یہ نہیں گوارا کر سکتا کہ نواب ایک ملّا کی دھمکی میں آگیا۔ فوراً ایک سانڈنی سوار مدگل کو جائے

اور کل شام سے پہلے کسی لاگو لڑکا کو ٹلا لائے۔ خرچ کے لیے اپنے ہمراہ سو روپے سے لے (خزانچی) سے جاؤ اسی وقت بندوبست کر دو۔

مسخرہ۔ (خزانچی سے) آپ تکلیف کیوں اٹھائیں گے۔ میں ابھی انتظام کیے دیتا ہوں دو فرن نا نائین کہاں ہیں۔

ماماں لطیفن جو پردے کے پیچھے کھڑی ہوئی باتیں سن رہی تھی۔ سامنے آئی اور بولی لونڈی حاضر ہے کیا حکم ہوتا ہے۔

مسخرہ۔ کیا بی زہرہ جان کا مہر قبول کرنے کو طیار ہیں۔ تم اسکی وکیل ہو۔ اگر ہو تو میرے کان میں کہدو۔

ماماں لطیفن نے بیہودہ نکاح دیکھ ڈالے تھے سمجھ گئی۔ یہ مذاق کر رہا ہے۔ لطیفن نے کچھ جواب نہ دیا۔ چپ ہو رہی۔

دیکھ مسخرہ بولا۔

دوستو دیکھو ابی لطیفن کہہ رہی ہیں۔ دلہن محبت کے جذبات سے تھر تھر کانپ رہی ہے اور مسرت سے پھولی نہیں سماتی۔ جسقدر مہر وصول کیا جائیگا وصول کریگی۔ اب میں ایجاب قبول شروع کرتا ہوں۔ ہماری سرکار منظور کرتے ہیں۔

یہ کہتے مسخرہ اسطرح بڑبڑانے لگا گویا عربی کی قرأت کر رہا ہے۔ حاضرین میں اکثر ہنسنے لگے اور بعضوں کو اسکی گستاخی پسند نہ آئی۔

نواب۔ نشستگاہ سے اٹھکر۔ اب میں جاتا ہوں۔

یہ کہکر ماما لطیفن سے کہا۔ خیر آج تو نکاح ملتوی کر دیا گیا ہے۔ انشاءاللہ کل ضرور ہوگا تم نئی دلہن کو طیار رکھنا۔

لطیفن۔ (دلہن) نگوڑے پر شیطان سوار ہے۔ بس چلتا تو آج ہی نکاح پڑھوا لیتا۔ قاضی نے انکار کر دیا۔ آج تو لڑکی بچ گئی ہے۔ دیکھیں کل کیا ہوتا ہے۔ اگر گلاب بی بی نہ ہوتیں تو لڑکی (زہرہ) اپنا سر دیوار سے دے مارتی اور مرجاتی۔

گلاب نے نواب کی ایجاد اور بوالہوسی کی کیفیت آنکھ سے دیکھ لی۔ اسنے سمجھ لیا نواب اسکو خراب کرنا چاہتا ہے۔ لڑکی کو عزت بچانا دشوار ہے۔ بغیر آج تو بچاؤ ہوگئی۔ کوئی قاضی وغیرہ موجود نہ تھا اور بڑے ملا نے صاف انکار کر دیا۔ اللہ نے رحم کیا۔

زہرہ نے عثمان بیگ اور ملّا کا جھگڑا کچھ اچھی ہی طور پر سنا تھا۔ ملا کے چلے جانے پر
محفل میں سنّاٹا چھا گیا۔ مسخرہ نے بناوٹی عربی پڑھی۔ زہرہ نے خیال کیا کہ کوئی دوسرا ملا
آگیا ہے اور عقد باندھ رہا ہے۔ زہرہ اور بھی ڈر گئی۔ گلاب بی بی کے سمجھانے سے اُسے کچھ
تسکین ہو گئی۔ ایک تکیے پر لیٹ کر چادر سے منھ چھپا لیا۔ گلاب بی بی نے کھانے کیلئے
بہت زور مارا زہرہ نے ایک بھی لقمہ منھ میں نہ رکھا۔ خوف سے اشتہا جاتی رہی تھی۔ کچھ دیر
بعد ماما لطیفن اور شیرو بی اپنا اپنا اوڑھنا اوڑھکر سو گئیں۔ اور لگیں خراٹے بھرنے۔ رات
زیادہ آگئی تھی۔ موسم سرد تھا۔ خواجہ سرا شمشیر برہنہ پہرے پر تھا۔ کبھی کبھی دروازے سے
اندر جھانک لیتا اور سنّاٹا دیکھکر مطمئن ہو جاتا۔

اتنے میں دوسرا خواجہ سرا آیا۔ پہرا بدلا۔ قلعے کی گھڑیالی نے ٹن ٹن بارہ بجائے۔
زہرہ نے دل میں کہا تین گھنٹے اور باقی ہیں خدا چاہے گا یہاں سے خلاصی ہو جائیگی۔ زہرہ
کا قلب دھڑک رہا تھا۔ پہرے والا خواجہ سرا گشت پر تھا۔ کبھی ادھر جاتا کبھی اُدھر۔ کبھی
انگڑائی لیتا۔ کبھی اُسنے کمبل اوڑھکر لیٹنے کی ٹھہرائی۔ اور خراٹے بھرنے لگا۔ زہرہ چپکے سے
اٹھی اور آہٹ لینے کے بعد چراغ کی بتی گل کر دی۔ مگر باہر کی روشنی کمرہ میں بخوبی آتی تھی
ماما لطیفن اور شیرو بی بے خبر سو رہی تھیں۔ گلاب بی بی کو بھی ہوش نہ تھا۔ زہرہ آہستہ
آہستہ دروازے کے پاس پہونچی اور خواجہ سرا کے پاس کھڑے ہو کر اُسنے دیکھا۔ چاند
کی روشنی میں منھ صاف نظر آ رہا ہے۔ خواجہ سرا چت لیٹا ہوا تھا۔ تلوار ہاتھ میں تھی مگر
کچھ ایسی بے خبری تھی گویا سانپ سونگھ گیا ہے۔

زہرہ کھڑے کھڑے سوچ رہی تھی۔ ابھی تک رانگھا نہیں آیا۔ وہ ادھر اُدھر نظر
پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں اُلّو بولنے کی آواز آئی۔ اور دوسری جانب سے ویسا ہی
جواب دیا گیا۔ زہرہ کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ اُسنے دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام لیا۔
اور دعا مانگتی رہی۔ کچھ دیر بعد پھر آواز آئی۔ پھر جواب دیا گیا۔ زہرہ نے اپنے دل میں کہا
رانگا آگیا ہے۔ خدا مجھے بچائیگا۔ یہ کہکر باہر چلدی۔

اسوقت چاندنی خوب کھلی ہوئی تھی۔ زہرہ دیوار کے سائے سائے چلی ہوئی
بلند چھانے پہونچی۔ اور کمبل کا پردہ اُٹھا کر دیوار شکستہ کیطرف تیزی سے دوڑ گئی۔ اور زیر دیوار ٹھہر کر
سوچنے لگی کسیکو میرے بھاگنے کی خبر تو نہیں ہے۔ خموشی کا پہرا بیٹھا ہوا تھا۔ ہر طرف ہو کا عالم

قلعے کی بلند فصیل پر سنتری پہرہ دے رہا تھا۔ زہرہ نے چاندنی میں اسکی بندوق چمکتی ہوئی دیکھی۔ زہرہ کچھ دور آگے بڑھی ایک پتھر کا ٹکڑا پانون کی ٹھوکر سے نیچے ڈھلک گیا۔ سنتری سمجھا کوئی شیر یا چیتا پہاڑی سے نیچے اوترا ہے۔ سنتری نے بھی ایک پتھر پھینک مارا۔ زہرہ بے خوف مقام پر پہونچکر کھڑی ہو رہی۔ اتنے مین ایک طویل القامت شخص چٹان کی پشت سے نکلکر سامنے آیا۔" زہرہ نے اپنے تئین بچے کی طرح رانگا سردار کے ہاتھ مین دیدیا۔ رانگا بولا۔

خبردار بولنا نہین۔ ابھی خطرہ سے باہر نہین ہوئے۔ لیکن خوف نہ کھاؤ کسی کو خبر نہین ہوئی۔

اسکے بعد ہی دو آدمی رانگا کے پاس اور آگئے۔ اور چارون آدمی اس تیزی سے بھاگے جتنا اُنسے ہو سکا۔

زہرہ رانگا سے بولی۔

مجھے پوری طاقت ہے۔ تم مجھے چھوڑ دو۔ ساتھ ساتھ چلی چلونگی۔

رانگا نے زہرہ کو پشت پر لاد لیا تھا۔ اُتار دینے سے اب ہلکا ہوگیا۔ اور قدم تیزی سے پڑنے لگے۔ چلتے چلتے ایک غار کے دہانے پر پہونچے جھانک کر دیکھا تو سوائے تاریکی کے کوئی شے نظر نہ آئی۔

رانگا۔ (زہرہ سے) کیا تمھین خوف ہے۔ بول کیون کھا رہی ہے جنگلی جانور شکار کی تلاش مین گئے ہوئے ہین۔ تم میری بیٹی پکڑ لو اور ساتھ ساتھ چلی چلو۔

شیر چیتون کی بدبو سے غار بھرا ہوا تھا۔ زہرہ کا دماغ پھٹا جاتا تھا۔ مگر اُسے کسی قسم کا اندیشہ نہ تھا۔ دس قدم آگے بڑھے ہونگے دور سے روشنی محسوس ہوئی۔ زہرہ کو اور اطمینان ہوگیا۔ رانگا نے ہنسکر کہا۔

زہرہ بی بی! اب کسی قسم کا خوف نہین ہے جو چاہے جاگے اور جسکا جی چاہے ہمارا اچھا کرے۔ ہم نے تو آپکے آنکھون مین خاک جھونکدی۔ تمھین اڑا لائے جنگ کی بھی نوبت نہ آئی۔ اور کس سہولیت سے تم نکل آئین۔

کچھ فاصلے پر تین بندر نظر آئے۔ اگر اُنکے ہاتھ پانون مین حرکت نہوتی تو شاید بندر دن کے ہونے مین احتمال ہو جاتا۔ اصل مین یہ بندر نہ تھے۔ بلکہ بندر کے

غول میں کچھ شکاری شکار کی تلاش میں درخت پہ بیٹھے ہوئے اُسکے دیکھنے کی خبر لے رہے تھے
زہرہ خوف سے کانپ اٹھی اُسنے سوچا پھر بلا میں پھنس گئی - ان لوگوں نے اپنی جانیں خطرے میں ڈالی ہیں - زہرہ نے ہر ایک کے پاؤں چھوئے اور بولی - ؎

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑگئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی

رانگا - (انگلی سے اشارہ کر کے) دیکھو وہ سامنے تمھاری مسجد ہے ہماری ساتھی روشنی کر رہے ہیں - ہماری راہ دیکھتے ہیں ہم شیر کے غار سے ہوتے ہوئے آئے ہیں کوئی ہمارا تعاقب نہیں کر سکتا - جلدی چلو ہمکو دن نکلنے کے پہلے دریا پار ہو جانا چاہیے کشتیاں بھی تیار ہیں -

زہرہ کو تیزی سے چلنے کیلئے کہنا فضول تھا - اسمیں پوری طاقت تھی اُسکا راستہ بھی دیکھا تھا - اس سبب سے وہ ہرن کی طرح زقند بھرنے لگی - فوراً مکان کا دروازہ کھول دیا گیا بے صبری سے وہ اندر گھس گئی - اور چلا کر بولی - بچ گئی - بچ گئی - اللہ نے رانگا کے ہاتھوں میری جان بچائی - ابا کہاں ہیں -

احمد جو لڑکے کی طرح آہ و بکا کر رہا تھا بول اُٹھا -

تمھارے ابا کشتی پر کچھ دیئے گئے ہیں - چلی آؤ - چلی آؤ - کل اسباب بھی گیا - تمھاری کتابیں - کپڑے اور حضرت مریم کی تصویر بھی حفاظت سے پہونچ گئی ہیں -

زہرہ نے جواب دیا -

اچھا مجھے صحن دیکھ لینے دو - زیادہ نہ رکونگی -

مکان لُٹا پڑا تھا - صبح کی ہوا املی کے درختوں سے سن سن کرتی ہوئی بہہ رہی ہے - مسجد میں کبوتر غوں غوں کر رہے تھے - اور باقی چاروں طرف سناٹا تھا - زیادہ فکر کرنے کا وقت نہ تھا کیونکہ احمد برابر آوازیں دے رہا تھا - دریا کے گھاٹ پر سب فراہم ہو گئے - رانگا بھی تیزی کے ساتھ جا رہا تھا - دریا کے کنارے خس و خاشاک جمع کر کے آگ لگا دی گئی - تمام قافلہ چاروں طرف گھوم رہا تھا - اس جماعت میں شیر کا دادا بھی تھا - زہرہ نے تالی سے دور کر دادا کے قدم پر سر رکھ دیا اور رو رو کر کہنے لگی - ابا جان مجھے اسنے بچا لیا - زہرہ کا دل خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا - بڈھا سید اپنی

پیولی کو سینے سے لگائے آسمان کی طرف دیکھنے اور مناجات پڑھنے لگا۔
حسینی بی بی کشتی مین بیٹھی ہوئی خوشی کا رونا رو رہی تھی۔
رانگانے ہاتھ ہلا کر کہا۔
دیکھو زہرہ بی اہل قلعہ تمہاری جستجو مین لگے ہوے ہین۔ دیکھو وہ مشعل لیے غول کے غول پھر رہے ہین۔ انھین فکر ہو گئی ہے تم یہان سے کھسک گئی ہو مگر وہ تمھارا کچھ کر نہین سکتے۔ کہو جو مین نے قول کیا تھا پورا ہوا یا نہین۔
یہ کہکر رانگانے ملاحون کو اشارہ کیا اور ڈونگیان تیر کی طرح سطح آب پر تیرتی ہوئی دور نکل گئیں۔

باب بارھوان

بیجاپور کا سواد

بیجاپور کی غرب سمت زمین کچھ اونچی ہوتی جاتی ہے۔ یہ اونچائی ڈون ندی کی چوڑی گھاٹی کے پورب طرف اور دریاے کرشنا کے دکھن طرف اور ڈیکھان کے اوتر جانب رفتہ رفتہ کم ہوتی گئی ہے۔ اسی طرح دریاے بھیما اور کرشنا کے دکھن طرف وسط مین زمین کا ایک اونچا ٹکڑا ہے۔ جس زمانے کا حال ہم لکھ رہے ہین۔ یہان کی زمین جوتی بوئی نہین جاتی تھی۔ شہر کے جانورون اور شاہی رسالون کے قیام کے لیے یہ خطہ بہت کام آتا تھا اس سبب سے اس مقام پر آبادی نہ تھی اور نہ کوئی موضع ہی قریب تھا اور جو تھے بھی ان مین کاشتکاری یا باغ کا کام بہت کم ہوتا تھا۔
بیجاپور کی رعایا کو دریاے ڈون کی وادی سے غلہ بہم پہونچتا تھا۔ یہان کا خطہ بہت زرخیز ہے۔ دکھن مین کہاوت مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے ڈون کی فصل ماری جائے تو کون کھلا سکتا ہے۔ بیجاپور کی ڈھالو زمین پر کسی قسم کے درخت وغیرہ نہ تھے۔ البتہ کہین کہین جھاڑیان دکھائی دے جاتی تھین .... گھڑیون کی اسقدر کھینچ تھی کہ جہان جھاڑیان بڑی ہوئین کاٹ ڈالی گئین جنگلی جانورون کو

دانہ بھی نہ ملتا تھا۔ غول کے غول ہرن۔ نیل گائیں۔ یہان کی خار دار جھاڑیوں مین
بھرے ہوئے تھے۔ جہان کہین تال۔ تالاب یا پہاڑی آبشارہ ہوتا تھا۔ سیکڑون
قسم کی چڑیان۔ طرح طرح کے خرگوش۔ بارہ سنگھے وغیرہ کثرت سے ملتے تھے۔
دریائے ڈون کی وادی کے شمال طرف بیجاپور بسا ہوا تھا۔ تار دیہ کے اوترتے
شہر شروع ہوتا ہے اور قلعہ تک برابر پھیلتا چلا جاتا ہے۔ دور سے گلیان اور
سڑکین نظر آتی ہین۔ شہر مین پرانے وقت کے مکانات کچھ منہدم ہو گئے ہین۔
کچھ ویران پڑے ہین کہین کہین جابجا پرانے زمانے کی یادگار کوئی مسجد نظر آتی ہے
جہان کہین دس مکان رہ گئے ہین وہ بھی گاؤن کے نام سے منسوب ہین جب
قلعہ کی دیوار کے قریب پہنچتے ہین تو بیشک مضبوط اور درست معلوم ہوتا ہے
پھاٹک پر ادھر ادھر توپین رکھنے کی جگہین نظر آتی ہین۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے
کہ قلعہ کی اندرونی حالت بہت اچھی ہوگی۔ افسوس! یہ دھوکا ہی ہے۔ اندر باہر
سے زیادہ ویرانی ہے۔ یہان کچھ مکان ایسے ہین جنکی حالت کسی قدر اچھی ہے
باقی تمام مکان مسمار ہو گئے ہین۔ یہ عمارت پتھر اور گارے سے بنی ہوئی ہے
چھتین بھی اسی قسم کی تھین۔ اب مرمت نہونے سے گر گئی ہین۔ اندر بڑے
بڑے محل ہین مگر بربادی حالت مین ہین۔ دربار خاص۔ دربار عام۔ مسجد۔ مقابر
اور بازار سب زمین کے پیوند ہوتے جاتے ہین۔ ہماری گورنمنٹ انگلشیہ
نے بعض بعض عمارتون کی عمدہ مرمت کرادی ہے اونکی حالت اچھی ہے۔ باقی
بالکل گر گئی ہین۔ بیجاپور کی تباہیون کے بیان سے ہمین کچھ سروکار نہین۔ پہلے
جن محلون مین رنگ رلیان ہوتی تھین۔ جہان روز باغ اور عمارتین بنتی
تھین۔ ہزار آدمی صرف سیر کو آتے تھے۔ دس بارہ لاکھ آدمیون کی جہان
بستی تھی۔ قرب وجوار کے خطے گلزار ہو رہے تھے۔ ہر قسم کے لوگ یہان
آباد تھے۔ تمام ریاست کا روپیہ جنکی سجاوٹ مین صرف ہوتا تھا اور نوجوان
بادشاہ ابراہیم عادل شاہ ثانی کی توجہ خاص کر اسکی خوبصورتی اور سجاوٹ پر
مائل تھی۔ وہان اب سوائے چمگادڑون اور الوؤن کے انسان کا نام نہین
گیدڑ۔ شغال کا رہتا ہے۔ جہان کسی زمانے مین تلوارون اور ہتھیارون کی

جھنکار سنائی پڑتی تھی۔ گھوڑوں کی روند گھوما کرتی تھی۔ آج گدھے بھی چرنے نہیں جاتے یہ انقلاب کا نقشہ ہے۔ یہ زمانے کا نیرنگ ہے ؎

ہر کجا افتادہ بینی خشت در ویرانۂ
ہست فرد دفتر احوال صاحبخانۂ

جس وقت کا حال ہم زیب قلم کر رہے ہیں اگر کوئی شخص کسی بلندی سے نظر ڈالتا تو یہاں کے محلات کی سیڑھی سے عش عش کر جاتا۔ محلات کی بڑی بڑی کھڑکیاں جنپر بھاری کام کیا ہوا تھا بہت ہی خوبصورت معلوم ہوتی تھیں لیکن اب تمام قصر شاہی پر کائی جمی ہوئی ہے۔ گویا ماتمی لباس پہنے ہیں۔ دروازے اور کھڑکیوں کے پٹ اوتار لیے گئے ہیں۔ دیکھنے سے اوس زمانے کا نقشہ آنکھوں تلے کھنچ جاتا ہے اور بے اختیار زبان پر یہ شعر آجاتا ہے ؎

پردہ داری میکند بر قصر قیصر عنکبوت
بوم نوبت می زند بر گنبد افراسیاب

شہر کے جنوب جانب ابراہیم عادل شاہ کا روضہ نظر آتا ہے۔ اس سے کچھ فاصلے پر قلعہ کا سنگین پھاٹک ہے۔ جسکی ردی حالت دیکھکر بڑے بڑے مبصروں کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑتے ہیں۔

شہر پناہ کے اوتر کوسلے پر آثار محل جو نئے ہی تعمیر ہو رہے ہیں انمیں ملکہ چاند سلطانہ کے تبرکات جو مکے سے آئے تھے رکھے گئے تھے۔ یہ عمارت اب بھی اپنی اصلی حالت پر ہے۔ شہر پناہ کے داہنے پہلو پر جامع مسجد اور بڑی بڑی خانقاہیں۔ اخوت انسانی کی یادگار ثابت ہوتی ہیں۔ جامع مسجد میں چھ سات ہزار نمازی نماز پڑھ سکتے ہیں مسجد کے آگے پریڈ کا میدان ہے۔ دو ایک مکان بھی نظر آتے ہیں۔ یہاں سے ہٹ کر سلطان کا مقبرہ ہے۔ یہ اسقدر بلند ہے کہ تمام عمارتیں اسکے پیروں تلے لوٹتی معلوم ہوتی ہیں جسطرح اٹلی کے شہر روما میں تمام عمارتیں سینٹ پیٹر کے گرجا کے آگے نہیں جنچتی ویسے ہی بیجاپور کی عمارتیں اس

مقبرے کے آگے ہیچ ہیں۔

ابھی آفتاب کی شعاعیں سطح فلک پر اچھی طرح نمودار نہیں ہوئی تھیں۔ یعنی صبح کاذب کا وقت تھا۔ کہ شاہی محلات کی طرف سے ایک جلوس نکلا اور وہ آہستہ خرامی سے بلندی پر چڑھنے لگا۔ شاید شکار کا ارادہ ہے۔ عقب میں صدہا سوار چلے آتے ہیں۔ رسالے میں نصف دستہ حبشیوں اور نصف دکھنیوں کا ہے۔ دونوں صفوں کے ساتھ جنگی ہاتھی اینڈتے پیرتے چلے جاتے ہیں۔ اُنکے گلے میں گھنٹہ وغیرہ کچھ نہ تھا۔ شاید اس لیے کہ آواز سے شکار بھاگ نہ جائے۔

سواروں کی وردیاں کالی تھیں۔ زرہ بکتر پہنے ہوئے تھے۔ سر پر فولادی ٹوپ تھے۔ جنپر خوبصورت رومال بندھے ہوئے تھے۔ گھوڑوں کے زین بہت ہی فینسی تھے۔ سواروں کے پاس ایک ہی قسم کے ہتھیار نہ تھے۔ جو جسے پسند تھا باندھے ہوئے تھا۔ حبشی غول میں تاتاری۔ ایرانی اور دیگر ممالک کے لوگ تھے۔ ہر ایک کے کاندھے پر کمان جھول رہی تھی۔ اور ترکش پشت پر آویزاں تھا۔ دکھنیوں کے شانوں پر برچھیاں جنمیں رنگ برنگ کی جھنڈیاں تھیں۔ اُنکی بہادری کی شان بڑھا رہی تھیں۔

اس تمام جلوس کے جلو میں پندرہ بیس شخص قیمتی پوشاک پہنے ہوئے تھے اور ان میں بھی ایک دو شخص ایسے تھے جنکے چہرے سے جلال ٹپک رہا تھا وہ سب میں ممتاز افسر گنے جاتے تھے۔ رسالے میں زیادہ تر حبشی اور خواجہ سرا تھے۔ اور کچھ رسالوں کے افسر بھی تھے۔ جو حکم کے منتظر اور لب ہلانے کے دلدادہ تھے۔ انکی پوشاک بھی گراں تھی۔ لیکن یہ سب ایک شاندار شخص کے آگے ہیچ تھے۔ اور اُسکا لحاظ ادب کرتے معلوم ہوتے تھے۔

یہ مردانے لباس میں ایک نجیبہ عورت تھی جو خوش قد و تیز پر سوار اپنی زرق برق پوشاک سے اہل نظر کی آنکھوں میں چکاچوند ڈال رہی تھی۔ گھوڑے کے زین میں ہیرے اور موتیوں کی جھالریں ٹنکی ہوئی تھیں۔ زردوزی کام کی جھولیں ہاتھیوں پر پڑی ہوئی تھیں۔ بیجاپور کا زردوزی کام اب تک مشہور ہے

اسوقت کی چادرین بھی اثار محل مین پائی جاتی ہین۔

گھوڑے کے سر پہ پرون کی ایک کلغی تھی کلغی کے بیچ مین ہیرے اور موتی جھلک رہے تھے۔ اور ہر قدم پر جھم جھم کرتے تھے۔ باگ پر زردوزی کا کام اسقدر باریکی سے تھا کہ کل سونے کی معلوم ہوتی تھی۔ گھوڑا اور ساز بہت ہی فوق ایبھڑک معلوم ہوتا تھا۔

اس سوار کا نام بتانا کوئی ضروری نہین۔ ہمارے ناظرین اس مدبر شاہزادی کے نام سے ضرور آگاہ ہونگے۔ کیونکہ ملکہ چاند سلطانہ کے نام سے زمانہ واقف ہے۔ جو اپنے رہوار پر بڑی شان سے بیٹھی ہوئی ہے۔ گھوڑا اٹکھیلیان کر رہا ہے۔ اور چاند اُسے قابو مین کیے ہوے بیٹھی ہوئی ہے۔ ملکہ چاند کے سر پہ ایک فولادی ٹوپ تھا۔ جسپر ایک دوپٹہ بہت ہی خوبصورت رنگ کا بندھا ہوا تھا۔ اور اُسپر ریش بندی کی طرح ایک سفید رومال جسکے کنارون پہ زردوزی کا کام خوشنمائی سے بنا ہوا اس لیے باندھ لیا گیا تھا کہ بجز آنکھ کے کل چہرہ چھپا رہے۔ کوٹ کا گلا اسقدر اونچا تھا کہ گردن دکھائی نہ دیتی تھی شانے پر زری کا جال اور کمر مین زری کی پیٹی تھی۔ جال کے دونون سرے داہنی طرف لٹک رہے تھے۔ پیرون مین ایرانی وضع کے مخملی بوٹ تھے گو ملکہ سادے لباس مین تھی اُسپر بھی سب کی نظر اسی پر پڑتی تھی۔ حمتانہ ملکہ کے داہنے ہاتھ پر باز بیٹھا ہوا تھا۔ گھوڑا خراماں خراماں جا رہا تھا۔ قراول پیچھے ساتھ تھے۔ گاڑیون مین چیتے اور لوگون کے ہاتھون پر باز جلو مین چلے جاتے تھے۔ صبح کا سہانا وقت تھا۔ ملکہ خوش خوش شکار کھیلنے جا رہی تھی۔

ملکہ جلوس کے آگے تھی۔ اسکا گھوڑا سب سے بلند اونچائی پہ پہونچا ملکہ نے باگ روک لی اور پھر شہر کی طرف دیکھا۔ پیچھے دفعتاً ادھر [illegible] ہوا۔ جسپر نگاہ جم گئی۔ خدا جانے کیا منظر پیش آیا کہ آنکھون مین آنسو بھر آئے اور وہ ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئی۔ دل مین سوچا اسے بیجاپور مین نے اپنے بچے کی طرح تیری پرداخت کی۔ خدا کا شکر ہے اب تک تو میرا کہلاتا ہے۔

اے اللہ! تو کب تک اسے میرے قبضے مین رکھے گا۔ گو مین سراپا قصور ہون مگر تو مجھپر شفقت کی نظر رکھتا ہے۔ میرے دوسرے شہرون پر کھلے ہوئے دشمن بال بیڑھا نہ کر سکے۔ اگر تو مہربانی نہ کرتا تو مین کمزور کیا کر سکتی تھی۔

قریب قریب وہ یہ باتین ختم بھی نہ کر چکی تھی کہ آفتاب کا طبق گزدو گزا اونچا ہو گیا۔ تاریکی بالکل دفع ہو گئی ہر چیز صاف نظر آنے لگی۔ ملکہ کے رُخ سے نقاب ہٹ گیا تھا۔ پر نور چہرہ کی ضیا اور لب لعین کی سرخی جھلکنے لگی۔ ساغر چشم سے اشک کی لڑیان ٹوٹ رہی تھین۔ یہ رنج کا رونا نہ تھا۔ بلکہ خدائے پاک کی رحمت اور اُسکی یاد مین خوشی کے آنسو جو ف قلب سے نکلے پڑتے تھے آفتاب کی شعاعین فوجی دستون پر پڑ رہی تھین جنکی چمک سے آنکھین چوندھیائی جاتی تھین۔ ملکہ کا لباس جم جم کر رہا تھا جسکے ساتھ ہی ایک نیا منظر پیش ہو گیا۔

گھوڑا پھیر کر ملکہ نے باز کی طرف دیکھا اور کہا۔

آؤ پیرا! بیتاب کیون ہو رہے ہو۔ شکار اوڑے تو تمھاری جھپٹ دیکھنے مین آئے۔

ملکہ نے پھر گھوڑے کو چمکار بتائی۔ فوجی دستہ اسلیے ٹھٹکا تاکہ شکار مین گڑبڑ نہو۔ شکاری چیتون کی گاڑیان آگے لائی گئین اور ملک کے دونون جانب روانہ ہوئین۔ باز والے سوار بٹیر اور تیترون پر اپنے اپنے جانور چھوڑ رہے ہین اور تماشہ دیکھ رہے ہین آگے کے قراول نے اشارہ کیا کہ ہرن کا غول میدان مین چر رہا ہے۔ یہ سنکر چیتون کی گاڑیان آگے بڑھائی گئین اور ملکہ بھی ساتھ چلی۔

گاڑیان بلندی پر پہونچ گئین۔ یہان سے میدان صاف دکھلائی پڑتے تھے ملکہ کے اشارے سے ایک چیتے کے سر سے ٹوپی اُتاری گئی۔ اور ہرن اُسکو دکھائے۔ جسمین کچھ چر رہے تھے اور کچھ بیٹھے جگالی مین مصروف تھے۔

چیتا گاڑی سے کود کر دبے پاؤن ہرنون کی ٹولی کی طرف چلا اور

خالی گاڑی دستور کے موافق جلوس کے ساتھ ہولی۔ تاکہ ہرنوں کا خیال بٹا رہے اب تک ہرن بھی لاپروائی سے جلوس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اور ملکہ کچھ پیادوں کے ساتھ آگے بڑھ گئی کہ تماشا اچھی طرح دیکھ سکے۔

چیتا ڈھالوان زمین پر جھاڑیوں اور ذرا ذرا سی اونچائی کی اوٹ میں دبے پاؤں چھپتا ہوا آہستہ آہستہ جا رہا تھا جب وہ ہرنوں کو چوکنا دیکھتا اور بھی زمین سے لیٹ جاتا ایک بار سیاہ فام بڑا ہرن اُٹھا اور انگڑائی لیکر ہرنوں کے پیچھے دوڑنے لگا چیتا اُسکا مطلب سمجھکر فوراً مردہ سا زمین پر گر پڑا پھر گردن اُٹھاکر دیکھا ہرن منہ پھیر کر دانا کھا رہا تھا۔ چیتا اور آگے بڑھا۔ چیتا رفتہ رفتہ ہرنوں کے قریب پہونچا جاتا تھا۔ اور ہرن بے فکری سے چر رہے تھے۔ چیتا بہت ہی قریب پہونچ گیا۔ ملکہ نے چلا کر کہا احمد اگر چیتے نے اسوقت شکار نہ کیا تو گولی مار دینا۔

احمد۔ نہیں ملکہ عالم چیتا ناکامیاب نہیں ہوگا دیکھیے گا کس پھرتی سے شکار کرتا ہے چیتے نے چھلانگ ماری۔ ہرن بھڑک کر بھاگا چیتا جست کرتا ہوا پیچھے دوڑا یہ معلوم کرنا مشکل تھا کون تیز دوڑ رہا ہے اور چیتا شکار پر قابو پائے گا یا نہیں۔ ہرن کبھی زمین سے چپک جاتا تھا اور کبھی دو دو ہاتھ اُچھلکر قلند کھبرتا تھا۔

چیتے کی بھی ایسی حالت تھی کہ نظر کام نہ کرتی تھی۔ آخر کار چیتا ہرن کو دبوچ بیٹھا۔ ملکہ نے گھوڑے کی باگ اُٹھاکر چیتے کی طرف رخ کیا اور چاروں طرف واہ وا اور واہ وا کی صدائیں گونج گئیں۔ نوکر چیتے کی گاڑی دوڑا کر اوسکے پاس لے گئے اور اوسے معمولی گوشت وغیرہ دیا تاکہ شکار چھوڑ دے۔

ملکہ نے خود چیتے کے پاس پہونچکر کہا شاباش کلو تم نے خوب کیا بہادر ایسا ہی کرتے ہیں ملکہ نے اُسکی کمر پر ہاتھ پھیرا اور چمکار کر کہا۔

واہ بیٹا تیرے سو برس ہوں۔

حسین نامی ایک رکھوالے نے کہا حضور اگر حکم دیں اور تھک نہ گئی ہو تو چیتا ابھی پھر شکار کر سکتا ہے۔

ملکہ نے کہا نہیں حسین میں خوب تماشہ دیکھ چکی اور تھک بھی گئی ہوں کبھی ایسا بھی زمانہ تھا کہ میں صبح سے شام تک گھوڑے پر بادشاہ اور اپنے مرحوم شوہر کے ساتھ کرشنا کی طرف شکار کھیلا کرتی تھی - اور جو کچھ لوگ کھانا تیار کر دیتے کھا لیتی تھی - جب میں بلندی پر پہونچی پچھلا زمانہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا - میں سمجھتی ہوں تم لوگ پرانے زمانے کو بھولے نہ ہوگے -

حسین - (ملکہ کے قدم چوم کر) حضور میں نہیں بھولا - جو اپنے پیارے نوکروں کو نہ بھولے بھلا اسے کون بھول سکتا ہے آپ ایسی ہی مہربان ہیں خدا آپ کو سلامت رکھے میری بڑی خوش نصیبی ہے کہ حضور نے پچھلے زمانہ کی یاد دلا دی -

ملکہ - اچھا چلو میرا باز بے صبر ہو رہا ہے - یہاں کوئی شکار دکھلائی نہیں دیتا کسی دوسرے ٹیلے پر پہونچکر چڑیا کا شکار ہوگا -

ملکہ تھوڑی دور گئی ہوگی کہ سامنے کی گھاس سے ایک بگلا اڑا ملکہ نے خود باز کی ٹوپی اتار لی - پٹی کھولدی - اور باز تیر کی طرح شکار کے پیچھے لپکا ملکہ کا گھوڑا چاہتا تھا کہ آگے نکل جائے - مگر ملکہ لگام کھینچے ہوئے تھی قدم تیز نہ ہونے دیتی تھی اس خیال سے کہ باز کی جھپٹ دیکھنے میں آئے زمین پتھریلی تھی اور گھوڑا قدم بڑھا رہا تھا ملکہ نے پیچھے پھر کر دیکھا صرف چند سوار لپکے چلے آرہے تھے - ملکہ نے باگ موڑ دی اور باز بھی شکار کا پیچھا کیے کئی ہوا میں چکر کاٹ رہا تھا - آخرکار بگلا باز سے بچنے کے لیے ایک طرف مڑا - اسی وقت باز نے اسے دبوچ لیا - اور ایک درخت پر بیٹھکر سر نوچنے لگا -

ناگہاں ایک شخص جسکی پوشاک سے معلوم ہوتا تھا کہ رسالہ کا جوان ہی گھوڑا اڑاتا ہوا درخت کے نیچے آیا اور آواز دی باز نے کچھ خیال نہ کیا - بلکہ اپنے کام میں مصروف رہا اتنے میں ملکہ موقع پر پہونچ گئی اور خورجی سے تھوڑا سا گوشت نکال کر پھینکا باز نے شکار چھوڑ دیا اور بوٹی اٹھالی -

ملکہ نے اجنبی سے پوچھا تو کون ہے اور کیون سرکاری باز کے شکار مین خلل ڈالتا ہے۔

اجنبی نے ڈھاٹا کھول دیا اور ملکہ کے قدمون پہ سر جھکا کر بولا۔

اے قدردان ملکہ کیا حضور مجھے بھول گئین - آپکا قدیمی نمکخوار ہے - خانہ زاد کا نام عباس خان ہے - حضور کی قدم بوسی کو حاضر ہون -

ملکہ - خدا کی رحمت سے ابھی تک تو زندہ ہے - مین نے تو سُنا تھا کہ تو لڑائی مین کام آگیا - پھر خبر ملی کہ تو سخت زخمی ہو گیا ہے کسی حلقہ مین زیر علاج ہے -

عباس خان - درحقیقت میرا جامۂ حیات منقطع نہین ہوا - زہے نصیب جو حضور کی زیارت ہو گئی - لیکن کیا وجہ ہے کہ حضور تنہا ہین شاہی جلوس کہان رہ گیا -

ملکہ - اُنکے گھوڑے اس گھوڑے کے ساتھ نہین آسکتے تھے دیکھو وہ تمھین دیکھ رہا ہے بھولا نہین -

عباس خان - دراصل وہ مجھے نہین بھول سکتا کیونکہ بارہا مین نے قدم سکھلایا ہے اور کھانا کھلایا ہے -

گھوڑے نے اُسے سونگھنا شروع کیا -

اتنے مین ایک اور اجنبی سوار پاس آیا ملکہ نے عباس خان سے پوچھا یہ کون ہے اسکو تو مین نے کبھی نہین دیکھا -

عباس خان - یہ میرا دوست پادری ہے - اسی کے ساتھ مجھے آنے کا حکم ہوا تھا - (پادری سے) اُترو اور آداب بجا لاؤ - ملکہ صاحبہ یہی ہین -

پادری - (زانو ٹیک کر اور ٹوپی اُتار کر) آداب ہین بلکہ دُعا خداوند مسیح اور اُسکی مان حضرت مریم کی برکت سے اپنے وقت کی سب سے نیک ملکہ تم ہو -

ملکہ - نیک نفس انسان کی دعا ہمیشہ مجھے منظور ہے -

پادری اپنی اصلی وضع مین تھا لمبا کالا چغا کناری نکلی ہوئی ٹوپی اور ولائتی بوٹ پاؤن مین تھا۔

ملکہ۔ تم عیسائی فقیر ہو۔ اسلیے ہمارے مہمان ہو۔ تمکو ایسی صاف فارسی بولنا کس نے سکھلائی۔

پادری۔ حضور کی خدمت کرتے ہوے خاکسار نے فارسی پڑھ لی اُسیطرح کناری سیکھی مگر کناری مین اس سے زیادہ مہارت ہے۔

ملکہ۔ یہ عجیب بات ہے۔ خیر عباس خان! تم اس شریف آدمی کو اُسوقت تک آرام سے رکھو۔ جبتک مین کوئی دوسرا حکم نہ دون۔

عباس خان۔ اور اُنکی بہن میریا بھی ڈولے مین موجود ہے۔

ملکہ۔ مجھے بھی ایسی ہی اُمید تھی۔ مگر مین اسوقت اُس سے نہین مل سکتی۔ کل تک تردد مین رہونگی۔ پھر جب شہر کے محل مین دربار ہوگا اُسے لے کر حاضر ہوجانا۔

عباس خان۔ حضور میرے چچا حمید خان کہان ہین۔

ملکہ۔ حمید خان بادشاہ کے ساتھ پُرندر گیا ہوا ہے۔ افسوس ابتک وہان امن نہین ہوا بغاوت پھیلی ہوئی ہے۔ تمنے سنا ہوگا۔ تمھارے زخمون کا کیا حال ہے۔

عباس خان۔ زخم اچھے ہوگئے۔ پھر سرکاری خدمت کے لیے جہان حکم ہو حاضر ہون۔

ملکہ۔ دیکھا جائے گا۔ مین تمھاری خیر خواہ ہون مگر عباس خان تم اپنی جان سے خبردار رہنا۔ حبشی فرقہ تمھارا دشمن ہورہا ہے بہتر ہو تم حبشیون سے بچکر شہر چلے جاؤ۔

یہ کہکر ملکہ چاند نے بلا کسی جواب کے گھوڑے کو مہمیز دی اور بات کی بات مین اپنے جلوس مین ہورہی۔ اور خواجہ سراؤن سے کہا۔

تم لوگ سست آدمی ہو دیکھو مین نے اور میرے ہمراہ نے کیسی شجاعت کا کام دکھلایا۔

یہ کہکر ملکہ نے باز کے سر پر ہاتھ پھیرا - اور باز داروں کے سردار نے کہا حضور کو کس شخص نے باز پکڑ کر دیا ہے - گھوڑے کی لگام کسنے تھامی حضور نے بہت عجلت کی - غلام بھی ساتھ چلتے -
ملکہ - ایک اجنبی نے مجھے شکار بتا دیا - مجھے گھوڑے سے اُترنے کی زحمت نہوئی - خیر واپس چلو بہت شکار ہو گیا - شہر سے بہت دور نکل آئے - دھوپ تیز ہو گئی ہے - چھاتے سے بھی آفتاب کی تمازت دفع نہین ہوتی - کھوپڑی چٹخی جاتی ہے - ایک شخص میرے ہاتھ سے باز لے لے -

---

باب تیرھوان

کچھ تاریخی حالات

جب ملکہ چاند سلطانہ اپنے لشکر مین آئی اُسنے سوچا - لوگون نے مشہور کر دیا ہے اب لڑکے کی صورت دیکھنا نصیب نہو گی - بعض کہتے تھے کسی قلعہ مین تسمل پڑا ہوا ہے - کوئی کہتا تھا مر گیا - واقعی چند ناعاقبت اندیش بھی چاہتے ہین - ایسکے رحلت کر جانے سے فتنہ و فساد کی آگ دب جائیگی - لیکن اسطرح کبھی آتش فساد فرو نہین ہو سکتی - تا وقتیکہ باغیون کی اچھی طرح سرکوبی نہو جائے - افسوس کتنی دفعہ ہمارے شہر کی گلیون مین خون کی ندیان بہہ نکلی ہین - اگر مجھ مین ہمت نہوتی اور سہم کر بیٹھ رہتی - تو بیشک طوفان بپا ہو جاتا اور اُسوقت خدا جانے کیا سے کیا ہو گیا ہوتا - جب اُسکی مرحوم ماں نے اسکو میری گود مین دیا اسوقت یہ دودھ پی رہا تھا - یا اُسکے زخمی باپ نے اُسکا ہاتھ میرے ہاتھ مین دیا اور کہا اسے اپنا بیٹا سمجھو - کیونکہ اسنے ہمارے لیے اپنی جان دیدی - کیا مین نے اُسے بیٹا نہین سمجھا کیا بادشاہ سے ساتھ اُسکی پرورش نہین کی - اور اُسکی بچپن کی چلبلاہٹ کیا بھول گئی کیا اوسکے بہادرانہ کامون کی قدر نہین - کیا اوسکی عزت نہین بڑھائی -

اب لوگ مجھے سمجھاتے ہین وہ خونی اور کم ہمت ہے اُسنے الیاس خان کو فریب دیکر قتل کیا۔ اپنے ساتھیون کو کٹ جانے دیا اور خود بھاگ نکلا۔ یہ کل خیال بیجا ہین۔ اُسکے بستر سے بہادری برس رہی ہے۔ نسبت ہمتی کی کوئی بات پائی نہین جاتی۔ اُسنے بزدلی دکھائی ہوتی تو کبھی مجھ سے آنکھ چار نہ کرتا۔ اس لیے جبتک مین اسکی خود زبان سے باتین نہ سن لون کوئی راے قائم نہین کر سکتی۔ اگر بادشاہ خود ہوتا تو خوف نہ تھا۔ وہ بہت دور ہے اُسکے آنے کے لیے وقت چاہیئے۔ مگر خوف کی کیا بات ہے۔ اس سے بڑھکر کے پیش آئے ہین اور خدا نے میری مدد کی ہے۔ اور اب بھی مدد کریگا۔ لڑکا کل میرے پاس آئیگا۔ دربار مین حاضر ہوگا۔ اور ہمیشہ کی طرح جو اُسپر الزام لگائے گئے ہین دفع کریگا۔ مین اُس سے کہدونگی سچ سچ جو بات ہو کہدے۔ فوجی لوگ خود اُسکی زبان سے حال سُنکر خوش ہونگے یہ نسبت اسکے مین کہون۔ اے کمزور دل! تو کیون اُچھل رہا ہے۔ گو مین ناقص العقل عورت ہون مگر خدا تو دانا و بینا ہے۔ نیک و بد جانتا ہے۔ ضرور رحمت فرمائے گا۔

ان خیالات سے ملکہ کے دلمین کچھ تشفی ہوئی۔ وہ پھر ہنستے بولنے لگی۔ جب مجلس کے قریب پہونچی۔ خواجہ سرا حبشی ساتھ ہو لیے۔

یہان ہم چاہتے ہین اپنے ناظرین کو چاند سلطانہ کے کچھ تاریخی واقعات سُنائین۔ تاریخ فرشتہ کے مصنف محمد قاسم نے بہت سی باتین لکھی ہین لیکن عوام مین چاند بی بی کا چرچا تاریخی حالات سے کہین زیادہ پھیلا ہوا ہے اوسکے وقت کے واقعات سے ظاہر ہے کہ چاند سلطانہ بہت ہی لائق رحیم اور مدبر عورت تھی۔

چاند سلطانہ حسین نظام شاہ بادشاہ کی بیٹی تھی جب بیجانگر کے ہندو راجا کے مابین جنگ چھڑی اسوقت بیجاپور اور احمد نگر مین تعلقات بڑھانے کے لیے شاہزادون اور شاہزادیون مین شادیان ہوگئین تھین۔ اور رشتہ اتحاد مضبوط کر لیا گیا تھا۔ بیجاپور کے علی عادل شاہ نے اپنی بہن شاہزادہ مرتضیٰ

کو دیدی اور احمد نگر کے بادشاہ کی خوبصورت لڑکی چاند سلطانہ سے خود شادی
کر لی۔ وہ جنگ جسمین ہندو اور مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ دریائے کرشنا پر
ہوا تھا ۱۵۶۴؁ میں ہوئی تھی۔ اس جنگ میں طرفین کا عظیم نقصان ہوا۔
اور فتح کی خاص وجہ یہ ہوئی احمد نگر کے توپ خانے نے جو انگریزی
گولہ انداز کے ماتحت تھا۔ خوب کام دیا۔ پہلے جب ان شاہی خاندانوں
میں رشتہ داریاں ہوئی تھیں فتنہ و فساد کی آگ دب گئی تھی۔ لیکن اسدفعہ
سب سے زیادہ اثر ہوا۔ لڑائی کے اختتام پر بیجاپور کا بادشاہ اپنے
صوبوں کے انتظام میں مصروف ہوا۔ پہلے صوبے ہندو سرداروں کی
ماتحتی میں تھے وہ اکثر تکلیف دیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ سب جنگلی قوم
یعنی ویدر لوگ تھے۔ ویدر کا فرقہ ہندو مسلمانوں کسی کا کہنا نہ مانتا تھا۔ جبتک
اُسکی اچھی خاصی مرمت نہ ہوجاتی اور گرد نہ پڑجاتی اس نازک معاملے
میں ملکہ چاند نے بھی نہایت سرگرمی سے کام لیا۔ وہ اکثر ہندو رانیوں سے
ملنے جاتی اور بادشاہ سے ویدر لوگوں کی سفارش کرتی۔ مطلب یہ کہ جو
کام خونریزی کی وجہ سے ہوسکتا تھا وہ اُسے محبت کے برتاؤ سے پورا کر لیا کرتی
تھی۔ اس طرح بیجاپور کا رعب ہونے سے رفتہ رفتہ تمام علاقوں پر بادشاہ
کی حکومت جم گئی۔ گو اس کام میں کثیر وقت صرف ہوا۔ کئی سال گذر گئے
مگر معاملات ملکی سیدھے ہوگئے۔ اس زمانے میں ملکہ برابر اپنے شوہر کے
کام میں مدد دیتی رہی وہ اپنے شوہر کے ساتھ سیر و شکار میں بھی جاتی۔ چھوٹی
چھوٹی لڑائیوں میں بادشاہ کے ساتھ رہتی۔ اس لیے اسے جنگی کاموں
میں پوری مشق ہوگئی تھی۔ اسنے عربی۔ فارسی۔ ترکی علم ادب پڑھا تھا۔ وہ
کناری مرہٹے میں بول سکتی تھی۔ تصویرکشی۔ اور کشیدہ کاڑھنے میں بخوبی
مشاق تھی۔ وہ بین بجاتی اور گاتی بھی تھی۔ لیکن افسوس اُسکے کوئی اولاد
نہ تھی۔ شادی کے سولہ برس بعد اوسکا شوہر علی عادل شاہ ۱۵۸۰؁ء میں
فوت ہوگیا۔ اسوقت ملکہ کی عمر زیادہ سے زیادہ پچیس سال کی ہوگی۔
بادشاہ کے کوئی وارث تخت و تاج نہ چھوڑا۔ اسلیے اُسنے اپنے بھائی کے

لڑکے ابراہیم کو وارث تخت بنا دیا - اور خود اُسکی ولیہ مقرر ہوئی - اُسوقت ہندوستان مین بعد سلطنت مغلیہ کے یہی سلطنت ترقی پر تھی -

الغرض اسطرح ملکہ چاند کی پالیٹکس زندگی شروع ہوئی - اس سے قبل جو دیش و عشرت مین ڈوبی ہوئی تھی - اور سے سلطنت سے مس نہ تھا - اُسکا شوہر گو بادشاہ تھا - مگر مزاج سے بچپن کی لو بھین گئی تھی - وہ علم ادب کا شیدائی اور صلح پسند بھی تھا ہندوون کے راج کو تہ و بالا کر کے اوسنے اپنے پایہ تخت کی رونق دوبالا کرنے کے لیے وہ بڑے بڑے کام کرنے شروع کیے جو اُسکی عقلمندی اور شیخ خرچی کے اچھے ثبوت دے رہے ہین - اوسنے شہر پناہ کی دیوار پتھر کی کھنچوائی اور ایک عمیق خندق کھدوائی - جامع مسجد جسمین چھ ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے ہین - بصرف کثیر تعمیر کرائی - ایک حوض جسکا نام حوض شاہ پور رکھا تھا اُسکی جدت طبع کا نمونہ ابتک موجود ہے - حوض کے چارون طرف مسافرون اور سوداگرون کے لیے مکانات بنائے - ان کل کامون مین ملکہ چاند سلطانہ نے بھی اپنے شوہر کی رائے سے حصہ لیا - اور اونکی ساخت مین بادشاہ کی بڑی مدد کی - ملکہ چاند سلطانہ دل کی رحیم اور صلح پسند عورت تھی - وہ غریبون پر بیحد مہربان تھی - بادشاہ ملکہ کے اوصاف حمیدہ کا عاشق تھا - اس لیے اوسنے کوئی دوسرا محل اپنا نہ کیا -

میرے خیال مین ملکہ کی وہ تصویر جو بھرے دربار مین بادشاہ کی وفات سے قبل ایک پارسی نے کھینچی تھی یورپ مین موجود ہوگی - تصویر ایک بڑھی بنی ہوئی تھی - وارنش چڑھی ہوئی تھی - سرخ - سبز - زرد - نیلگون رنگ جھلک رہے تھے - چہرہ مہرہ بہت صاف اور خوبصورت تھا - بڑی بڑی غلافی آنکھون سے مستی ٹپک رہی تھی - محرابدار ابروون کے نیچے دیدون مین کاجل کی سیاہ تابی بہت ہی خوشنما معلوم ہوتی تھی لب لعلین سے مسکراہٹ عیان - شاداب رخسارے - گل گلاب کو مات کر رہے تھے - سنگ مرمر کی سی صراحی دار گردن دلفریبی کی ادا پیدا

کر رہی تھی۔ سینہ چوڑا۔ جسپر ہلکا سا ابھار ستم ڈھا رہا تھا۔ خلاصہ یہ کہ ستمین ملکہ تصویر کے چوکھٹے مین عجب آن و بان سے بیٹھی ہوئی مجسم جلال کی صورت بنگئی تھی اس تیز فہم شریف مگر بیوہ ملکہ نے کامل خان کو اُسکے منصب پر بحال رکھا اور نوجوان بادشاہ ابراہیم کی تربیت کا بار اپنی گردن پر لے لیا۔ ابراہیم چہارشنبہ و جمعہ کے سوا ہر روز ملکہ کے ساتھ دربار عام کیا کرتا۔ ملکہ برقع اوڑھے ابراہیم کے پاس بیٹھی رہتی۔ کامل خان کچھ دنون تک عہدہ وزارت کا کام بہت خیرخواہی اور عقیدت کیشی سے انجام دیتا رہا۔ مگر اوسکا قلب صاف نہ تھا۔ بے ایمانی اور دغابازی کھری ہوئی اس لیے وہ ملکہ اور نوجوان بادشاہ سے خار کھاتا تھا۔ اُسکے دل مین ٹھنی ہوئی تھی کسی طرح ملکہ اور ابراہیم مین ان بن ہو جائے اُسکی خبیث النفسی بخوبی پھیل گئی تھی۔ لوگون کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتے تھے ملکہ نے اُسکی بدنیتی سے بدظن ہو کر اُسے دربار سے نکلوا دیا۔

کشور خان جو اُسکے مرحوم شوہر کا دوست تھا۔ ابھی تک اُسکے چال چلن پر کسی قسم کا حرف نہین آسکا تھا۔ وہ جان نثار سلطنت کہلاتا تھا۔ ایک روز ملکہ چاند سلطانہ نے اُسے دربار مین بلایا۔ وہ کچھ آدمی لے کر قلعہ مین پہونچا۔ کامل خان جسکا وہان کوئی معین و مددگار نہ تھا۔ ملکہ کی برہمی سے باہری دیوار کی طرف بھاگا خندق مین کودا اور تیر کر پار ہو گیا۔ وہ شہر پناہ کی دیوار سے بھی پگڑی کی کمند بنا کر اُس پار ہو گیا۔ ملکہ کے حکم سے کچھ سوار کامل خان کے دنبال مین دوان ہوئے۔ انجام کار وہ احمد نگر کی راہ مین گرفتار کر لیا گیا۔ وہ بدلگام تھا اس لیے ملکہ کے حق مین خلاف شان بات کرنے سے اسکا سر قلم کر دیا گیا۔

چونکہ اس پر آشوب زمانے مین لائق اور وفادار مدبر شخص کا وزارت کے لیے ملنا دشوار تھا۔ اسلیے کشور خان جو مستطیع اور سلطنت کا جان نثار سمجھا جاتا تھا۔ عہدہ وزارت پر مامور ہو گیا۔ مگر اتنی بڑی ثروت پا کر وہ بھی جادہ کبر و نخوت سے مخمور ہو گیا۔ وہ سمجھتا تھا کل کاربردازان سلطنت

کی تکمیل میرے ہاتھ میں ہے۔ وہ اعلیٰ و ادنےٰ کسی کی عزت نہ کرتا۔ ہر ایک سے جھلّاتا اور تنبیہ کرتا۔ بڑے بڑے روسا و امرا کی عزت دم میں اُتار لیتا۔ رفتہ رفتہ ملکہ کے کان میں کشور خان کی بیجا اور نا سزا حرکتوں کی خبر پہونچی مگر وہ طرح دیگئی کشور خان بدستور اپنے عہدے پر کام کرتا رہا اُس کا دماغ عرش اعلےٰ پر پہونچ گیا اوسنے سید مصطفےٰ خان کو بنکاپور کے حاکم بنانے کی نیت کی۔ مگر اوسکی یہ نیت بالکل جال اور فریب سے معمور تھی۔ کشور خان نے شاہی مہر لگا کر ایک حکمنامہ مخفی طور سے لکھا۔ اور جسمیں تحریر کیا مصطفےٰ خان پہونچتے ہی تہ تیغ کیا جائے۔ چنانچہ بنکاپور کے نائب نے قلعے کے افسروں سے رائے لیکر بدقسمت مصطفےٰ خان کو پہونچتے پہونچتے ختم کر دیا۔

کشور خان کی اس جعلی حکمنامہ کی خبر سُنکر اور مصطفےٰ خان ایک ہوشیار شخص کے ہلاک کر دیے جانے سے چاند سلطانہ کو از حد رنج ہوا۔ چونکہ کشور خان وزیر تھا دکھنی رسالے اُسکے ماتحت تھے۔ شاہی خزانوں کی کنجی اُسکے ہاتھ میں تھی دیوانی اختیارات اور ملکی معاملات پر پورا عبور تھا۔ بغیر اوسکی رائے کے تہ پل نہ سکتا تھا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کو ملکہ نے بیجاپور پر حملہ کرنے کی اور اُسکو اپنی سلطنت میں ملا لینے کی ترغیب دی۔ اس افواہ سے کشور خان کے ہاتھوں کے طوطے اوڑ گئے۔ وہ جسطرح بیٹھا ہوا تھا اوٹھ کھڑا ہوا۔ اور نوجوان بادشاہ ابراہیم کی خدمت وفاداری جتانے کے لیے حاضر ہو گیا۔ قریب تخت پہونچکر سلامی کی۔ اور خوشامد و منت سے کام لینے لگا۔

عرض کیا۔ یا تو احمد نگر کی دغاباز شاہزادی یعنی ملکہ چاند سلطانہ قتل کر دی جائے یا کسی دور دراز قلعے میں نظر بند ہو جائے۔ ورنہ حضور کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ اور خانہ زاد کے کیے کچھ نہو سکے گا۔

بادشاہ نے دور اندیشی سے کام لیا تھا۔ فکر کی جائے گی۔ الغرض نوجوان بادشاہ نے بڑی دلیری سے اپنی چچی کی جان بچائی۔ ملکہ چاند سلطانہ کو ذلت کے ساتھ حرم سے نکالکر ستارہ کی پہاڑی پہاڑی میں بھیجدیا۔ ستارے کی پہاڑی احمد نگر سے ایک سو بیس میل دور تھی۔

لیکن نمک حرام وزیر کشور خان کو ملکہ کے شہر بدر ہونے سے بھی کل نہ پڑی اُس نے ارکین
سلطنت کو جو اس ملکہ کی محبت کا دم بھرتے تھے کچھ ایسی پٹیاں پڑھائیں کہ وہ
ملکہ کی مخالف بن گئے - یہاں تک کشور خان نے نوجوان بادشاہ کو بھی شہر بدر
کرنا چاہا - اور خود تخت حکومت پر بیٹھ کر حکمرانی کی آرزو دامنگیر ہوئی - ایک روز جب
کشور خان شاہی گارد کے ہمراہ شہر کی گلیوں میں گشت کو نکلا - عورتوں نے کنکر
پتھر مارنا شروع کیے اور مصطفے خان کا خونی اور ملکہ چاند سلطانہ کو شہر بدر کرنے والا
کشور دین نابکار کی خوب خبر لی ابھی مصطفے خان ملک ہی میں تھا ایسے نازک وقت میں بھاگنے
کی فرصت کہاں - دوم ملکہ کے طرفدار بھی غافل نہ تھے - کشور خان نے قبل اس واقعہ
کے بہت سی فوج شمال کی طرف بھیجدی تھی وہ سمجھتا تھا شمال میدان صاف ہو اور
ملکہ کے طرفدار کچھ کر نہیں سکتے - لہذا ادھر بھاگ کر اس وقت جان بچانا چاہیے مگر
یہ خیال غلط نکلا - وہ فوج بیجاپور کی طرف پلٹی آرہی تھی - کشور خان نے گھبرا کر
اور جب شمال کی طرف پناہ نہ ملی - گولکنڈے کی طرف رخ کیا - مصطفے خان کے
ایک رشتہ دار نے مصطفے خان کا نعم البدل چکا دیا یعنی اوسے کتے کی موت
مار ڈالا -

جب نوجوان بادشاہ کو کشور خان سے نجات ملی اپنی چچی کو فوراً بلا بھیجا اور
اُسے سلطنت کے کاروبار میں پورے اختیار دیدیے - نیا وزیر اخلاص خان حبشی تھا - مگر
وہ بھی اپنی صورت کی طرح بدہیئت شخص تھا - سنگدل تند مزاج اور بہت ہی چڑچڑا تھا
اس زمانے میں حبشیوں اور دکنیوں کے درمیان جھگڑے پیدا ہو گئے تھے -
گلی کوچوں میں ذرا سی بات پر خون کی ندیاں بہ جاتی تھیں - اس طوفان بے تمیزی
کی خبر سنکر بیدر اور گولکنڈہ کے شاہوں نے اچھا موقع دیکھ کر حملہ کرنے کی ٹھانی
انھیں خبر لگ گئی تھی شہر میں صرف دو ہزار سپاہی سے زیادہ فوج نہیں ہے
گو اخلاص خان کے مزاج میں سختی تھی لیکن وفادار اور بہادر مرد تھا - اُسنے
شہر کے بچاؤ کا معقول انتظام کیا - ملکہ اپنے نوجوان بھتیجے ابراہیم شاہ
کو لیے ہوئے دار الخلافت سے کسی دوسری جگہ جا نہ سکتی تھی - چنانچہ برسات
کا موسم تھا لہذا ملکہ کو سخت تکلیف ہوئی - پھر بھی اپنے سپاہیوں کو خوش کرنا

ہمت دلاتی اور ہدایتین کرتی رہی۔

رسالے کے دو کمپنیون نے دشمن کے چارے اور رسد کے سامان کو تبد کرکے خوب کام کیا۔ جس سے اونکی فوج مین تلاطم پیچ گیا۔ آخر کار ایک دن زیادہ پانی برسنے سے بیس گز کی دیوار گر گئی۔ دشمنون کو حملہ کرنے کا خوب موقع تھا۔ لیکن فوج مین پھوٹ پھیلی ہوئی تھی اسوجہ سے حملہ کرنے کی جراءت نہ پڑی۔ اس سے ملکہ نے بہت فائدہ اٹھایا۔ خود اس منہدم دیوار پر کھڑی ہوگئی شہر کے معمار کاریگر ون کو بلاکر رات ہی رات تمام دیوار کھڑی کرا دی۔ اور پشتہ لگا دیا۔ مزدور ون کو انعام اکرام دیے۔ اور خود چندروز وہین قیام کیا۔ دشمن کچھ بنا نہ سکے۔

حبشیون کی تندمزاجی اور سختیون کے برتاؤ سے سلطنت کی حالت بہت ہی خطرناک ہورہی تھی۔ تمام سرداران اور بہی خواہان مملکت احمدنگر ملکہ کے پاس گئے اور التجا کی۔

حضور عالیہ اور بادشاہ سلامت پر ہم لوگ قربان ہونے آئے ہین۔ اب آپ بیت السلطنت کو مراجعت فرمائین۔ تمام جان نثاران شاہی حضور کے اشارے پر کام کرینگے۔ حبشیون کے تابع فرمان ہونا کسی کو منظور نہین۔

ملکہ نے عمائدین شہر کی التجا قبول کرلی۔ ایک وزیر جسپر لوگون کو اعتماد تھا نیا مقرر کیا گیا۔ اور ایک مہینے کے اندر پرانے سپاہیون کی بیس ہزار پلٹن تیار ہوگئی۔ ملکہ کے جوش اور ذاتی بہادری سے سب مین ہمت پیدا ہوئی۔ حتی کہ نئی فوج بھی ملکہ کے زیر فرمان ہوگئی اور اوسکی خلوص طینتی اور منصف مزاجی کی قدر کرنے لگی۔ اب کیا تھا باغیون کی دال گلنے نہین پائی۔ جو شہر ایک سال سے زیادہ گھرا رہا جہان آئے دن کشت وخون ہوا کرتا تھا۔ تمام سلطنت مین جسکی لاٹھی اوسکی بھینس کی کہاوت ہورہی تھی۔ اب دیکھیے امن وامان کا بازار قائم ہے۔ ملکہ کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ کوئی چون نہین کرسکتا۔ یہانتک کہ دشمنون کو محاصرہ اٹھا لینے کی نوبت آگئی۔ فوجین جدا جدا بادشاہون کی آئی تھین اپنے اپنے ملک کو واپس گئین۔ اور ملکہ کو صلح کی امید ہوئی۔

افسوس! ابھی اچھی طرح تسلط ہوا تھا کہ دلاور خان فوج کے جنگی افسر نے دھاوا کر کے اس نئے وزیر سے اختیارات چھین کر اُسے اندھا کر دیا۔ جس سے سخت کشمکش پیدا ہو گئی۔ ملکہ کو صرف اسی قدر اختیار رہ گیا کہ وہ محل کا انتظام کرے۔ اور نوجوان بادشاہ کے پڑھنے کا خیال رکھے۔

چونکہ دلاور خان تجربہ کار اور لائق تھا سلطنت کی بہبودی کے سامان پھر فراہم ہو گئے۔ پہلے تو کوئی اُسے پوچھتا نہ تھا۔ لیکن اب پھر اوسکی عزت ہونے لگی۔ فتنہ و فساد کی آگ خود بخود دب گئی۔ صلح کل حیثیت سے لوگ آپس میں رہنے لگے۔ جن واقعات کا ذکر کیا گیا ہے قریب قریب چار برس کے اندر ہوئے تھے۔ ادھر بادشاہ بھی بلوغت پر پہنچنے والا تھا اور اُسے کامل اختیارات ملنے والے تھے۔ اس وجہ سے اگلی سب چپقلشیں بالکل مفقود ہو گئیں۔

لیکن اس بے چینیوں کے دفع ہونے کا - ہم سے مطلب نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ مرتضے بادشاہ نے اپنے خلف الرشید شاہزادہ حسین کے ساتھ خدیجہ سلطانہ کی شادی کے بارے میں جو نوجوان بادشاہ ابراہیم کی بہن تھی پیغام بھیجا چونکہ بیجاپور کی تمام دقتیں دور ہو گئیں تھیں۔ ملکہ چاند سلطانہ دلہن خدیجہ کے ساتھ ہولی اور احمد نگر کے عمدہ عمدہ رسالے کے جوان برات کی شان دکھلانے لگے۔ ملکہ کو امید تھی کہ بیجاپور مامون و مصئون سلطنت ہے کسی قسم کا جھگڑا پیدا نہیں ہو سکتا۔ لہذا شادی میں خوب چہل پہل رہے گی۔ مگر اُس کا یہ خیال غلط نکلا اُسے معلوم ہوا ابھی قضیہ مٹا نہیں جھگڑے بکھیڑے مچے رہتے ہیں۔ اور اسوقت سے جب میں اسے چھوڑ کر احمد نگر آئی تھی اب زیادہ خرابی آ گئی ہے ملکہ کا بھائی مرتضے شاہ جو تند مزاج اور چڑ چڑا تھا در حقیقت پاگل ہو گیا۔ اور اپنے بیٹے میرانؔ کی جان کے پیچھے پڑ گیا۔ میران بھی غافل نہ تھا۔ ایک دن موقع پا کر شب کو موقع لینے کے لیے باپ کی شبستان عشرت میں گھس گیا۔ مرتضے شاہ پلنگ پر سو رہا تھا۔ میران چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ اور خنجر آبدار سے گلا تراش لیا۔ تاریخ فرشتہ میں اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ لیکن ملکہ چاند سلطانہ کا ذکر نہیں کیا۔ شاید وہ اسوقت قلعہ میں ہو گی۔ میران نے اپنے باپ

ہلاکت کے بعد چند دنوں سلطنت کی ہو گئی۔ اسکا وزیر تاک میں تھا۔ ایک روز موقع دیکھ کر میراں کو پکڑ لیا۔ اور لعنت و پھٹکار کے بعد سر قلم کر کے کنگورے پر لٹکوا دیا۔ اس سانحہ کی خبر تشہیر ہوتے ہی لوگوں میں ہلڑ مچ گیا۔ قلعہ محصور کر لیا گیا۔ شریف بیچارے بلا گناہ نذر تیغ بے دریغ ہو گئے۔ ملک میں پھر بے اطمینانی پیدا ہو گئی۔

اس واقعے کے بعد اسمٰعیل خان جو مرتضےٰ نظام شاہ کے بھائی نظام برہان کا بیٹا اور ملک جمال الدین سلطانہ کا بھتیجا تھا تخت حکومت پر بیٹھا۔ اور جمال خان جو دکھنی لشکر کا سردار تھا نائب السلطنت کے عہدے پر ممتاز ہوا۔ بیجاپور اور برار کی ریاستوں نے اس نیابت کو منظور نہیں کیا۔ جمال خان نے برار کی فوج کو پسپا کیا لیکن بیجاپور سے صلح ہو گئی۔

ملکہ چاند جو آئے دن کی لڑائیوں سے تنگ آ گئی تھی۔ اور لڑنے کی طاقت نہ تھی بیجاپور کی فوج کے ہمراہ جو ان دونوں لڑائی پر جا رہی تھی بیجاپور کی منتظر تھی دارالخلافت بیجاپور لوٹ آئی۔ نوجوان بادشاہ خلیل و قدم کے ساتھ اپنی مملکت میں لایا اور بڑے تپاک سے خاطر مدارات کرتا رہا۔

ملکہ چاند سلطانہ نے امور ملکداری میں دخل دینا مناسب نہ سمجھا کیونکہ بادشاہ ابراہیم نے خوب انتظام کیا تھا۔ اصول جہانداری کے ساتھ ہر کام ہو رہے تھے۔

احمد نگر میں اور فساد بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ جیسے ہمارے قصے کو کوئی لگاؤ نہیں۔ اسمٰعیل جو تخت پر بیٹھا ہوا داد حکومت دے رہا تھا اسکے باپ برہان نے اسیر کر لیا۔

کیونکہ خاقان اکبر شہنشاہ دہلی نے برہان سے ہمدردی دکھلائی تھی۔ انجام کار اسمٰعیل کو تخت سے سبکدوش ہونا پڑا۔ برہان خوشی خوشی تخت پر جلوہ گستر ہوا۔ اور ۹۹۹ھ میں اس دار ناپائیدار سے عالم بقا کی طرف رحلت کر گیا۔ باپ کی وفات کے بعد اسکا چھوٹا بیٹا ابراہیم جو کہ خود مزاج شاہزادہ تھا۔ تخت کا مالک ہوا۔ بیجاپور میں ملکہ چاند بی بی چین سے رہی۔ اور اپنے بھتیجے ابراہیم شاہ کے ایما سے شاہی لشکر کے ساتھ شکار گاہ یا مہم پر جایا کرتی تھی۔ ابراہیم شاہ

بھی اپنی چچی کے ساتھ ہر مہم میں شریک ہوتا تھا۔

باب چودھواں

[illegible]

عباس خان کا یہ ارادہ تھا کہ بیجاپور کے کسی خفیہ مقام پر [illegible] میں پہلو تہی
کرے۔ یا اسکی جستجو میں وقت ضائع کرے۔ اگر وہ شہر کی بیشتر گلیوں سے پھرتا ہوا بازار
کو جاتا تو چھٹیوں سے صرف نظر تھا۔ اسکی شان [illegible] وہ جن دوستوں سے
ملتا تھا خلوص دل سے ملتا تھا۔ بڑے بڑے سوداگر مہاجن اور دوسرے
پیشے والے عباس خان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کسی وقت عباس خان
کو پادری کی دلچسپی اور اسکی بہن میری کی معزز آدمیوں سے ملاقات کرانے کا
شوق پیدا ہوا تھا۔ اور چاہتا تھا کسی آرمینی دوست کے یہاں ان دونوں کو
ٹھہرا دے لیکن پادری اسکو پسند نہ کرتا۔ آرمینیوں کے یہاں سکونت کرنا مناسب
نہ سمجھی۔ اور اسکی مخالفت کی۔ یہ لوگ سچے ایمان ہیں۔ عباس خان مجبور ہو کر
اسوقت عباس خان گھوڑے پر سوار خیالی گتھیوں کو سلجھاتا چلا جاتا تھا
اتنے میں ایک شاہی قبرستان ملا جسکی چار دیواری کے اندر ایک عمارت
تھی جو علی عادل شاہ کے روضے سے منسوب تھی۔ اسوقت بھی سر بفلک مسجد
تعمیر ہو رہی تھی سیکڑوں مزدور اور کاریگر لگے ہوئے تھے۔ عباس خان نے
جنوبی مشرقی پھاٹک سے نکل کر شہر کے بیرونی حصوں کو طے کرتے ہوئے اپنے چچا
حمید خان کے مکان کی طرف عنان توجہ منعطف کر دی۔

عباس خان اپنے اسباب اور پادری کے آنے کی خبر خط کے ذریعہ سے
پہلے ہی کر چکا تھا اسلیے دروازے پر نعمان خان اور خواجہ سراؤں کا غول مع چند
مخلد اور عورتوں کے انتظار کھینچ رہا تھا۔ عباس خان کو آتے دیکھ کر استقبال
کے لیے آگے بڑھا۔ کوئی گل افشانی کر رہا ہے۔ کوئی نذر و جواہر لٹاتا ہے۔
عباس خان خواجہ سراؤں کو یہ حکم دے کر کہ پادری صاحب اور اسکی بہن میری کا

کی رہایش کا کافی انتظام کر دیا جائے۔ محل مین داخل ہوا۔ اسکی چچی فاطمہ بیگم معہ کنیزون کے اوسکی آمد کی منتظر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ مدت کے بچھڑے بھتیجے کے گلے سے اگر مجوشی کے ساتھ لپٹ گئی۔ رخسارون کو چوما سر اور پشت پہ ہاتھ پھیرا۔ ہاتھون کو بوسہ دیا اور انجام کار اوسے گود مین بٹھا لیا۔

فاطمہ بیگم کے کوئی لڑکا نتھا۔ ایک بچہ پیدا ہوا تھا اُسے بچپن ہی مین دایہ اجل نے گود مین لے لیا دو لڑکیان تھین جنکی شادی ہو گئی تھی۔ دونون اپنے اپنے شوہرون کے ساتھ اپنے اپنے گھرون مین تھین۔ اب یہ نیک بی بی عباس خان کو جو اسکے شوہر کے مرحوم بھائی کا لڑکا تھا اپنا لڑکا سمجھتی تھی۔ عباس خان بادشاہ کے کوکا بھائی کی طرح اسوقت تک محل مین پلا جب تک اسکی عمر نے اوسے محل مین رہنے دیا۔ اسکے بعد اپنی چچی کے پاس پرورش پاتا رہا۔ جب جوان ہوا ریاست کیطرف سے لڑائی مین جانا پڑا۔ اُسوقت سے فاطمہ بیگم نے عباس خان کی شکل نہ دیکھی اور اب جو آیا تو کئی مہینے گذر گئے۔

فاطمہ بیگم نے آنسو بہائے اور خوش ہو کے کہا۔

"میرے بچے تو پہلے سے کیسا دبلا ہو گیا ہے پہچانا نہین جاتا۔ بیٹا۔ ابھی زرہ بکتر اوتار۔ جب تک حمام گرم ہو میرے پاس بیٹھا رہ۔ اور اپنی بیتی ہوئی کیفیت بیان کر۔ اچھا پہلے تو غسل کر لے۔ کھا لے۔ پھر مین تجھ سے باتین سنونگی۔ مین نے باغ مین تیرے دوستون کے لیے شامیانہ کھڑا کر دیا ہے۔ جہان وہ بالکل الگ بے تکلف اور یہان کی بہ نسبت زیادہ آرام سے رہینگے۔ اب جاؤ جہان تک جلدی ہو سکے نہا کر تازہ دم ہو آؤ۔"

عباس خان کو اپنے دیرینہ شفیق احباب سے ملنا کسی حالت مین منظور نہ تھا تاوقتیکہ وہ حمام کر کے تازہ دم ہو جائے۔ زرہ بکتر۔ ٹوپ اوتار نے نہانے اور نئے کپڑے پہننے سے اُسے وہی آرام ہو سکتا جسوقت اسنے اپنا گھر چھوڑا تھا۔ درحقیقت اُسے اُسدن سے ایک منٹ بھی آرام سے نہ گذرا۔ اسنے میدان جنگ مین بڑی محنت کی تھی۔ ہمیشہ نت نئے ہنگامے پیش آتے رہتے۔ باغیوت سے جنگ کرنی پڑی تھی۔ ہر وقت

فکر و تردد سے سامنا رہتا تھا وہ اپنے آدمیوں پر بھی پورا اعتماد نہ تھا بجز دس آدمیوں کے تمام گھر کے آدمی اُسکے چچا حمید خان کے ہمراہ تھے - اور جو فوج اُسکے اختیار میں تھی اُسکا مطلق اعتبار نہ تھا کیونکہ اکثر وہ خلاف ہو جاتی تھی اور سرکشی کرتی تھی -

عین الملک کی چالون کی استحکام ہونے کے قبل بیجاپور کے سپاہیوں کو اس بات پر پورا اطمینان نہ تھا کہ وہ شاہزادہ اسمٰعیل کے طرفدار بنکر انعام - جاگیر - عزت - مرتبہ حاصل کرینگے اور وفادار کہلائینگے -

عباس خان کی حالت بہت وجوہ سے خراب ہو رہی تھی تاہم ایک بات تھی کہ حکومت کی طرف اُسکا دھیان تھا اور وہ اپنا فرض ادا کرنے کے لیے ہر قسم کے خطرون کا مقابلہ کرتا تھا - اُسکے تیز مزاج کا چچا حمید خان کبھی اُسکے قصورون کو درگذر نہ کریگا - ذراسی غلطی پر کافی سزا دیگا - یہ اُسکا خیال تھا -

مجھے اون سانحون کے لکھنے کی کوئی ضرورت نہین جو ناظرین اس کتاب مین پڑھ چکے ہین - ہم اپنے قصہ کی طرف رجوع کرتے ہین -

عباس خان نہاکر تازہ دم ہو گیا - اُسکے چچا کا خاص حقہ ایک خواص نے لاکر رکھ دیا - عباس خان سرگذشت بیان کرنے لگا - زخم بہت دن ہوئے اچھے ہوگئے - لیکن ململ کے باریک کرتے سے جو اسوقت زیب جسم تھا زخم کی سیاہی نمودار ہو رہی تھی -

فاطمہ بیگم خوشی خوشی چوکی پر بیٹھ گئی - عباس خان اپنا قصہ بیان کرنے لگا - فاطمہ بیگم کی آنکھون سے آنسو ٹپک پڑتے - کبھی روتی - کبھی چہرہ تلملا جاتا - لیکن اب اُسکے بھتیجے نے اس بات پر زور دیا کہ اُسکی نسبت لوگون نے کیا افواہ اڑائی ہے - اور کیونکر ان بدخبرون کو مشہور کیا ہے تو فاطمہ بیگم دم بخود ہو گئی -

پھر اُسکی چچی نے کہا -

"ملکہ نے کل مجھے بلا بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ تم سے کچھ نہ کہون - وہ ابھی

رات کو تم سے ملنا چاہتی ہیں اور ہر ایک بات سے تم کو خبر دینگی - تم کو اوس محبت کی جو تم کو مجھ سے اور ملکہ سے ہے گواہی دینا پڑے گی - میں نے تم سے کچھ نہیں کہا ہے - اطلاع دینے کے لیے نامہ بھیج دی ہے - آجکل ملکہ تارو بیہ بیجاپور میں ہیں اور شام کی نماز پڑھکر وہاں سے روانہ ہونگی جب آجائینگی تمہیں کچھ معلوم ہوجائیگا - اس درمیان میں بیسوں آدمی تم سے ملنے آئینگے اور انسے کچھ نہ کچھ حالات معلوم ہوسکتے ہیں گے - مگر خیال رکھو جبتک ملکہ اپنی زبان سے کچھ نہ کہے کسی کی بات کا اعتبار نہ کرنا - جب ملکہ کی زبانی سن لینا - یقین کرنا -

عباس خان - اس گفتگو کا مطلب ہے - تمہاری آنکھوں میں آنسو کیوں بھرے ہیں - ظاہر ہے سے نہ بتانا - مجھے خوب معلوم ہے سوا عباس خان کے کون دشمن ہوگا - مجھے اوس سے کوئی خوف نہیں -

فاطمہ بیگم - (سنبھل کر) بیٹا! تجھے نہیں بتا سکتی - تیرے لیے ہر تکلیف برداشت کرسکتی ہوں - خدا تیری عزت و آبرو بچا لے - مجھ سے سوال زیادہ نہ کرو - ملکہ تیری طرفدار ہیں - تجھ سے محبت کرتی ہیں - وہ تجھے دشمنوں سے بچنے کی تدبیر بتا دینگی - خدا چاہے گا جو بہتان تجھ پر باندھا جاتا ہے جھوٹ ثابت ہوگا - تیرے دشمن سزا پائینگے - یہ مجھے امید ہے اچھا جاؤ بیٹا دیوانخانے میں بیٹھو لوگ تجھ سے ملنے آگئے ہیں - وہاں اس بات کا چرچا ہوگا - کچھ نہ کچھ بھید معلوم ہی ہوجائینگے - میں تجھ سے کہہ چکی ہوں ملکہ تجھ سے کچھ کہینگی - اونہیں تم سے بڑی محبت ہے وہ بہت عقلمند ہیں - فہم و فراست میں مردوں کے کان کاٹتی ہیں - اب جاؤ جو کچھ میں نے کہا ہے بھول نہ جانا -

عباس خان اوٹھکر دیوانخانے میں آیا - دوستوں سے ملاقات کی - سبہ کو مسجد میں نماز پڑھنے گیا - اور جب وہاں سے اوٹھا تو سیدھا پادری انتونیو کے ڈیرے میں آیا - ہر پادری اور پادری عباس خان کی اچھی [illegible] سے مشکور تھے دیرتک اوسکی حسن و لیاقت اور اخلاق کی تعریف کرتے رہے -

پادری نے کہا۔ میری بہن بہت دنون تک تمھارے ساتھ رہی ہے۔ اس سے وہ یہان رہنا پسند کرتی ہے۔ لیکن ہم کو اس بات کا خیال ہوتا ہے۔ کہ عیسائیون کا مسلمانون کے گھر رہنا بیجا اور تمھارے لیے تکلیف دہ ہوگا۔ اسکے علاوہ اس شہر کے لوگ تم پر الزام لگا رہے ہین۔ اور لگائینگے۔ اس لیے ہم نے آرٹسٹ گکیبل فرنگاری سے بندوبست کر لیا ہے جسے تم نے ازراہ مہربانی میرے پاس بھیجا تھا۔ اور جسے ملکہ کے حکم سے ایک خالی مکان جو باغ کے متصل ہے رہنے کے لیے دیا گیا ہے۔ ہم سمجھتے ہین وہان کی بود و باش بہت مناسب ہی ہر طرح کا آرام ملیگا۔ اوسکی بی بی بہن اور بچے اوسکے پاس ہین۔ اسباب خانہ داری بھی ہمراہ ہے طرز معاشرت بہت اچھا ہی۔ اس کے علاوہ وہ ہمارے ملک کے باشندے بھی ہین۔ ہمارے اون کے خوب نبھیگی۔ اور خان صاحب آپ کی اجازت سے ہم شام کو وہان چلے جائینگے۔

درحقیقت پادری کی گفتگو راستی سے بھری ہوئی تھی۔ اُسکا خیال صحیح تھا اگر عباس خان کے مکان مین عیسائی پادری اور اوسکی بہن رہتی تو وا قعی نامناسب بات تھی۔ گکیبل فرنگاری بہت لائق آدمی تھا اور ان دنون اثار محل کے کمرون کی تصویر کھینچ رہا تھا۔ اوسکے ساتھ عزت سے سلوک کیا جاتا تھا پہلے پہل اسنے اپنے وطن مین گرجون مین تصویر بنانے اور کمرون کے چوکھٹون کے بنانے کا کام شروع کیا تھا۔ پھر اوسنے گوا مین ملازمت کر لی۔ جب اوسے بیجاپور کا شاہی حکم طلبی کے لیے پہونچا۔ اوسنے نا منظور کرنا مناسب نہ جانا اور چلدیا۔ بیجاپور مین اسکی بڑی قدر ہوئی مرادسے محلون کے رنگنے اور تصویر کھینچنے کا کام ملا۔ جہان اوسنے تصویر کھینچے ہین بہت کچھ انعام و اکرام حاصل کیا۔

گرد و نواح کی مسجدون سے نمازیون نے اذان بھی نہین دی تھی۔ اور ابھی بان والی مسجد سے بھی اذان کی آواز نہین آئی تھی۔ کہ عباس خان کو چوبدار نے خبر دی۔ شاہی ملازمون مین سے ایک شخص اُس سے ملنا

چاہتا ہے۔ عباس خان دیوان خانے میں آیا۔ دیکھا ملکہ چاند کا خاص اردلی بیٹھا ہوا ہے۔ عباس خان نے پوچھا کیا کہنا چاہتے ہو۔ اردلی نے جھک کر کان میں کہا۔

"ملکہ عالم تم سے ملنا چاہتی ہیں اور پیام دیا ہے اول وقت شب کو جب دربار برخاست ہو جائے گھر سے اکیلے ہو جانا۔ اس سے آپ چپکے پہلے سے حاضر ہو جائیں کہ ملنے کے وقت غیر حاضری نہ ہو۔ میرے خیال میں ذرا نکلکر پیدل دربار گھر سے نہ جانا بہتر ہے۔ مگر اس طرح نہیں کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ ساتھیوں کو بھی لیتے آیئے گا۔

عباس خان۔ میر صاحب! میں تمہاری اس ہدایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں درحقیقت تم میری از حد خبر گیری رکھتے ہو۔

اردلی۔ خدا نخواستہ حضور کا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔ اقبال جہانبانی آپ کے سر پر سایہ فگن ہے۔ ملکہ کے منظور نظر ہیں۔ تاہم ایسے شخص کو جس کے دشمن بہت ہوں ہوشیار رہنا چاہیے۔ کیونکہ بعض وقت محل کا قرب و جوار خطرے سے خالی نہیں رہتا۔ اسلیے ہوشیاری شرط ہے۔

عباس خان۔ بہت خوب۔ ہوشیار رہونگا ملکہ تو خیریت سے ہیں۔

میر صاحب۔ وہ آج سوار ہوئی ہیں جس طرح کبھی وہ اپنے مرحوم شوہر کے ساتھ سوار ہوا کرتی تھیں جب شوہر حیات تھے بڑی شان و شوکت سے شکار کو جاتی تھیں۔ شکاری باز دست چپ پر بیٹھا رہتا تھا۔ اس وقت کا لطف کیا بیان کیا جائے۔ بہت ہی خوش آئند تماشا دکھائی پڑتا تھا۔ آج ہم جب ان کے پاس پہنچے ہوئے اور پرانی باتیں چھیڑ دیں۔ حاضرین کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ صاحب! دکھنیوں اور حبشیوں کو ہم کیا کریں جنہیں باہمی نزاع اسقدر پھیل گئی ہے کہ ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو رہے ہیں۔ ذرا ذرا سی باتوں پر کشت و خون ہو جایا کرتا ہے

عباس خان۔ یہ تو بڑے جھگڑے پیدا ہو گئے ہیں۔

میر صاحب۔ ہاں صاحب! ابھی کوئی ہفتہ بھر ہوا ہوگا۔ ۹ آدمی قلعہ کے

دستی میدان میں جوان کنواں سے ضائع گئے اور کئی آدمی مجروح وخستہ ہوئے
ان میں ایک سپاہی ہے عدالت میں جسکی تحقیقات ہوگی۔ مجھے امید ہے
اسے سزائے موت ملے گی۔ تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ اچھا جناب میں جاتا
ہوں۔ دربار میں ضرور تشریف لایئے گا۔ بندہ آپکا انتظار کریگا۔

عباس خان کو معلوم ہوگیا معمول سے زیادہ ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ حالانکہ
ملکہ کے روبرو کوئی خطرہ نہیں مگر محل کے آس پاس اور خاصکر رات کے وقت
ضرور خطرہ ہے۔

جب وقت قریب آگیا عباس خان نے ہوشیاری کے ساتھ کپڑے پہنے
لوہے کی بنی ہوئی کڑیوں دار زرہ جو تلوار کا وار برداشت کر سکتی تھی
زیب جسم کی۔ اسپر زرد مخمل کا کرتہ اور کرتے پر دبیز کپڑے کا چغہ پہنا۔ پگڑی
کی تہوں میں بھی زنجیر باندھ لی۔ جو بادی النظر میں دکھائی نہ پڑتی تھی۔ اور
سر کی بخوبی حفاظت کر سکتی تھی۔ اسطرح اپنے جسم کو محفوظ کر کے اور ہلکا سا خنجر
کمر سے لگا چاق وچوبند ہوگیا۔ پھر ایک اطلس کا دوپٹہ کمر میں باندھا اور کشمیر کا
خوبصورت دوشالہ اوڑھکر ملکہ کی ملاقات کے لیے چل کھڑا ہوا اسکا منہ بھی
ماتحت رسالے کے کچھ آدمی اور یمین خان علمبردار اور چار [illegible] اسوقت کی ہو
ساتھ ہو لیے۔

ان کو گومدت

عباس خان کے مکان سے قلعے کے بڑے پھاٹک تک تھوڑا سا چاہی نظر نہ
تھا اسوقت گویا تاریکی تھی مگر موم بتی کی روشنی ساتھ ہونے سے راستے میں
دقت نہوئی۔ جب وہ خندق کے پل کے راستے قلعہ میں پہنچا گو وہاں کے
تنگ اور پیچدار راستے میں بھی موم بتیاں روشن تھیں۔ پھر بھی اندھیرا تھا۔
جب بڑے محرابدار پھاٹک کے نیچے پہونچے تو گارد کا افسر بڑی گرمجوشی سے
آگے بڑھا اور سر عبودیت خم کیا۔ عباس خان سلام لیتا ہوا آگے بڑھا۔
دیکھا شاہی خزانے کے پھاٹک پر وہی [illegible]
ہے۔ وہ واپس آیا اور کہا۔

ملکہ صاحبہ مع وزیروں کے دربار میں جلوہ گستر ہیں جبتک

آپ کی طلبی کا حکم نہ آئے یہین ٹھہریے - برآمدے مین کرسیان پڑی ہین - بیٹھ جائیے - سائیس کو اُسنے حکم دیا تم گھوڑا ٹہلاؤ (عباس خان سے) آپ کے ہمراہی آپ کے ساتھ ہین -

عباس خان گھوڑے سے اوتر پڑا - اور اوس دروازے کی طرف بڑھا جسکے درمیان سے ملکہ کے کمرے کی آمد و رفت تھی -

گو عباس خان کے شناسا دوست احباب اور چپراسی سلام کرکے اُسکے گرد جمع ہو گئے تھے - لیکن عباس خان کی طبیعت کسی سے بات کرنا چاہتی نہ تھی اسوقت اُسکے دلمین کچھ ایسے توہمات بھر گئے تھے جو اُسکی آئندہ زندگی سے تعلق رکھتے تھے -

عباس خان کھڑا سوچ رہا تھا - کئی امرا اور وزیر آئے اور مصافحہ کرکے چلے گئے پیشکار بال و محصولات کے ہندو وزیر معہ اپنے کاغذات کے بنڈلون کے جو سرخ کپڑون مین بندھے ہوے تھے - بغرض ملاقات آئے - اور مزاج پرسی کرنے کے بعد چلے گئے - دیوانی فوجداری لشکر افسر قاضی - تعزیرات کے داروغہ اور کوتوال عباس خان سے افسرون کے لکھنے پڑھنے والے منشی اور دیگر ملازمین کیے سب صاحب لے گئے اور چلے گئے -

ساتھ ہر روز مرہ آرام کے قبل کاغذون کو سنا کرتی تھی اور حکم لکھاتی تھی - دستخط کرتی تھی - عورت کے لیے یہ بہت بڑا کام ہے - کیونکہ دن مین بھی صبح سے سہ پہر تک بجز چند لمحون کے ہر وقت اُسکی نگرانی مین کام ہوا کرتا تھا - ریاست کے محصولات کے کاغذ بہت ہی حفاظت سے رکھے جاتے تھے اور انھین کے احکام پر آئندہ فیصلہ ہوا کرتا تھا -

عباس خان کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا - قلعہ کے گھڑیالی نے رات کے پہلے پہر کا گھنٹہ بجا دیا تھا - خواجہ سرا نے جسکا اسوقت پہرا تھا - شاہی کمرے کا پردہ اٹھایا اور عباس خان کو حاضری کا حکم سنایا -

تمام افسر بجز چند افسرون کے جنمین اُنہا اخلاص خان - حیات خان شہر کا بڑا کوتوال شامل تھا اور جنہے عین الملک کی سازش کا پتہ لگایا تھا چھوٹی شانشون مین

بڑا کام کیا تھا۔ کریم الدین چشتی۔ جو بیجاپور کے مذہبی گروہ کا سردار ملکہ اور بادشاہ کا مرشد تھا سب چلد یے تھے۔ یہ لوگ اُس مسند کے پاس جسپر ملکہ کا تخت لگا ہوا تھا بیٹھے کسی فکر مین اُلجھے ہوئے تھے۔ عباس خان پہونچتے ہی تخت بوسی کو جھکا۔ پھر تلوار کا قبضہ اپنے شاہی ملکہ کو نذر کرکے نہایت ادب سے دو زانو بیٹھ گیا۔
ملکہ نے خوشی خوشی مبارکباد دی۔ عباس خان کھڑے ہوکر آداب بجالایا۔

باب پندرھوان

دوسرے دن کا واقعہ

ملکہ اپنے خوبصورت معمولی کمرے مین بیٹھی تھی جسے عباس خان بچپن سے جانتا تھا اور جہان برسون بادشاہ کے ساتھ پڑھا لکھا اور کھیلتا رہا تھا۔ ملکہ معمولی درباری پوشاک مین تھی۔ حاشیہ دار سفید ململ کا دوپٹہ سر پر تھا۔ جسکے حاشیون پر زردوزی کام کیا ہوا تھا اور جو سر سے ہوتا ہوا داہنے باز و پر ڈھلک آیا تھا۔ ملکہ کے جسم پر گو برقع نہ تھا پھر بھی ایک باریک ململ سے اُسکا منھ چھپا ہوا تھا جو پاس بیٹھے ہوئے تھے صاف دکھلائی پڑتا تھا۔ اسکی اسوقت کی پوشاک شکاری لباس سے زیادہ بھلی معلوم ہوتی تھی۔ آج عباس خان کو گو مدت کے بعد دیکھا ہے مگر اُس محبت مین جو اس سے بچپن سے تھی ذرا بھی کوتاہی نظر نہین آئی تھی بلکہ عباس خان کو ماں سے زیادہ چاہتی تھی۔
شاہی تخت مین بھی کوئی فرق نہین پایا گیا۔ ملکہ اُسی کمرے مین بیٹھی ہوئی تھی جسکی دیوارون پر مینا کاری کا کام اور سنہری نقش و نگار تھے۔ چھتون مین کپول پتیون کے سوا خوبصورت تصویرین بنی ہوئی تھین۔ فرش نہایت عالی اور پردے نہایت قیمتی تھے۔
ملکہ نے نہایت ملائمت سے کہا۔
عباس خان! بیٹھ جاؤ۔
عباس خان نے پھر پابوسی کو سر جھکایا۔ اور سلام کرکے باادب فرش پر

بیٹھ گیا۔

ملکہ نے پھر کہا۔

میری باتین سوائے چند بڈھون اور دوستون کے دوسرا اور کوئی سننے والا نہین ہے۔ اور یہ بھی تیرے چچا اور باپ کے سچے غمگسار ہین۔ اسلیے تو بے کم وکاست الیاس خان کے قتل کی کیفیت بیان کر اور تو نے کسطور سے جلدرگ مین پناہ لی

عباس خان۔ کیا قبل اپنی کیفیت دینے کے پہلے اُن بیان کو سُن سکتا ہون۔ جنپر مجھے الزام لگائے گئے ہین۔ خدا جانتا ہے مجھے ذرا بھی شرم نہو گی۔ کیونکہ اپنی مادر محترمہ ملکہ کے روبرو اور بڈھون کے سامنے اپنی حقیقت ظاہر کرنے مین میری زبان کبھی حجاب نہ کھائے گی۔ بلکہ صاف صاف بیان کردے گی۔

ملکہ۔ بیٹا! کوئی امر پوشیدہ نہ رکھنا۔ اگرچہ تم سے غلطی ہی ہوگئی ہو پھر بھی صاف ہی صاف بیان کر دینا۔

عباس خان۔ (حیات خان کوتوال کی طرف نظر ڈالکر) آپ سب جانتے ہین الیاس خان کو جہان پناہ نے کیسا حیران کیا تھا اور کسطرح حضور بادشاہ نے اپنی فیاضی سے عین الملک کے قصورات پر پردہ ڈال دیا تھا آپ کو اس بات کی بھی خبر ہے الیاس خان عین الملک اور شاہزادہ اسمٰعیل سے جسطرح ملا اور اسکے بعد اُسنے جس طور سے بغاوت پر کمر باندھی۔

عباس خان نے اپنی کیفیت مجملاً بیان کرنا شروع کر دی۔

ہم کو اون باتون کے لکھنے کی ضرورت نہین ہے کہ اُسنے الیاس خان کو کسطرح مارا اور نہ اسکے بعد کے واقعات کو دوہرانا منظور ہے کہ کس نے عباس خان کے مرنے کی خبر اوڑا دی۔ اور نہ اُس بیان کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے چچا زاد بھائی عثمان بیگ کے قلعے مین کئی ہفتے رہا۔ اور ایک خفیہ سے ملا۔ پھر ایک پرتگالی پادری کے ساتھ جسکو دلاور خان نے بھیجا اور ملکہ نے بلایا تھا یہان آیا۔ عباس خان کا بیان صاف صاف اور پیچ سے خالی تھا جس استقلال کے ساتھ اوسنے اپنی سرگذشت بیان کی۔ سبھون کے دل مین اُسکی باتین چبھ گئین۔ اور یقین ہوگیا جو کچھ کہتا ہے

سچ ہے۔

حیات خان نے کہا۔

مگر پھر بھی اس بات کو ہر ایک شخص جانتا ہے تو دغاباز ہے اور تو نے ہی فریب سے الیاس خان کو ضرب شمشیر سے ہلاک کیا۔ اس لیے کہ وہ تیرا رقیب تھا۔

مولوی کریم الدین چشتی نے ناک بھوں چڑھا کر کہا۔

اسکے علاوہ تو نصرانی عورت سے پھنسا ہوا ہے۔ جو مشہور ساحرہ ہے۔

عباس خان نے تعجب سے ہر ایک کی طرف دیکھ کر جواب دیا۔

مجھپر الزام لگانے والے کون ہیں۔ ان باتوں کا میں اونھیں جواب دیا چاہتا ہوں اور حضور سے اجازت مانگتا ہوں۔ اگر میری اُنسے رو برو گفتگو کروائی جائے اصلی کیفیت آپکو معلوم ہو جائے گی۔ نصرانی عورت کی نسبت جو کہا جاتا ہے۔ میں اُسے خود دیکھ چکا ہوں میری نگاہ میں تو وہ ماں بہن ہے۔ وہ بیوہ ہے اُسنے عہد کیا ہے جب تک زندگی ہے۔ خدا کی پاک خدمت میں دن گزاروں گی اور یہی اوسکے بھائی کا مقولہ ہے۔

کریم الدین۔ (نفرت سے) استغفر اللہ۔ خدا کیا کافر نصرانی بھی پاک خدا کی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ توبہ توبہ!!

عباس خان۔ (کسیقدر ترشروئی سے) جب وہ عورت محلدرگ میں تھی تو وہ پاک سید اور اُسکی بیوی کے یہاں تھی۔ اور جنکی بود و باش زیریں قلعہ تھی اسوقت میں کمزور تھا اور بیماری کی حالت میں اپنے بھائی کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ بیشک میری بہن فاطمہ نے اُسے دیکھا ہے اور پیار کیا دن رات اسوقت تک میں نے اُسکا چہرہ نہیں دیکھا کیونکہ وہ ہر وقت منہ ڈھانکے رہا کرتی تھی۔

کریم الدین۔ (شکر کر) معلوم ہوا اب وہ تیرے مکان میں بھی داخل ہو چکی ہے۔

عباس خان۔ مولوی صاحب [illegible] وہ میرے گھر میں ہرگز نہیں [illegible] اور [illegible] کی کوئی جگہ کافی [illegible] جلیل [illegible] مکان میں [illegible] حکم کا ابھی تک [illegible]

اخلاص خان نے کہا۔

لوگ یہ بھی کہتے ہین۔ تو بڑی بزدلی سے بھاگا ہے۔ یہانتک اپنے آدمیون کے قتل ہوجانے کی بھی پروا نہ کی۔

عباس خان۔ یہ انکا حُسن اخلاق ہے جو مجھے بُزدل بتاتے ہین۔ لیکن خانصاحب بخدا مین اون لوگون کو اپنا بزرگ سمجھتا ہون کیونکہ وہ لوگ معمر ہین۔ اسلیے عزت کرنا مجھپر فرض ہے۔ بھلا آپ خیال فرمائیں۔ اگر مین بزدل ہوتا تو الیاس خان جاشا میرے ہاتھ سے قتل ہوتا۔ وہ کوئی شیر خوار بچہ نہ تھا (اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے) اگر جان بچانے کی فکر ہوتی تو ہرگز یہ زخم کھانا نصیب نہ ہوسکے۔

حیات خان۔ اوسنے کچھ بات بھی کی تھی۔

عباس خان۔ جب اُسنے مجھپر وار کیا اور لعن طعن پھینکی۔ آپ تصور فرمائین۔ اوسنے مجھپر سنگدلی سے وار کیا تھا کہ رحم ہے۔ اوسکی ضرب گو میرے سینے پر پڑی مگر کارگر نہوئی۔ مین نے بھی تلوار کا بھرپور ہاتھ جمایا جو سر سے شگاف کرتی ہوئی سینے تک اوتر گئی۔ وہ مردہ ہوکر زمین پہ گر گیا۔ بہت دلون تک مجھے راتون کو نیند نہین آئی۔ اسکی بھیانک شکل اور حقارت آمیز جملے سامنے آجاتے تھے۔ لیکن درویش نے مجھے ایک تعویذ دیا جسے اسوقت بھی پہنے ہون اور اُس بلا سے بچا ہون۔ (کریم الدین کی طرف منھ پھیر کر) حضرت! ابھی تو مجھے وہ رسم ادا کرنی ہے جو مذہبی اصول سے برتنے کے لایق ہے اور جسکو بشرط زندگی حتی الامکان ضرور ادا کرونگا۔

کریم الدین۔ تعویذ! اُس بیچارے درویش سے۔ بھلا دکھاؤ تو سہی۔

عباس خان۔ حضرت! جبسے اس خدا کے بندے نے تعویذ دیا ہے الگ نہین کیا۔ مگر آپ بزرگ اور خدا پرست ٹھہرے تو مین آپکی بات کو بھی ٹال نہین سکتا۔

یہ کہکر عباس خان نے وہ ڈورا جو گردن مین پڑا ہوا تھا اوتارا اور تعویذ کھولکر مولوی صاحب کے حوالے کر دیا۔

مولوی صاحب نے تعویذ پر عمیق نظر ڈالی اور فرمایا۔ یہ اس زمانے کا نہین ہے

اسکی لکھاوٹ پرانے زمانے کی ہے۔ جس کے پاس ایسا تعویذ ہو وہ بہت ہی خوش نصیب آدمی ہے۔ کیونکہ انسان کوئی ایسا فریب نہیں کر سکتا۔ جو اس تعویذ پر اثر کر سکے۔ کیا اُس درویش نے لکھا ہے۔ وہ کون ہے۔ کیا وہ خلوت میں خدا کی یاد کرتا ہے۔ کیا دنیا دار اُسکے پاس نہیں جاتے۔

عباس خان۔ پیرو مرشد! درویش صاحب نے اپنی کل حقیقت کمترین سے بیان کردی۔ میں حضور سے چھپا نہیں سکتا۔ وہ سابق بادشاہ ابراہیم کے وقت سے ریاست کا قیدی ہے جسے بادشاہ نے نابینا کر کے چھوڑ دیا تھا اور اب وہ ......

کریم الدین اور اخلاص خان نے قطع کلام کر کے کہا۔

خدا کا شکر ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ حکیم سید احمد علی صاحب ہیں۔

عباس خان۔ فی الواقع وہی ہیں۔ میں ملکہ صاحبہ سے اونکی نسبت عرض اور اونکی حالت کی سفارش کرنے والا ہوں۔ اے مادر مہربان! میں نے انکی حالت عرض کردی ہے۔

یہ کہہ کے عباس خان اوٹھ کھڑا ہوا۔ اور تخت کو بوسہ دیا اور ہاتھ باندھکر آداب کے ساتھ ایستادہ ہو رہا۔

ملکہ نے تیز آواز میں کہا۔

اُس درویش کا قصور معاف ہوگیا۔ کیونکہ بفضلہ اوسنے تیری جان بچائی۔ ہمارے قلمرو میں بہت اشخاص ایسے ہونگے جو اوسے بخوبی پہچانتے ہوں۔

اخلاص خان۔ ہاں بہت ہیں۔ خانہ زاد ہی اونکا ہم عمر ہے۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ سوائے جہان پناہ کے جتنے تھے سب کو انکی ذات سے بھروسا تھا۔ اسکے جلاوطن اور اندھے ہونے کے بعد بادشاہ سلامت پھر کبھی دیوانے نہیں ہوئے۔

ملکہ۔ (آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے) عباس خان! کیا وہ اندھا ہے سبحان اللہ۔ اور قید جھیلتے اوسے چالیس برس ہوگئے۔

عباس خان۔ حضور عالیہ! وہ بالکل اندھا ہے۔ مگر اچھی طرح دیکھتا ہے۔

ایک پوتی بھی اوسکے ساتھ ہے - جو اُسکے ساتھ رہا کرتی ہے اور وہ نیکی کا کام کرتا پھرتا ہے۔

ملکہ چاند سلطانہ - انشاءاللہ کل وہ طلب ہوگا - عثمان بیگ کے نام حکمنامہ جاری ہوگا کہ درویش اور اسکی دختر نیک اختر کو اسطرف فوراً روانہ کرے حیات خان اٰلم اسکا انتظام کرنا -

حیات خان - بسروچشم حکم کی تعمیل ہوگی - مگر حضور! خان کے مقدمے میں کیا ارشاد ہوتا ہے -

ملکہ - حیات خان! کیا علم ودون - کیا واقعی آپ کی تسلی ہوگئی -

حیات خان - میری تسلی ہوگئی ہے - لیکن لوگ تو بدگمان ہورہے ہیں - ملکہ عالم! آپ اس خیال کو دور کردیں کہ سلطنت میں سابق کی طرح پھر ہنگامے برپا ہوجائینگے - کل عام دربار ہوگا - مقدمہ فیصل کردیجئے اور میں اس فیصلے پر بیرونی رُکاوٹیں دور کردونگا -

عباس خان - (تخت کے آگے جھک کر گرمجوشی سے) میں اس بات کے بیان کرنے کی التجا کرتا ہوں - جہانتک میرا تعلق ہو اُسمیں شک وشبہ کی گنجائش نہ رہنے پائے - میں تمام قصوروار دون کے بڑا اسنے حکم کا دعویدار ہوں اور اپنی عزت کو بدنامی کے داغ سے دھونے کے لیے مجھے اجازت ملیگی - اسوقت بجز یٰسین علمبردار کے کوئی دوسرا میرا شریک نہیں - ایک اور ساتھی جمال تھا جو زخم کاری کھانے سے اچھا نہ ہوسکا - نارامن پور میں فوت ہوگیا - اور ایک رانگانایک وہیر اپنے ملک میں چلا گیا ہے (مولوی صاحب کی طرف نظر اُٹھاکر) چونکہ وہ ہندو ہے اس سے اُسکی بات پر یقین نہیں کیا جائیگا - خداوندکریم کے روبرو اکیلا ہوں اور اپنے تئیں اُسکے سپرد کرتا ہوں - بزرگ دوستو! تم جانتے ہو - میں سچا ہوں -

ملکہ - (حاضرین دربار کی طرف نظر اُٹھاکر) نہیں - نہیں - لڑائی نہیں ہونی چاہیئے - خونریزی کی کیا ضرورت ہے - اگر تمکو بادشاہ سے محبت ہے اور مجھ سے اُنس ہے - تو لڑائی ملتوی کردیجیے - اسی میں فائدہ ہے -

مولوی صاحب اور اخلاص خان نے کہا۔
ملکہ صاحبہ عباس خان کو کسطرح بچا دیگا۔ کوئی ہنگامہ تو ہونیکا نہین بلکہ خدا تعالےٰ کے روبرو فریاد ہوگی۔ وہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دیگا۔ ریاست کے طور وطریق مین جاہے بادشاہ ہی کیون نہو کوئی دخل نہین دے سکتا۔ عباس خان نے خود اپنے اوپر الزام لگا لیا ہے۔ اس لیے اوسکی رہائی ناممکن ہے۔

حیات خان۔ اسمین بولنا فضول ہے۔ کیون مقابلے کے لیے زور دیا جاے اس سے پھر طوفان بے تمیزی اوٹھ کھڑا ہوگا۔ کل کے دربار مین اس بات پر توجہ ہی نہ کی جائے۔ گو کلمات سخت وصعب سے کلیجون پر چوٹ پڑے گی تاہم ضبط سے کام لیا جائے۔ خدا سے دست بدعا ہونا چاہیئے۔ وہ عباس خان پر رحم کرے۔ دشمن اسپر قابو نہ پا سکین۔ عبادت خانہ حضرت نوح کی کشتی ہے۔ خدا پار لگا دیگا۔

عباس خان۔ عبادت خانہ بزدلون کے لیے ہوتا ہے۔ عباس خان بزدل نہین ہے۔ جو کچھ نوشتہ تقدیر ہے ہوگا۔ مجھے ذرا بھی خوف نہین۔ ملکہ صاحبہ انصاف کیجیے۔ انکار نہ کیجیے۔ جیسی سب کی راے ہو وہی میری بھی ہے۔

ملکہ۔ (مسکراکر) عباس خان! تو کمزور ہے۔ تیرے زخم ابھی بھرے نہین۔
عباس خان۔ (مسکراکر) مادر مکرمہ! یہ کوئی بات نہین۔
یہ کہکر تخت کے پائے کے قریب پہونچا اور دونون چاندی کے شمعدانون کو بلا کسی لگاوٹ کے اوٹھا لیا۔

مولوی صاحب۔ شاباش! شاباش!! یہ تو پہلوانون کا کام ہے ملکہ صاحبہ! دیکھیے! اسکے ہاتھ کیسے بلا قوت ہین۔ اسکے علاوہ اسکے پاس مقدس تعویذ ہے۔ اسکی برکت سے وہ ہر کام کر سکتا ہے۔

عباس خان۔ آپ اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھیں جسطرح آپنے مجھے میدان جنگ کی طرف بھیجتے ہوے دعا دی تھی۔ ڈر یت نہین۔ اگر مین زندہ رہا

اپنا وفادار خادم سمجھیے گا اور اگر فوت ہو گیا تو خیال کر لیجیے گا۔ ایک غدار بیوفا اپنے کردار کو پہونچ گیا۔ خوب ہوا مارا گیا۔ ماں کیا میں نزدیک آؤں۔
چاند سلطانہ۔ (روتے ہوئے) اچھا آ بیٹا! چاند سلطانہ تجھے خدا کے سپرد کرتی ہے۔
عباس خان نے زانو ٹیک کر چاند سلطانہ کی گود میں سر ڈال دیا۔ سلطانہ نے پیار سے اُسکی پیر دپشت پر ہاتھ پھیرا اور دعائیں دینے لگی۔
عباس خان جب اپنی جگہ پہ بیٹھ گیا۔ ملکہ نے کہا۔
صاحبو! آپ کی مدد اور ہدایت کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں۔ دربار برخاست کیا جائے اور آپ سب صاحب اپنے اپنے مکان کو راہی ہوں۔ (خواجہ سرا سے جو باہر کھڑا ہوا تھا) عطر پان لاؤ۔
عطر الائچی۔ پان تقسیم ہونے لگے۔ دربار برخاست ہو گیا۔ لوگ اپنے اپنے گھر راہی ہوئے۔ عباس خان بھی پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ اور شاہی محل سے اوترتے ہیں اخلاص خان کو مدد دینے لگا۔ باہر گلی میں پالکیاں اور گھوڑے کھڑے تھے اور سرکاری نوکر بھی حاضر تھے۔ رفتہ رفتہ سب چلتے ہوئے مولوی صاحب پالکی میں بیٹھکر کہنے لگے۔
عباس خان! تو یہ ضرور ثابت کر کہ عیسائی عورت سے تیرا دامن پاک ہے میں تیرا ہمیشہ دوست بنا رہونگا۔ افسوس! میں سنتا ہوں وہ عورت بہت خوبصورت ہے۔
عباس خان۔ حضرت۔ وقت آنے دیجیے۔ اگر میں بچ گیا تو آپ مجھے ویسا ہی سچا سمجھ لیجیے گا جیسا میرا باپ میرے پہلے آپکا دوست تھا۔
مولوی صاحب۔ آمین۔ آمین۔ خدا کرے تم بھی ویسے ہی ہو۔
ایک دو منٹ تک حیات خان (کوتوال شہر) جسکے ساتھ جم غفیر جمع تھا عباس خان سے باتیں کرتا رہا۔ پھر عباس خان نے اُسے گھر پہونچانا چاہا۔ لیکن حیات خان نے انکار کیا اور گھوڑے کو اس لیے آگے بڑھایا کہ اپنے ساتھیوں کو بڑھنے کی جگہ دے۔ عباس خان کے ساتھی آگے بڑھ گئے

تھے اور اپنے مالک کے انتظار میں کھڑے تھے۔ عباس خان کے پاس اسوقت سوائے اوسکے سائیس کے اور کوئی نہیں تھا۔ جو چپ چاپ گھوڑے کے سر کو پکڑے کھڑا تھا۔ اسکے علاوہ ایک اور نوکر تھا وہ رکاب تھامے کھڑا تھا۔ اسکا پرانا دوست مردہا اور دونین خواجہ سرا اوسے دیکھ رہے تھے کہ اچانک ایک قد آور جسیم الجثہ اور بڑا تنومند شخص عمارت کے پنجرے کے پیچھے سے کودا اور کہنے لگا۔ الیاس نے تمھیں یہ بھیجا ہے اور اُسکے ساتھ ہی اوسنے عباس خان پر پُرزور حملہ کیا۔ اُسنے ایسی کھینچکر تلوار چلائی کہ اُس کا جھٹکا رعباس خان گھوڑے پر ڈگمگا گیا۔ اوسنے چاہا گھوڑے سے کودکر حریف پر حملہ کرے مگر پانوں پھسل جانے سے زمین پر گر گیا۔ جن لوگون نے یہ واردات دیکھی سمجھے عباس خان قتل ہو گیا۔

کچھ لمحون وقفے کے بعد خونی کو خواجہ سرا اور نوکرون نے گرفتار کرنا چاہا لیکن وہ تڑپ کر اونکے بیچ سے نکل بھاگا۔ اور قلعہ کے اندھیرے راستے مین غائب ہو گیا۔ جہان سے چھپ جانا معمولی بات تھی۔ اور جہان سے وہ خندق کی دیوار پار کرکے شہر مین بھاگ جا سکتا تھا۔ آدمی مشعلین لیے موقع واردات پر گئے۔ مگر خالی ہاتھ واپس آئے دشمن کا سراغ نہ لگا۔

اگر عباس خان زرہ پہنے ہوتا اوسکی جان جانے مین شبہ نہین تھا۔ ضرور خونی کا خنجر عباس خان کے جگر تک پہونچ جاتا۔ لیکن سوائے ایک جھٹکے کے عباس خان کو کچھ معلوم نہ ہوا۔ چونکہ آہنی زرہ زیب جسم تھی۔ حریف کے بھرپور حملے نے کام نہ دیا۔ البتہ اوسکے دیرینہ زخمون کے منھ کھل گئے جنسے خون بہنے لگا۔ عباس خان زمین سے اوٹھا۔ اُسکے سینے سے ٹپ ٹپ خون بہ رہا تھا۔ عباس خان نے سوچا۔ زخمون کی جلد بندش ہو۔ اور مرہم لگا دیا جائے۔ ورنہ خدا نہ کرے انکھو اور زیادہ پھٹ گئے تو پھر مہینون چارپائی توڑنا پڑے گی۔ مروت اخلاص کا پتلا بادری المیڈا بھاگتا ہی تھا پاس آیا۔ اُسکی نظر زمین پر پڑی ایک خون بھرا خنجر نظر پڑا۔ لوگون نے پہچان لیا۔ حریف نے اس زدرسے

وار کیا تھا۔ خنجر کی نوک ٹوٹ گئی۔

حیات خان نے کہا یہ خنجر الیاس خان کے خاص خدمتگار یاقوت خان حبشی کا ہے جسے وہ اپنے وطن سے ساتھ لایا تھا۔

حیات خان نے عباس خان سے کہا۔

یہ مجھ سے بچ نہین سکتا۔ وہ بدمعاش ہمیشہ اپنے قصوروں کے سبب بدنام رہا ہے۔ مگر دوست! بال بال بچے۔ خدا کا شکر ہے۔ سنو سنو۔ ملکہ پکارتی ہین جاؤ۔ مین تمھارے انتظار مین کھڑا ہون۔ خواجہ سرا اوسے اندر لے گئے اور اوسنے اپنے کو ملکہ کی خدمت مین پایا۔

اب کوئی وقت نہ تھی۔ ملکہ دیوانخانے مین تخت کے پاس کھڑی تھی۔ سر سے برقع اوتار ڈالا تھا۔ ہچکیون کی آواز منہ سے نکل رہی تھی۔ اور بدن اوس جانگرا آواز سے کانپ رہا تھا۔ جو اوسکے کان مین آئی تھی کہ عباس خان پہ کسی دشمن نے حملہ کیا اور وہ قتل ہو گیا۔

ملکہ نے ہاتھ پھیلائے ہوئے کہا۔

شکر ہے تو بچ گیا (اوسکے پاؤن کو ٹٹولتے ہوئے) مجھے بتا تجھے چوٹ تو نہین لگی۔

عباس خان ۔ امان جان! گو وار بہت تیز تھا۔ مگر مجھپر ذرا بھی ضرب پڑی آپ کی دعا سے کوئی خطرہ نہین۔ کیا آج یہ بات ثابت نہین ہو گئی۔ انشاءاللہ کل بھی خیر سے گذر جائیگی مادر معظمہ! مجھے مطلق اندیشہ نہین۔ مین صاف ہون مجھ مین کوئی عیب نہین ہے۔ امان مجھے جانے دیجئے۔ حیات خان انتظار مین کھڑا ہے۔

ملکہ۔ بہت بہتر۔ مین اپنے محل کے گارد کو حکم دینے والی تھی۔ وہ تجھے گھر پہونچا آتا۔ اچھا خدا حافظ۔ پروردگار تجھے اپنی خبرداری مین رکھے۔ صبح ہوتے ہی مین شہر کے ہر ایک مزار اور مسجد مین شکرانہ چڑھانے جاؤنگی۔

عباس خان حیات خان کے ساتھ راہی ہوا۔ حیات خان نے اوسے گھر پہونچا کر کہا۔

کل تم مسلح ہو کر آنا۔ اور مستعد رہنا۔ یہ جو تیری جان لینے کی کارروائی ہوئی ہے

اس سے بھی مین نتیجہ نکالتا ہون۔ یاقوت کو اس جُرم کی سخت سزا ملے گی۔ اب اُسے چین نہین ملنے کا۔ جاؤ اپنے آرام کمرے مین سو رہو کیونکہ آج کے واقعات سے تمھین بہت گزند پہونچا ہے۔ خدا تمھارا ناصر و مددگار رہے۔

عباس خان نے گھر پہونچکر اپنی چچی کو اس بات کی خبر نہ دی۔ بلکہ سیدھا اپنے کمرے مین چلا گیا۔ اور کہلا بھیجا۔ مین تھکا ہوا ہون۔ سونا چاہتا ہون۔ سویرے ملونگا۔

اسکے بعد عباس خان نے اپنے دوست پادری کو لکھ بھیجا دوا لے کر آ جیئے زخم پھر تازہ ہو گیا ہے۔ اتنی دیر مین جو دوائین تھین زخمون پر لگائین جنسے کچھ تسکین ہو گئی۔ قبل آنے پادری کے خون بند ہو چکا تھا۔ فرانسس ڈی المیڈا بستر پر سو رہا تھا۔ لیکن جیون ہی اُسے عباس خان کا خط ملا وہ کپڑے پہن۔ تیز بلیستر اور کچھ دوائیان لے کر آدمی کے ساتھ ہو لیا۔

المیڈا۔ مجھے ہمیشہ خوف لگا رہتا تھا تمھارا دشمن تم پر حملہ کریگا۔ وہی پیش آیا۔ خیر کچھ مضائقہ نہین خدا چاہے گا جلد صحت ہو گی صرف پرانا حصہ جو اچھی طرح بھرا نہ تھا بہت تھوڑا سا کھل گیا ہے۔

عباس خان۔ آپ خدا ترس شخص ہین۔ آپ ہی کی بدولت ہاتھ کام کے لائق ہوا تھا۔ بیشک مین نے اسکا کچھ خیال نہ کیا۔ اس سے مجھے یہ نتیجہ دیکھنا پڑا۔

المیڈا۔ شانے پر تیز چوٹ پڑی ہے۔ اور اسی سے یہ زخم زیادہ کھل گیا ہے

عباس خان۔ خیر آپ کی توجہ سے سب کام درست ہو جائیگا۔ کل سہ پہر کو مہربان ملکہ آپ کو اور آپکی بہن میریا کو بلائینگی۔ آہا۔ اب کچھ آرام ہوتا ہے جی چاہتا ہے سو رہون۔ پادری صاحب پھر زخم سے خون نہ بہے۔ شاید ایسا وقت آنے والا ہے۔ کل پھر کام پر جانا پڑے۔ کون جانتا ہے کل کیا ہو۔

المیڈا۔ انشاءاللہ کل علی الصباح آؤنگا۔ اور دیکھونگا پٹی کسی ہوئی بندھی ہے یا نہین خانصاحب باتین نہ کیجیے سو رہیے۔ سونا بہت اچھا ہے۔ کمزوری کی نشانیان سونے سے کچھ نہ کچھ دب جائینگی۔ خدا آپ کو جلد صحت دے۔ خواجہ سرا سے مخاطب ہو کر۔ خبردار خانصاحب! آپ سے نہ جاگین گے خبردار جگانا نہین۔ مین گجر دم آ جاؤنگا۔

عباس خان بے خبر سوگیا۔ تمام اندیشے جاتے رہے۔ اُسکا راستہ سامنے کھلا تھا
مین پہونچ وزندگی کا انحصار تھا۔ عباس خان نے خواب مین دیکھا۔ درویش اور
اوسکی پوتی زہرہ پاس بیٹھی ہوئی۔ نہایت محبت سے باتین کر رہی ہے۔

باب سولھوان

امتحان

عباس خان رات بھر میٹھی نیند سویا۔ صبح جب دیر سے جاگا معلوم ہوا درد کی کوئی شکایت نہین ہے۔ اس خوشی سے آج اوسکا چہرہ بشاش ہے۔ پادری نے جو پٹی باندھی تھی۔ بدستور بندھی تھی۔ گھاؤ پر کچھ بھاروبھی نہین معلوم ہوتی تھی خدمتگار نے خبر دی کہ پادری صاحب دیر سے بیٹھے ہوے ہین۔ عباس خان نے کہا اونھین اندر لے آؤ۔ پادری صاحب اندر تشریف لائے۔ اور علیک سلیک کے بعد پوچھا۔ معلوم ہوتا ہے آج حضور دیر تک آرام فرماتے رہے۔ شاید درد کم ہو گیا ہے۔

عباس خان۔ جناب! مین تو کچھ ایسا سویا گویا کوئی بچہ بھول سو رہا ہے۔ ایک کروٹ مین صبح کر دی۔ درد تو بالکل کافور ہو گیا۔ رات بھر عمدہ عمدہ خواب دیکھتا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا مین نے اپنے پلنگ پر جہان آپ تشریف رکھتے ہین بیٹھا ہوا ہون اور وہی خوبصورت اور دلفریب چہرے والی دوشیزہ جنے اوس روز رات کو شربت دیا تھا اسوقت بھی ساغر لیے پاس کھڑی ہوئی ہے اور یہ کہہ رہی ہے اسے نوش جان کیجیے۔ قلب کو تسکین ہو جائے گی یہ مُسکن شربت ہے۔ پادری صاحب وہ کیسی سعید رات تھی۔

پادری۔ (ہنسکر) خدا انھین تندرست کرے۔ وہ وہ عورت جس کا آپنے خیال کیا ہے ادبی معاف وہ زہرہ درویش کی پوتی تھی۔ آہ! زہرہ میری بہن اُسکا ذکر کرنے سے خوش ہوتی ہے۔ درحقیقت اُسے اس سے محبت ہے آپ نے اُسکی بابت کیا کچھ سُنا نہین۔

عباس خان ۔ نہیں جناب ۔ مین اوس بات کو نہیں بھولا ۔ آجتک اوس درویش اور زہرہ کا احسانمند ہون ۔ مین نے ملکہ سے کل شب کو اوس کی نسبت گفتگو کی تھی عنقریب بہت جلد اوسکی طلبی کے لیے جماعت جانے والی ہے ۔ جب مین قلعہ پرنگ مین تھا ۔ درویش نے اپنا قصہ مجھ سے بیان کیا تھا ۔ مین نے بھی ملکہ سے کل کیفیت بیان کر دی ۔ درویش کی عجیب و غریب داستان سنکر دو ارکانون نے جو اوسے جانتے تھے میری گفتگو کی تائید کی ۔ مین اوسکی نسبت پھر آپ سے ذکر کرونگا ۔ لیکن زہرہ نے شاید آپ کی بہن میریا سے اس بات کا ذکر کیا ہوگا ۔

پادری ۔ نہین اسکو یہ بات معلوم نہین ہوسکی ۔ ورنہ مجھ سے ضرور بیان کرتی ۔ اُن دونون مین بڑی چھوٹی بہنون کی طرح باہمی محبت ہے ۔ کوئی شب ایسی نہین گذرتی جب ہم بعد نماز اوسکے حق مین دعا نہ کرتے ہون ۔ زہرہ روزانہ آپکا ذکر خیر میریا سے کیا کرتی ہے ۔ واقعی وہ بڑی خوش سلیقہ اور خوبصورت لڑکی ہے ۔

عباس خان ۔ (خوشی سے) میری نسبت اوسنے خیال کیا تھے ؟ میریا سے اُسنے کیا کہا تھا ؟

پادری ۔ (تحمل کے ساتھ) جناب اطمینان رکھین ۔

پادری نے پٹیان اوتارین زخمون کو دیکھا اور کہا ۔

تو مجھو میرے ہاتھ سے کٹیں نہ لگ جائے ۔ چپکے بیٹھے رہئے ۔ زہرہ کے لیے بے چین کیون ہوتے ہو ۔ وہ آئے گی اور تم اُس سے مل سکوگے ۔ سب کچھ ہوگا ۔ صبر درکار ہے ۔

عباس خان ۔ پادری صاحب ! آہ مجھے اوس مہ جبین صورت والی کا خیال دل سے نہین جاتا ۔ مجھے امید نہین ۔ مین اوس سے ملونگا ۔ خیر آپ زخم کیسا پاتے ہین ۔ کب تک صحت ہوجائے گی ۔

پادری ۔ زخم بہت اچھا ہے ۔ مجھے ایسی اُمید نہ تھی ۔ آپ ماشاءاللہ خوب مضبوط اور تندرست ہین ۔ آپکا جسم خوب مضبوط ہے ۔ ضرب کا نشان بھی انشاءاللہ محسوس نہوگا ۔ بھاری پٹیون کی ضرورت نہین اونکے عوض ہلکی ہلکی پٹیان باندھی جائینگی جنسے آپ کو آرام ملیگا ۔ آپ اپنے ہاتھ کو آزادی سے کام مین لاسکین گے

اگر آپ مجھے اس قبضہ کے سننے کا حق دار سمجھتے ہو تو بتا دو۔ حریف نے کیونکر تم پر تلوار کا وار کیا۔ اور تم بچا نہ سکے۔

عباس خان۔ پادری صاحب! حریف نے پیچھے سے بزدلی سے وار کیا تھا۔ کیونکہ میں اسوقت گھوڑے پہ سوار ہو رہا تھا۔ اگر میں آہنی زرہ پہنے ہوتا تو ضرور خاتمہ ہی ہو جاتا۔

پادری۔ تمہارے آدمیوں نے خونی کو گرفتار کر لیا۔

عباس خان۔ نہیں صاحب! وہ اندھیرے میں چھپ گیا لیکن جلدی میں اسکا خنجر چھوٹ گیا جو اوسکے خلاف شہادت دے رہا ہے۔

پادری۔ تو خنجر سے تمہارا حریف پہچان لیا گیا۔

عباس خان۔ خنجر تو اوسی کا معلوم ہوتا تھا وہ میرے قتل کئے ہوے الیاس خان کی جماعت کا سرغنہ ہے۔ آج یہ ماجرا فیصلہ ہوگا۔ تمام امرا و وزرا دربار میں حاضر ہونگے۔ میں چاہتا ہوں آپ بھی اس عجیب مقدمے کو دیکھنے کے لیے حاضر ہوتے اور چپ چاپ بیٹھے رہتے۔ کیونکہ یہ بات کہنی بالکل ناممکن ہے کہ کب تک ملکہ صاحبہ میرا اور آپ کو طلب کریں۔

پادری۔ (خوش کرتے ہوئے) ہمارے ملک میں ایسے وقت میں ہتھیاروں سے فیصلہ کرنا مناسب سمجھا جاتا ہے۔ یہ ایک وحشیانہ طریقہ ہے مگر اس سے بہتوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔

عباس خان۔ یہاں بھی اسی طرح ہوگا پادری صاحب۔

پادری۔ (ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے) میں سمجھتا ہوں اور چپ رہتا ہوں اگر تم خدانخواستہ پھر زخمی ہوئے تو تم مجھے بلا بھیجنا۔ میں جلد ہی آ جاؤنگا اسوقت زخم کی بہت اچھی حالت ہے۔ لیکن ہی کھسک جائے گی تو تکلیف ہوگی خانصاحب! اچھا میں آپ کے لیے دعا مانگتا ہوں۔

یہ کہکر پادری المیڈا نے پلنگ کے پاس گھٹنے ٹیک دیے اور بارگاہ صمدیت میں خلوص دل سے دعا مانگنے لگا۔

عباس خان۔ (متاثر ہوکر) میں آپ کی محبت اور دعا کا تہ دل سے

مشکور ہون - اور اس عنایت کو ہمیشہ یاد رکھونگا - مین! میر یا سے اسکا ذکر نہ کیجئے -

یادر ہی - میر یا کو اسکی خبر نہوگی - اور مین طیار ہون -

عباس خان - ہان صاحب! آپ کے بیان سے پایا جاتا ہے زہرہ نے مجھے نہین بھلایا - یہی سبب ہے وہ کل شب کو مجھے خواب مین نظر آئی تھی -

یہ کہہ کے عباس خان نے آنکھین بند کرلین اور زہرہ کے ماہتابی چہرہ کا دھیان بندھ گیا - اتنے مین عباس خان کا نفس ناطقہ مصاحب عمر خان اندر آیا وہ سمجھ گیا کہ حضرت پیرو زہرہ کی یاد مین محو ہین - اسنے سلام کرتے ہوئے کہا -

خدا کے فضل و کرم سے حضور کو یہ دن مبارک ہو - کل کی شب تو حضور نے آرام سے استراحت فرمائی درد کی خلش کم رہی -

عباس خان - واقعی اکل مزے کی نیند آئی - درد بالکل نہین مضبوط ہون اور تمھاری خیر خواہی کا شکریہ ادا کرتا ہون -

عمر خان - حضرت فاطمہ بیگم بہت یاد کرتی ہین - ایک مرتبہ آکر وہ دیکھ بھی گئی تھین کہتی تھین کہ آپ بچے کی طرح سوتے تھے - آپ کا چہرہ خوش تھا - تکلیف کے آثار نہین معلوم ہوتے تھے - خاصہ طیار ہے - کچھ کھا لیجئے -

عباس خان - بھوک بھی خوب لگی ہے - دینیا زرہ گر کہان ہے؟ اُسے بھجوا دو مین ابھی تمھارے ساتھ چلتا ہون -

دنیا برآمدے مین کھڑا تھا - زرہ لیکر حاضر ہوا - اور سلام کرکے بولا -

زرہ طیار ہے ایک ایک کڑی کھول کر دیکھنی ہے - حضور یہان دو سوراخ تھے - دو کڑیان گر گئی تھین - لگا دی گئین - باقی سب مضبوط ہین - مین نے ٹھیک کر دیا ہے - ماشاء اللہ وہ کیسے کاریگر ہونگے جنھون نے ایسی مضبوط اور خوبصورت زرہ بنائی - اسکا لوہا کیسا مضبوط ہے - مین اسے کاٹنے کی کوشش کرتا ہون - لیکن مجھ سے ایسا کام نہین ہو سکتا - حضور دیکھین اور تلاش کرین کڑیان کہان شکست ہوئی تھین اور نئی کڑیان کہان لگائی گئی ہین - کہین پیوند محسوس ہوتا ہے - حضور اسوقت پہن لین -

عباس خان - ہاں مگر ابھیتک زخم تازہ ہے زرہ مین نہین سکتا - اور تو کہتا ہے
مین نے اسے ٹھیک کر دیا ہے -
دھنیا - ہان حضور اسے کسی تلوار یا خنجر سے چوٹ نہین پہونچ سکتی اور وہ یہ ہے کہ
یہ اتنی ہلکی ہے کہ ایک لڑکا بھی اسے پہن کر چل پھر سکتا ہے - آپ تلوار کونسی
لینگے -
عباس خان - جو مین نے پرتگال کے سوداگر سے خریدی تھی - وہ کشاقہ اصفہان
کی ساخت ہے - مین آج اوسے آزمانا چاہتا ہون -
دھنیا - حضور اگر ضرورت ہوگی تو وہ کام خوب دیگی - اب وہ بالکل طیار ہے -
دو دن ہوئے مین نے اُسکی دھار خوب تیز کردی - ہان اوس اوزار کے نادر ہونے
مین کوئی شک نہین - تمام سامان جنگ مین اُسکی ایسی کوئی چیز نہین ہے -
کیا پیادہ کیا سوار - یہ دونون حالت مین مفید ہے - اگر مین اسے لا سکا تو لاؤنگا -
عباس خان - ابھی نہین - ٹھہر جاؤ - مجھے اشتہا معلوم ہوتی ہے - جبتک مین
کچھ کھا کر درباری پوشاک پہنون تم اُسے طیار رکھو - مجھے بجز اسکے اور کوئی حکم
نہین دینا ہے - آج مین سلطان (گھوڑے کا نام تھا) پر سوار ہونگا - مجھے درباری
ساز و سامان کی کوئی ضرورت نہین سبز مخمل والا ہلکا ساز جو کبھی کام مین لایا گیا ہی
درست ہوگا -

اسکے بعد عباس خان نے صبح والا ململ کا ہلکا کرتہ پہنا - حجام نے قینچی سے ڈاڑھی
اور مونچھ کے بال تراشے - اب اُسکا چہرہ خوبصورت نکل آیا - چکن کا دوپٹہ
سر سے باندھا اسوقت وہ خوبصورتی کی اعلیٰ کرسی پر بیٹھنے کے قابل ہو گیا -
چہرے کی زردی جاتی رہی وہ چاق و چوبند ہو کر اوٹھا اور سیدھا اپنی چچی فاطمہ بیگم
کے کمرے مین ہنستا ہوا پہونچا - اور پاے بوسی کے لیے جھکا -

چچی اُٹھ کر بغلگیر ہوئی اور اتنی دعائین دین مین سمجھتا ہون جتنے ولی اللہ
گذرے ہین کسی کا نام نہ چھوٹا ہوگا - اوسی وقت حکم دیا بیجاپور کی تمام مسجدون
مین روشنی کی جاے - چنانچہ فی الفور حکم کی تعمیل ہوئی -

اسکے بعد فاطمہ بیگم نے عباس خان سے کہا - بیٹا تو جانتا ہے - لال بی بی اور چچا

کیسا عمدہ کھانا پکائی ہے۔ چنانچہ تمھارے لیے اوسنے مزعفر طیار کیا ہے۔ بیٹا بھوک لگی ہوگی۔ دو چار نوالے کھالو۔ پانی پیو۔ دل بہلا رہتا ہے۔ باتیں ہوا کرینگی۔

عباس خان۔ ہاں اماں جان۔ خوب کھاؤنگا۔ علاوہ اسکے ایک ضروری امر مین آپ سے صلاح لینا چاہتا ہون۔ جبتک مین کھانا کھاؤن آپ ٹھیرے رہئین۔"

اہا کیسا لذیذ وہ کھانا تھا۔ بادرچن چونکہ ذات کی ایرانی تھی۔ صرف وہ اپنے قومی ہی کھانوں کو اچھی طرح سے پکانا جانتی تھی کچھ ہر ایک قسم کا دکھنی کھانا بھی خوب خوشذائقہ بنا سکتی تھی۔

دسترخوان بچھایا گیا۔ کھانا چنا گیا عباس خان کی چچی نے دونوں ہاتھوں سے اپنے بھتیجے کی بلائیں لین۔ اور کہا ہان بیٹا کچھ کھاؤ۔

عباس خان بھوکا تو تھا ہی خوب بڑھ بڑھ کے ہاتھ مارے جب تنگ کر کھانا کھا چکا۔ منھ ہاتھ دھو کلی کر اپنی چچی کی مسند پر بیٹھ گیا۔ اسکی چچی کا گنگا جمنی حقہ اسکے پاس لایا گیا۔ اور تمام خادمہ ومامائین اصیلین ہٹا دی گئین۔ عباس خان نے تخلیے مین اس سانحے کو بیان کیا جو کل شب کو افتاد پڑی تھی یعنی جسطور سے بدنفس یاقوت خان نے حربہ کیا تھا۔

عباس خان حالت بیان کرتا جاتا تھا اور فاطمہ بیگم غور سے سن رہی تھی کبھی اوسکے آنکھون سے ٹپ ٹپ آنسو گر پڑتے اور کبھی خاموشی سے اوسکا منھ تکنے لگتی تھی۔ فاطمہ بیگم خود ایک بہادر سپاہی کی عورت تھی۔ وہ خاوند کو ایسی جگہ جہان پلٹنے کی امید نہ ہوتی تھی بھیجا کرتی۔ اب بھی وہ لڑائی کے جوش مین بھرا ہوا تھا پر اوسکی عمر اب بڑی ہو گئی تھی جس سے عباس خان کی چچی اسکے سوا اور کیا کر سکتی تھی کہ اوسکے لیے دعا مانگے اور اوسے خدا کے حوالہ کرے۔

چنانچہ اب بھی ویسا ہی ہوا عباس خان سے فاطمہ بیگم کو بڑی محبت تھی اُسنے ظاہر ہو گیا کہ عباس خان نے عقلمندی سے فیصلہ کر لیا ہے تاکہ الزام لگانے والے دب جائین۔ اسکی اور اُس کے خاندان کی عزت شک وشبہ سے بری رہے۔

فاطمہ بیگم نے کہا۔
میاں جاؤ! مجھے کچھ بھی خوف نہیں۔ جسطرح تمھاری ملکہ نے تمھین دعائین دی ہین مین بھی دیتی ہون۔ اور تیری جان ومال کی حفاظت خدا کے سپرد کر لی ہون۔
عباس خان نے کہا۔
چچی جان! اگر نتیجہ قسمت کے خلاف ہوا یعنی مین کامیاب نہو سکا۔ تو صبر کیجئے گا اور سمجھ لیجیے گا۔ عباس خان زندہ رہنے کے لائق نہ تھا۔ پیارا امان جان! مین آپسے تنہا عرض کیا چاہتا ہون۔ معلوم ہوا ہے ایک بڈھے احمد علی حکیم تھے جنکو بادشاہ نے بہت دن ہوئے اندھا کر کے شہر بدر کر دیا ہے اوسی رحمدل درویش نے جلد رگ مین میری جان بچائی۔ اور اوسکی پوتی زہرہ نے میری بڑی خبر گیری کی اماجان! زہرہ ابھی چھوٹی عمر کی ہے چونکہ اوسنے میری داشت اور میرے آرام مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا۔ اسلیے مین اُسے سلامت دیکھنا چاہتا ہون۔ ملکہ کل قاصد بھیجکر اوس بڈھے کو بلا بھیجینگی اور اوس سے ملینگی۔ تم اس خواب شہر مین آسکی قدر رکھنا۔ وہ نہایت ہی مقبول صورت ہے۔ آپکی توجہ اوسکی تعمیر کی محتسنہ زہرہ آرام سے رہے گی۔
فاطمہ بیگم۔ میاں! مین خیال کر لیتی ہون۔ وہ شایستہ لڑکی تیرے شایان نہین ہے۔ تو تم کیا اوسے پاک نگاہ سے دیکھنا۔
عباس خان۔ (کراہت کر کے) امان جان!! امان جان!! مین نہ کہتا تو شاید اچھا ہوتا۔ اے پیاری امان جان مین نے کیا کہا۔ آپ مجھپر شبہ کیون کرتی ہین؟
فاطمہ بیگم۔ میان شب کو مین نے سُنا تو اُسے خواب مین دیکھ رہا تھا۔ تیرے منھ سے نکلا زہرہ! زہرہ!!
عباس خان۔ (آہستہ سے) ہان مین نے اوسے خواب مین دیکھا تھا۔ امان جان! مجھے وہ خواب مین ایسی معلوم ہوئی گویا جنت کی حور یا قاف کی پری سامنے کھڑی ہوئی ہے۔ ہاتھ مین آب حیات کا جام ہے مجھ سے کہتی ہے۔ میان اسے نوش کر لو۔ طبیعت چاق ہو جائے گی۔ یہی آبحیات

اوسنے اوس رات کو بلایا تھا جب مین زخمی تپ کی شدت سے سخت تکلیف مین تھا۔ مجھے امید ہے کہ اس بات کے بارے مین وہ خود ایک دن آپ سے ذکر کریگی۔ ابھی کم سنی ہے۔ اگر آپ کو میری بات پر اعتبار نہین ہے تو نادری اور میریا سے استفسار کر لیجئے۔ اُسکے بیان سے آپ کو تسکین ہوجائیگی کہ آیا کبھی میرے دلمین عیاشی کے خیال آئے ہین۔

فاطمہ بیگم۔ (روتے ہوئے) نہین۔ نہین۔ نہین۔ تو سچ کہتا ہے تو نے کبھی جھوٹ نہین کہا۔ اور مجھے تیری بات پر اعتماد ہے۔ تو نے کبھی اپنی ماں کو دھوکا نہین دیا۔ اگر تو اپنا گھوڑا اپنی زرہ اور اپنے گھر کے زر و جواہر کچھ دیکر آتا تو مین کچھ خیال بھی کر سکتی تھی۔ لیکن بھلا ایک لڑکی کے بارے مین جسکی نسبت مین نے کبھی کچھ سُنا بھی نہین ہے بھلا کیا خیال کر سکتی ہون۔ ؟

عباس خان۔ اگر مین اور ون کی طرح ہوتا۔

فاطمہ بیگم۔ (مسکراکر خوش ہوکر) کچھ مضائقہ نہین۔ مین سمجھے جتلاتی ہون کہ عورت کی ناز و ادا اور اسکے حسن کے آگے سب سے بہادر بھی کمزور ثابت ہوئے ہین۔ بیٹا! یہی تیرا حال ہوا ہوگا۔ خیر مین التجا اور خوشامد پر وعدہ کرتی ہون وسے ضرور بُلا ونگی۔ اگر میریا اُسکے بارے مین مجھ سے باتین کریگی تو مین بیٹی کیطرح اُس سے محبت کرونگی۔

عباس خان۔ ہان۔ ہان پیاری امان جان۔ ایسا ہی کرنا۔ جو آپکے آگے بندے نے التجا کی ہے وسکا احسان گردن پر بار ہے انشاء اللہ آپ کی توجہ سے جاتا رہیگا۔ جانؔد کی نسبت عرض ہے چچا صاحب اوسکے مالک ہین جسطرح چاہین کرین وہ نہین اختیار ہے۔ اگر خدا کی یہی مرضی ہے کہ مین مارا جاؤن تو پھر اسمین کسی کا چارہ ہی کیا۔

فاطمہ بیگم۔ میان! تمھارے جانے کے پہلے مین تمھین دیکھنا چاہتی ہون۔

عباس خان۔ ایسا نہ کیجئے۔ جب آپ کی آنکھون مین آنسو اوترآئینگے تو میری برداشت سے باہر ہوجائینگے آپ جانتی ہین ایسی حالت مین انسان کا

دل مطمئن ہو جانا چاہیے۔ اماں ! میرے سر پہ ہاتھ پھیر لیے اور رخصت کیجیے۔

فاطمہ بیگم کا دل بیچین ہوا جاتا تھا۔ اور وہ ڈرتی تھی کہ ایسا کوئی لفظ منہ سے نہ نکل جائے کہ اس چھوکرے کا دل اُچاٹ ہو۔

عباس خان بڑی مستعدی سے طیار ہوا۔ اُسکی پگڑی زردوزی کام کی جھلملاتی سکل کی رات کی طرح اوسکے کی تعریف میں بھی بدلی تھی۔ زرہ کا کرتہ اور اُسکے کمل کے کپڑے کے اوپر تھا اور زرہ کی گدی جڑاؤ کوروں کے ہوئے تھی ان سب پر نیارے کام کے سنہرے کپڑے زیب جسم کیے۔

اسکے بعد عباس خان نے سرعت کے ساتھ تلوار اُٹھائی اور دھار دیکھنے لگا۔ جو دو دھاری اسے جھپرے کی طرح بہت تیز تھی تلوار بہت مضبوط تھی مگر نرم بھی ایسی تھی کہ ذرا زور دینے یا دبانے سے لچک جاتی تھی قبضے پر سونے کے نقش و نگار تھے۔ عباس خان نے اطلس کا دوپٹہ تلوار سے لپیٹ کر کمر سے باندھ لیا۔ گھوڑا پہلے ہی سے طیار تھا۔ مولوی کریم الدین نے جو ساعت سعید بتائی تھی عباس خان اسی ساعت پر اپنے سمند باد رفتار پر سوار ہوا۔ ساتھی بسم اللہ کہکر ساتھ ہو لیے اور گھوڑوں کی لگامیں قلعے کی طرف موڑ دیں۔

عباس خان اپنے دوستوں کی بھیڑ میں پھاٹک کے اندر داخل ہوا اور اُن عمارتوں سے ہوتا ہوا جو عام گذرگاہوں پر پڑتی تھیں اور نیز اون عالی شان عمارتوں کی شان و شوکت دیکھتا بھالتا تھا جنمیں بادشاہ ملکہ تاج النسا ملکہ چاند سلطانہ اور دوسرے شاہی خاندانی لوگوں کی بود و باش رہتی تھی ایک میدان میں پہونچا جسکا نام فتح میدان کہا جاتا تھا۔ فتح میدان دربار عام کے محراب کے سامنے وسیع میدان ہے۔ یہاں کا نظارہ بہت ہی عجیب تھا۔ پہاڑیوں کی دلچسپ سبزیاں مرغزاروں کے دلکش لطف قابل دید تھے۔ میدان میں چاروں طرف ہاتھی گھوڑے اور پالکیاں سرکاری اس لیے کھڑی کر دی گئی تھیں۔ کہ عباس خان اور اسکے ساتھیوں کو سوار کر کے در دولت پہونچا دینے

مین آسانی ہو۔
قد آور فیل قطار در قطار ایستادہ تھے۔ بعضون کی جھولین سونے کے تارون سے بنی ہوئی تھین۔ بعض پر ولائتی کپڑا تھا جسپر بھی زری کا کام کیا ہوا تھا۔ کسی کسی پر زردوزی کا کام دور سے اپنی جھلک دکھا رہا تھا۔ ہاتھیون کی پشت پر زرین ہودج خوشنمائی سے رکھے ہوئے آنکھون مین چکا چوندھ پیدا کر رہے تھے۔ بعضون کی پشت پر صرف بالاپوش تھے۔ اور بعضے بالکل خالی تھے سب پر تیر۔ کمان۔ بھالا۔ برچھے وغیرہ انواع انواع قسم کے ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ بہت سے جانور بے چین اور گھبرائے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ چنگھاڑتے تھے۔ سونڈون سے زمین کی دھول ہوا مین اڑا رہے تھے۔ بعض چپ کھڑے تھے۔ فیلبان اپنی بولیان جو انھین سکھائی ہوئی تھین سناتے تھے۔ ہاتھیون کے سامنے اسپان رفتار کی قطار تھی جنپر سوارون کے زرہ بکتر۔ برچھی اور تلوار سیف۔ بھالے گرمی کی دھوپ مین چمک رہے تھے آنکھون کو انکی طرف دیکھنے کی تاب نہ تھی۔
بہت ہی شان و شوکت کا سین تھا۔ پلٹنون کی جھنڈیان اور وردیان رسالون کی جھنڈیون اور وردیون سے مختلف تھین۔ دکھنی۔ عربی۔ ایرانی۔ ازبک۔ کوہ قاف کے رہنے والے تاتاری۔ کابلی۔ مغلیے اور دوسری قومون کے لوگ سپاہیون مین بھرتی تھے۔ اسکے علاوہ ویدرون کا طاقتور دستہ جو چھوٹی دار چمڑے کی ٹوپیان پہنے ہوئے اور چمڑے ہی کے پائجامے ڈاٹے تھا کچھ کم شاندار نہ تھا۔
عباس خان نے اوس فوج کی طرف جنکی قطار لمبی۔ تلوارین اور چوڑے پھل والی برچھیان چمک رہی تھین اور جنھین روزہ کر جنگل کی کثرت آباد زمین صحرائی ہولناک درندون کی طرح نکل جایا کرتی تھین۔ دیکھ کر کہا۔
کاش رانگا موجود ہوتا۔ رانگا ان مین ہوتا۔ (قیصر خان سے) جاؤ دیکھو سامنے ویدرون کے رسالے مین رانگا نائک ہوگا۔ اگر وہان ہو تو کہہ دینا عباس خان یہان موجود ہے۔

لیکن راجہ نائک موجود نہیں تھا اور یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں گیا ہے۔ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ گور محل کے پچھم طرف چلا گیا تھا۔

عباس خان اُس جگہ کے صحن سے بغل مین جہان دیوانخانے مین محرابون کی راہ سے داخل ہوتے تھے۔ گھوڑے سے اترا اور اوس مقام سے ہوتا ہوا جو اوسکے مقام مقررہ کے نزدیک تھا کئی منٹ تک ٹھہرا اور چارون طرف دیکھا کیا۔

وہ وسیع میدان امرا وزرا اور شریف النفس اشخاص سے معمور تھا۔ قسم قسم کی فوجی وردیان پہنے ہوے سپاہی اور اونکے افسر وہان موجود تھے۔ عجیب سمان بندھ رہا تھا۔ تمام دیوانی محکمہ جات کے افسر۔ سکریٹری۔ عہدہ دار معمولی سفید ململ کے درباری لباس مین وہان جمع تھے جنکے سرون پر سفید ہی ململ کی معمولی پگڑیان تھین۔ اور بھی سفید پوش وہان موجود تھے جنکا شمار امکان سے باہر تھا۔ بعضے کامدانی پہنے ہوے تھے اور پائجامے سے پیرون کو چھپائے تھے۔ جب وہ بیٹھتے تھے اونکا جسم زانو سے نیچے تک کا حصہ چھپا جاتا تھا سنہری لباس اور لاتعداد خوبصورت ململی دوپٹون اور رنگ برنگ پگڑیون پہ آفتاب کی شعاعین پڑتی تھین۔ ایسی چمک ہورہی تھی کہ اوسپر نظر کا اُٹھنا دشوار تھا۔

دیوان خانے کے سامنے حبشیون کی کالی کالی جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس جماعت کے افسرون کے جسم پر سیاہ کرمی دار زرہ تھی۔ اسنے کچھ بلندی پر اونکا سردار یاقوت خان بیٹھا ہوا تھا۔

یاقوت خان نے جب عباس خان کو دیکھا بڑی خوشی سے مونچھون پر تاؤ دینے لگا۔ اکثر ساتھیون کے ہاتھ بھی مونچھون پر پڑنے لگے۔

حبشیون کی جماعت کے بغل مین دیوانخانے کے دروازے کے سامنے دکھنی سردار اپنی زرق و برق پوشاکون مین ڈٹے بیٹھے تھے۔

عباس خان نے دیکھا کہ حیات خان کوتوال بھی اپنے سپاہیون کے ساتھ عربون۔ ترکون فرانسیسیون اور دیگر اقوام کے غول مین کھڑا ہوا ہے۔

تاکہ کسی طرف سے ہنگامہ ہونے پائے یہ جوش سے بھرا ہوا دکھاوا تھا۔
عباس خان کے ایک رفیق نے عباس خان کے بیٹھنے کے لیے جگہ کی۔ عباس خان نے چاروں طرف نظر ڈالتے ہوئے سوچا میری راستی کے پرتال کے لیے اتنی بڑی جماعت جمع ہوئی ہے۔ دیکھیں خداوند کریم کیا کرتا ہے۔
دربار عام ابھی تک سنسان تھا۔ وہاں کوئی نہیں آیا تھا۔ عمارت کے بیچ کا محراب ۲۰ فیٹ چوڑا اور بہت ہی اونچا تھا۔ دلوانخانہ دو سو فیٹ لمبا ہوگا۔ آرائش وضع قطع بہت سادی تھی جسپر سنہری نقش خوبصورتی سے کندہ تھے۔ لیکن اب کل نقش مٹ گئے ہیں۔
صدر مقام شاہزادوں۔ مذہبی پیشواؤں اور ریاست کے امرا و وزرا کے لیے مقرر تھا۔ شاہی تخت خالی پڑا تھا تخت کے متصل چھوٹا سا بالاخانہ تھا جو عمارت کی بڑی دیوار سے آگے نکلا ہوا تھا۔ خاصکر ملکہ کی یہی نشستگاہ تھی۔ اور یہ بات ابھی دیکھنا باقی تھی۔ کہ ملکہ تاج النسا یہاں آکر بیٹھینگی۔ یا ملکہ چاند سلطانہ۔
یہ تعجب دیر تک نہ رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد فوجیوں نے آکر جھلملیاں پنکھے دین۔ معلوم ہوا ملکہ تشریف لے آئیں ہیں۔ کیونکہ اوسی وقت ملکہ صاحبہ کی لطیف شکل بیچ کی محراب سے اندر آتی ہوئی محسوس ہوئی۔ جس کے ساتھ بہت سے خوجے اور سہیلیاں تھیں۔ وہ آتے ہی تخت پہ بیٹھی۔ تمام لوگ کیا چھوٹے کیا بڑے تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سپاہیوں کی خوشی سے بھری ہوئی آواز سے بھی معلوم ہوا کہ سب کی پیاری ملکہ نے تخت پر جلوہ فرمایا ہے۔
اتنے میں ملکی کاروائی شروع ہوئی ملکہ نے بعض تحریروں پر دستخط کرکے اونکی پرتال کی۔ سررشتہ داروں نے ریاستوں کے دوسرے کاغذات پیش کیے۔ بعض عہدہ دار جو کہیں جاکر واپس آئے تھے اوٹھے جب ہونکا نام اور عہدہ پکارا گیا آگے بڑھے۔ تخت کے پایہ کو چوما اور

تلواروں کے قبضے پکڑ کر ملکہ کو سلام کیا۔

جب عباس خان آگے کی طرف بڑھا اور حبشیوں کی جماعت کے پاس سے چلا تو وہ بڑی بے رخی سے عباس خان کو گھورنے لگے۔ اور بڑبڑانے سے باز نہ رہے۔ لیکن اوسنے اونکی طرف ذرا بھی خیال نہ کیا۔ اور خاموشی سے اپنی جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ عباس خان کے دوست نے جھک کر کان میں کہا۔

وہ بہت دیر تک چپ نہیں رہیں گے۔ معلوم ہوتا ہے اُنھوں نے آپ سے عوض لے لینے کا عہد کر لیا ہے۔ لیکن فکر نہیں تمھارے بھی بہت مددگار دوست بیٹھے ہوئے ہیں۔

عباس خان نے جواب دیا۔

صرف اتنی سی فکر ہے بخدا مجھے اسکی مطلق فکر نہیں ہے۔ ذرا ٹھہرو اور دیکھو۔ لیکن ملکہ کے روبرو کوئی ہنگامہ نہ ہونے پائے۔

سررشتہ داروں نے عرضیوں کے لیے پکارا۔ بہت سی درخواستیں آئیں۔ اور ملکہ کے روبرو پڑھے کو دی گئیں لیکن جب ایک شخص حبشیوں کے پاس بیٹھا تھا یاقوت خان اوٹھ کھڑا ہوا اور تیز آواز سے بولا۔ ملکہ عالم۔ بندے کو اجازت ہو تو اپنی درخواست تخت کے قریب کھڑے ہو کر حضور کے سامنے زبانی عرض کرے۔

ملکہ نے بہت شیریں اور ملائمت سے حکم دیا۔ اسے پاس آنے دو اور اپنا حال عرض کرنے دو۔

ایک وزیر نے عرض کیا۔

حضور عالیہ! اوسے زبانی کہنے کی اجازت دینا مناسب نہیں۔ کیونکہ لاطائل کلمات بکے گا۔ اُسکی درخواست لے لی جائے۔ یاقوت خان اپنی درخواست یہاں رکھدو۔

یاقوت خان۔ (اپنی مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے) خانہ زاد درخواست دینا نہیں چاہتا۔ کیونکہ دبا دی جائے گی۔ ہاں ملکہ عالم خود اپنے ہاتھ میں لیں تو

البتہ پیش کر دوں۔؟

ملکہ۔ (ہاتھ پھیلا کر) درخواست کہاں ہے؟

یاقوت خان نے ظاہر خوش ہو کر تخت کے آگے گھٹنے ٹیک دیے اور درخواست ملکہ کے ہاتھ میں دے دی۔ اور بڑی تمکنت سے بولا۔

میری درخواست حضور کے ہاتھ میں پہنچ گئی ہے۔ اسلیے انصاف ہوگا۔ ہم سب انصاف کے طلبگار ہیں اگر زیادہ سختی کی تو ہم اتنا کہیں گے آپ بھی انصاف سے کام لوگی۔

اس جگہ اگر بجائے ملکہ کے کوئی دوسرا عہدیدار ہوتا تو اسی وقت اس گستاخی کی سزا دیجاتی اور تعجب نہ تھا گستاخی کے پاداش میں سر قلم کر دیا جاتا۔ لیکن ملکہ نے کچھ نہ خیال کیا اور جواب دیا۔

یاقوت تجھے انصاف چاہیے انصاف ہوگا۔ وہ اُجڈ دیہات کا باشندہ ہے۔ اوسے بات کرنے کی تمیز نہیں محض کندۂ ناتراش ہے۔ اس لیے اسے تکلیف نہ دو اپنی جگہ پر جانے دو۔ ابھی اسکی عرضی پڑھی جائے گی۔

یاقوت خان بے حس و حرکت ایستادہ تھا۔ ہنگامہ پیدا ہو جانے میں کوئی تعجب نہ تھا اتنے میں دو شخص جو اُسکے بھائی یا طرفدار تھے یاقوت خان کو بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لے گئے اور بٹھانے پر مجبور کیا۔ یاقوت خان کی درخواست پڑھی گئی۔ یہ درخواست تمام حبشیوں کی طرف سے تھی۔ جو الیاس خان کے قتل کا انصاف چاہتے تھے۔ انہوں نے عباس خان پر بغاوت اور بزدلی کا الزام لگایا تھا اور بیان کیا تھا کہ اوسنے باغیوں سے سازش کر کے یہ کارروائی کی ہے۔

ملکہ نے کہا۔

عباس خان کو حاضر ہو کر اپنی ذات سے جوابدہی کرنا چاہیے۔

نوجوان عباس خان آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا ملکہ کے تخت کے پاس کھڑا ہو گیا اور ایکبار حاضرین دربار پر نظر ڈال کر اسطرح گویا ہوا۔

دوستو! اور سپاہیو!! اگر میں قصور وار ہوں تو مجھے رہائی دینا قانون کا خون کرنا ہی وزراؤ امراء کی جماعت موجود ہے۔ اگر خدا رضامند ہے تو میں اپنی قسمت کے بھروسے پر ہوں۔ اسکا کچھ مضائقہ نہیں۔ میں اپنی ملک کے لیے کسی طرح جان دیتا ہوں۔

یہ بات عباس خان نے گردن جھکا کر کہی۔ حاضرین دربار میں عباس خان کی نیکدلی کی واہ واہ ہونے لگی۔ لیکن حبشیوں کی جماعت ادٹھ کھڑی ہوئی میانوں سے تلواریں نکال چمکنے لگیں۔

ایک حبشی نے کہا۔

دیکھتے ہو اس کافر کی زبان کسطرح قینچی سی چل رہی ہے جو جملہ ہے وہ مکر سے بھرا ہوا ہے۔

یاقوت نے جواب دیا۔

ہم ادسکی گردن قلم کر دینگے۔

حیات خان کوتوال نے ہاتھ باندھکر ملکہ سے عرض کیا۔

حضور یہاں سے تشریف لے جائیں۔ اسی میں بہتری ہے۔ یہ کمبخت فساد برپا کرنے والے ہیں میں اس جھگڑے سے نبٹ لونگا۔ یاقوت خان کل سکے جرم میں گرفتار کیا جائے گا۔ مجھ میں ادس کے گرفتار کرنے کی پوری قابلیت موجود ہے۔

ملکہ نے جواب دیا۔

ہاں۔ خان۔ میرے چلے جانے پر جنگ چھڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے میں یہی بیٹھی رہونگی۔ یہ کچھ خوف نہیں ہے۔

عباس خان اپنی جگہ پر کھڑا ہوا حبشیوں کے بالکل مقابل تھا۔ گو سیکڑوں چمکتی ہوئی تلواریں عباس خان کو دھمکی دے رہی تھیں مگر عباس خان کو ذرا بھی جنبش نہ تھا۔ اطمینان سے کھڑا ہوا تماشا دیکھ رہا تھا۔ کسی میں مجال نہ ہوئی جو اسپر وار کرے۔

عباس خان نے مردوں کی طرح گرجکر کہا۔

میرے معزز دوستو! میرے بہادر و سپاہیو!! آپ صاحبون نے مجھپر قتل کا
الزام لگایا ہے مگر مین بالکل بے قصور ہون۔ مجھپر بزدلی کی بھی تہمت رکھی جاتی
ہے جو اس سے بھی بدتر ہے۔ مین عزت کے ساتھ زندگی بسر کرسکتا ہون۔ بے عزتی
کی زندگی کو موت سے بھی بدتر سمجھتا ہون۔ اسلیے مین آپ سب صاحبون سے
ملتجی ہون کہ آپ لوگ اپنی رضا مندی ظاہر کرین اور ملک کے بہادرو لڑائی کے
پاک انصاف کے قاعدے سے فیصلہ کیا جاوے۔ میرے دشمنون مین سے
کوئی شخص ہے جو مجھ سے سامنا کرے مین میدان مین چلکر کھڑا ہوتا ہون۔ میرے
اور دشمنون کے درمیان تلوار فیصلہ کردے گی۔

چارون طرف سے حاضرین دربار کی آوازین آنے لگین۔

اے شریف خان صاحب! ہمین یقین ہے کہ ہماری جماعت مین کوئی تم سے
بہادر کا دشمن نہوگا۔

عباس۔ مجھے بھی میرے بعض دشمن آپ کی جماعت مین موجود ہین۔ ابھی کل ایک
واقعہ ہوچکا ہے اگر اسکی تکمیل ہوجاتی تو آج مین کہین کا نہوتا۔ کیونکہ محل کے احاطے
مین مجھپر کسی بدنفس نے وار کیا تھا مین اس جماعت مین بھی اوس شخص کو کھڑا ہوا
دیکھتا ہون۔ وہ تمام حبشیون کا سردار ہے۔ وہ وہی شخص ہے جس سے اگر جنگ
ہوئی تو خدا خود ہی فیصلہ کردیگا کہ کون حق پر ہے۔

یاقوت خان نے اپنے ساتھیون سے کہا۔ وہ مجرم ہی۔ مجرم سے لڑنا اپنی
شان مین بٹہ لگاتا ہے۔ حیات خان نے مصری تلوار کمربند سے نکالکر کہا۔

تیرا نام یاقوت ہی۔ عباس خان کہتا ہو کو ہی قاتل ہے۔ دیکھنا۔ دخنجر دکھاکر
کل محلہ اور شہر کی لوگ جانتے ہین بلکہ پہچانتے ہین یہ خنجر کسکا ہے۔ یاقوت خان دیکھ
اسکی نوک ٹوٹی ہے۔ کیا تیرا خنجر نہین ہے۔

یاقوت خان۔ (بڑبڑاتے ہوئے) عباس خان بھگیڑو ہے۔ مین اس سے
لڑنے کا نہین۔ کم ہمتون سے جنگ کرنا بہادرون کو زیبا نہین۔

یاقوت کے ساتھیون مین ایک شخص بولا۔

یاقوت! تجھپر قتل کے قصد کا الزام لگایا گیا ہے۔ اگر عباس خان سے

جنگ نہ کریگا - تو تجھے بزدلی کا تمغہ ملیگا - تجھکو خدا کے سامنے یا ہمارے روبرو ضرور
جوابدہی کرنا پڑیگی - کیونکہ ہم قاتلون کے حامی نہین ہین -
عباس - (تیز آواز سے) یاقوت! آؤ - ڈرتا کیون ہے جیسا تو بہادر تھا ویسی طرح
مقابلہ کیون نہین کرتا - اگر تو توقف کریگا تو تیرے حق مین اچھا نہوگا -
یہ کہکے عباس خان نے میان سے خنجر نکالا اور یاقوت خان کے شانے سے
چھلاتا ہوا اپنے دوستون کے ساتھ دربار عام سے نکلا -

باب سترھوان

جنگ

عباس خان خراماں خراماں خیمے کی طرف جہان اوسکا گھوڑا کھڑا تھا - وہان جاکر
اپنا درباری لباس اتارا - ولائتی جنگی بوٹ (جوتا) پاؤن مین پہنے اور اپنے خوبصورت
گھوڑے کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا -
اچھے سلطان! آج تجھے بڑی ہمت اور حوصلہ کرنا چاہیئے - اسکے بعد نوجوان نے
ذرا جھککر شاید اپنی ڈھال کھولی - تلوار میان سے باہر کی اور ایک بار چارون
طرف میدان مین نگاہ دوڑائی جہان بڑے بڑے قوی ہیکل جوان - ہاتھی گھوڑے
اور رسالے کے سوار جمع ہوے تھے - سبھون نے عباس خان کو دیکھکر دعائین
دین - خدا تجھے دشمن پر فتحیاب کرے -
عباس خان کے حریف نے بھی آنے مین دیر نہ کی - اوسنے بجائے پگڑی
کے آہنی خود سر پر رکھا - جو آفتاب کی کرنون مین چمک رہا تھا - لیکن سوا اسکے
ایک قلعی دار زرہ کے اور کوئی شے اوسکے بدن پر نہ تھی - جب یاقوت خان گھوڑے
پر سوار ہوا - بہتون کے منہ سے نکلا - کیسا کڑیل جوان ہے - دیکھو یاقوت خان
نے گھوڑے کی پشت پر پہونچتے ہی اُسے پھر لگادیا ہے اور اپنے دشمن کو
زیر کرنے کی غرض سے گھوڑے کو فوراً چھوڑ دیا - لیکن عباس خان موم کا نہ تھا
جو اوسکے قریب مین آجاتا - اوسنے چابکدستی سے گھوڑے کو پھیر کر یاقوت خان کے

حوصلے کو پست کر دیا۔ القصہ دونوں گتھ گئے۔ طرفین سے چوٹیں ہونے لگیں۔
یاقوت خان کے ہاتھ میں ایک چھوٹا وزنی اور بڑا خنجر تھا۔ یہ خنجر اُسے
بہت پسند تھا۔ یاقوت نے اسکا نام قصاب رکھا تھا وہ جانتا تھا اس خنجر کی عجیب خاصیت
ہے جہاں اسکی ضرب پڑی آدمی چت ہوا۔ خنجر کے علاوہ یاقوت کے پاس
بہت بڑی ڈھال تھی۔ اس ڈھال میں قریب قریب یاقوت کا تمام جسم چھپ
جاتا تھا۔ چونکہ زرہ پہنے تھا اسلیے وہ اور بھی محفوظ ہو گیا تھا۔ لیکن اسوقت
عباس خان کو بھی اپنی لمبی سیف کا فائدہ معلوم ہوا۔ اس کے سوا وہ شہسوار
بھی تھا۔ اس سبب سے یاقوت اوسکے قریب نہ پہونچ سکا۔ دور ہی سے ضرب
لگاتا اور وار کرتا رہا۔ کبھی حملہ کر کے پیچھے ہٹ جاتا تھا۔ کبھی گھوڑا دوڑا کر
پاس آتا تھا۔ عباس خان پر اوسنے اتنے وار کیے اگر اکیلا آدمی ہوتا تو
اُسکے چھکے چھوٹ جاتے لیکن وہ ثابت قدم رہا۔ ملکہ تماشہ دیکھ رہی تھی۔ جب
وہ دونوں جنگجو بہادروں کے حملوں کو دیکھتی آسمان کی طرف نظر اوٹھا کر دعا مانگتی
کبھی ہاتھوں کو ملتی۔ کبھی عباس خان کی پھرتی اور چالاکی دیکھ کر واہ وا کہہ اوٹھتی
ادھر دونوں دلاور اپنے اپنے کرتب دکھا رہے تھے عباس خان نے اپنے
دشمن کی طاقت کو آزما لیا تھا اور ایسی جگہ پانے سے ناامید ہو گیا تھا جہاں وہ
اسپر وار کرے۔ جب حبشی نے پھر تندی سے حملہ کیا۔ عباس خان نے دیکھا کہ
اُسکی زرہ کا ایک حصہ اسکے کان کے پاس کھلا ہے۔ عباس خان کی چھوٹ
بڑھ گئی۔ اُسنے جوش کے ساتھ اپنی لمبی سیف کی نوک اُس کھلے حصے میں
پیوست کر دی۔ پھر کیا تھا خون کی ندی اُبل پڑی۔ یاقوت خان تیورا کر
پشت زین سے نیچے آ رہا۔ اور پھر نہ اوٹھ سکا۔

وہ گرا۔ وہ گرا۔ کہکر تماشائی چلا اُٹھے۔ حیات خان نے بھی کہا۔ ملکہ صاحبہ
ملاحظہ ہو۔ وہ حریف گر گیا۔

ملکہ۔ (آہستگی سے) کون گرا۔

ملکہ کو آخر تک دیکھنے کی تاب نہ رہی تھی۔ اور اُسنے سوچ لیا تھا۔ حریف
زبردست ہے۔ عباس خان اوسپر سبر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اوسے وار

کرنے کا موقع ہاتھ نہین آتا تھا۔
حیات خان۔ حبشی یاقوت! شکر ہے۔ خدا نے اپنی حکمت اور عدل سے انصاف کر دیا۔
اتنا کہکر حیات خان سرعت کے ساتھ یاقوت کے قریب گیا۔ یاقوت سسک رہا تھا۔ بولنے کی کوشش کرتا تھا لیکن کمزوری کے سبب آواز نکلنا مشکل تھی۔
عباس خان۔ کوئی تم مین سے اسکی گردن پر پٹی باندھ دے ورنہ یہ مرجائیگا۔
حیات خان۔ اوسے مرنے دو۔ کیا تم عباس خان قادر خدا کی مشیت مین دخل دے سکتے ہو۔ اسے خدا کے ہاتھون مین چھوڑ دو۔ سپاہیون کی موت ملی ہی۔ بھلا اسکے ایسے نصیب کہان تھے کہ وہ مردانہ وار جان دیتا۔ ہاتھ پاؤن مین تشنج پیدا ہے کچھ ہی دیر کا مہمان ہے۔ تم مین سے کوئی اوسکی زرہ اوتار دے کمربند کھولدے۔ خانصاحب! دیکھیے۔ لیجیے! اوسکی جان نکل گئی۔ خیر بہتر ہوا۔
ڈھونڈھنے والے اپنے کام مین ہوشیار تھے۔ کمر سے ہمیانیان نکال لین جن مین روپیے اور اشرفیان بھری تھین جسکا ذمہ حیات خان نے خود لیا لیکن اسکے سوا ایک اور لمبا چوڑا تھیلا تھا۔ بہت سے کاغذات اور خطوط نکلے۔ اون مین اکثر خطوط اور کاغذ پرتگالی زبان مین تھے اور بعض فارسی زبان مین بھی دیکھے گئے۔
حیات خان دتھیلا عباس خان کے ہاتھ مین دیکر) خانصاحب! آپ اس تھیلے کو خود ملکہ کے سامنے پیش کرین۔ تعجب نہین یہ کاغذات الیاس خان کے ہون۔ اگر اسکے ہین تو ہمین کسی اور چیز کی ضرورت نہین۔ آؤ۔ دیر ہوتی ہے۔ خدا کی قسم کیا اچھا ہوا کہ کاغذات ہاتھ آگئے (اپنے آدمیون سے) اوسے لے جاؤ پھاٹک کے باہر گھاس پر رکھدو۔ کوئی نہ کوئی حبشی دفن ہی کردیگا۔
عباس خان کے دوستون (ویدہ ولن) نے خوشی کے نعرے لگائے۔

سوار کیا دکاڈ و تگڑ ا برس گیا۔

عباس خان گھوڑے پر ہر ایک شخص کو سلام کرتا جاتا تھا۔ اسوقت لوگون مین بڑی سرگرمی پائی گئی۔ جب عباس خان ہمراہ دے کے پاس پشت اسپ سے اوترنے لگا۔ اوسکا صادق دوست رانگا نا ایک بھیڑ چیرتا ہوا پاس آیا۔ قدمون سے لپٹ گیا اور بلند آواز سے کہا۔

"میاں مین نے آپکے حریف کو مرتے دیکھا۔ باقیون کو لے آیا ہون۔ جو مناسب سمجھو برتاؤ کرو۔ خدا کا شکر ہے آپ بال بال بچ گئے۔ حریف مارا گیا۔ پاک خدا نے میری دعا سُن لی۔

عباس خان۔ سب کو۔ کون سب؟

رانگا۔ جناب! یہ وہی لوگ ہین۔ جو میرے ساتھ کورلا مین تھے۔ مین نے اون مین سے ایک ایک کا پیچھا کیا اور بیلگام تک اونکو نہین چھوڑا دیکھئے۔

جب خیل کے خیل قیدی سامنے آلے۔ امان۔ امان۔ رحم رحم کا شور مچا دیا اور اون مین سے ایک شخص جو عباس خان کا دفعدار تھا۔ نہایت الحاحت سے رحم کا خواستگار ہوا۔ اُسنے کہا۔

مجھے گفتگو کرنے کی اجازت دیجیے۔ گو مین دغاباز ہون۔ پاجی ہون۔ سزائے موت کے قابل ہون۔ مگر جناب جبتک دو چار باتین میری نہ سُن لی جائین مجھے سزا سے محفوظ رکھیے۔

حیات خان۔ (رانگا سے) ان سب کو ہمارے آدمیون کے سپرد کر دو۔ تمھارے آدمی تھکے ماندے ہین۔ باؤن لڑائیون سے کیف گئے ہین۔

رانگا۔ خانصاحب! کل مجھے یہانتک پہونچ جانا چاہیے تھا۔ لیکن مجبوری ہوگئی لاکھ کوشش کی پہونچ نہ سکا۔ تاہم نہین رُکا مَین۔ سیدھا چلا آتا ہون خیر دفعدار کے بولنے کی اجازت دیجیے۔

عباس خان۔ اوسے میرے پیچھے آنے دو۔ کل باتون کی تکمیل کے لیے صرف اسی کی ضرورت تھی۔

یہ کہکر عباس خان دیوان خانے کی طرف بڑھا - بیسوں فوجی جوانوں نے سامنے آکر سلام کیا - حبشیوں کا گروہ بھی اوروں سے کم ممتاز نہ تھا - دفعدار نے عاجزی سے تخت کے آگے جھک کر وہ کل کیفیت بیان کی - جسطرح الیاس خان نے پہلی لڑائی مین چڑھاوا کیا تھا اور جسطرح عباس خان کے طرفداروں کو باغیوں نے ملا لیا تھا اور پھر کہا اگر الیاس خان مارا نہ جاتا تو عباس خان کو جان بچانا دشوار تھا - باقوت کئی میلوں تک پیچھا کیے گیا لیکن گرد وغبار کے بونڈرے مین عباس کے ساتھی اور عباس خان غائب ہو گئے -

حبشی گروہ کے ایک سردار نے تخت کے آگے جھک کر اور تلوار کے قبضے سے عباس خان کو سلام کر کے کہا -

خدا تعالیٰ نے خود ہی فیصلہ کر دیا - اے ملکہ مین التجا کرتا ہون - میری جان بخشی کی جائے - اے بہادر نوجوان! بیشک تم پر جھوٹ الزام لگایا گیا ہے -

نیک ملکہ کی خوشی کی حد کو کون بیان کر سکتا ہے جو اپنے پالٹ کو شاباشی دینے کے لیے کھڑی ہوئی تھی - جب عباس خان تخت کے قریب پہونچکر پابوسی کو جھکا ملکہ نے ڈبڈبائی آنکھوں اور ٹوٹے پھوٹے لفظوں مین دعائین دین -

"او سچے وفادار! مین تیرے لیے دعا مانگتی ہون - خدا نے سب کے سامنے کھلے طور پر انصاف کر دیا ہے - بیٹا! خدا تیری عمر دراز کرے اور تجھے عزت دے"

مولوی کریم الدین نے خوشی سے کہا -

جی ہان - یہ تو قدر کے قابل ہے -

ملکہ - (تیسری سردون مین) جبتک تمھارے مالک بادشاہ کا فرمان نہ پڑھا جاے کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہٹے -

اسکے بعد بادشاہ کا فرمان پڑھا گیا جسمین لکھا ہوا تھا -

خدا حمد نگر کی تمام فوج تندمزاج نوجوان بادشاہ کے دھواسوقت تخت

حکومت پر بیٹھا ہے) سر پر چلی آرہی ہے اس لیے بیجاپور کی جتنی فوج ہو فوراً کسی لائق افسر کی ماتحتی مین اسوقت روانہ کرنی چاہیئے۔

فرمان پڑھنے کے بعد ملکہ تخت پر ایستادہ ہو گئی۔ اور اُسنے خوشی بھری آواز مین کہا۔

اے جنگ آور شرفا! مین خیال کرتی ہون عباس خان کو اس کام پر منتخب کرون۔ آپ لوگ اپنی راے دین۔ اور بتائین کیا اُس سے بہتر کوئی عمدہ انتخاب ہو سکتا ہے۔

"حاضرین نے کہا"

بسم اللہ۔ یہ انتخاب بہت ہی مبارک ہے۔

عباس خان نے وہ پان جو وسطے نچے سے منہ مین رکھ لیا تھا اور اس گروہ سے جو اسکی پشت پر تھا منھ پھیر کر کہا۔

"اے دوستو! کیا آپ لوگ مجھے پسند کرتے ہین"

درباری لوگون نے عباس خان کے لبون سے یہ جملہ سنکر کچھ اس مسرت سے نعرے لگائے۔ جسکا بیان قلم کی طاقت سے باہر ہے۔

عباس خان نے تخت کے پاس کھڑے ہو کر آہستہ سے کہا۔

مین اجازت چاہتا ہون تھوڑی دیر کے لیے مجھے گھر جانے کی مہلت ملے یہ کاغذ کا مٹھا جو مرتے ہوے آدمی کے پاس سے نکلا ہے مجھے میرے زخمون مین درد ہو رہا ہے۔ مین چاہتا ہون فکان چلکر ڈاکٹر کو دکھلاؤن۔ مین نے اس مٹھے مین کچھ پرتگالی زبان کے کاغذ دیکھے ہین اس لیے مین پادری صاحب کو شام کے دربار مین لے آؤنگا۔ ان کاغذون کو اپنے پاس حفاظت سے رکھنا بڑا کام نکلے گا

ملکہ۔ مجھے بھی روکنا منظور نہین۔ جاؤ۔ تازہ ہو رہو۔ شام کے وقت تمھارا اور پادری صاحب کا انتظار کرونگی۔

باب اٹھارہوان

کونسل کے دوست

دربار برخاست - دربار برخاست کی آوازین نقیب اور چوبدارون نے لگائین۔ تمام فوج قاعدے سے لیس ہوگئی - ایک ایک امرا شاہی آداب سے آداب بجا لاکر چلتے ہوئے - اونکے ملازم بھی قلعہ سے نکلکر پھاٹک پر ہورہے کسی نے اپنے مکان کی سدھیان بھرین - کوئی محلون مین اپنی جاے قیام پر راہی ہوا - میدان جنگ مین کام آنے کی خوشی سے سپاہیون مین پھر جوش پیدا ہوگیا اور وہ بڑے جوش کے ساتھ عباس خان کی فتح ہو چلّانے لگے۔

ان مسرت آمیز جملون کو سُنکر عباس خان جامے مین نہین سماتا - ملکہ نے اُسے پھر تاکید کی کہ وہ پادری کے ساتھ معمولی وقت پر حاضر ہو - دیوان خانے کے خالی ہونے کے قبل ہی ملکہ اوٹھ کھڑی ہوئی اور محل خانے مین چلدی - جب افسر امرا وزرا چلے گئے عباس خان بھی سوار ہوکر آہستہ آہستہ گھر کی طرف روانہ ہوا -

درحقیقت اسوقت عباس خان کو سخت تکلیف تھی - زخم مین کھٹک اور ٹیس ہو رہی تھی - دوم اوسکی سپر بہت وزنی تھی اور حبشی نے اسخت حملے کیے تھے اسوجہ سے وہ تھک بہت گیا تھا - اور پادری کی بندھی ہوئی پٹیان ڈھیلی پڑ گئی تھین - ان وجوہ سے عباس خان آرام کرنا چاہتا تھا - مگر دل خوشی اور جوش سے بھرا ہوا تھا - اس سبب سے نہین کہ وہ زندہ بچ گیا - اور نہ اس سبب سے کہ اوسپر بے ایمانی اور دغابازی کا الزام تھوپا گیا - اوسے خوشی زیادہ تر کاغذات ہاتھ آجانے سے ہوئی - کیونکہ جو کاغذ حبشی کی جیب سے برآمد ہوئے اس سے اسکی اور بھی صفائی ہوجاتی تھی اونکی تحریر سے صاف صاف الیاس خان کا سوادخط ظاہر ہوتا تھا - اب اوسکے بری ہونے مین کوئی شک وشبہ باقی نہین ہے - آج ہی شب کو تمام معاملے صاف

ہو جائین گے۔

عباس خان گھوڑے پر چڑھا راستے اور گلی کوچون مین جو لوگ اسے دیکھتے شکر گذاری سے سلام کرتے۔ آج کی فتح سے عباس خان کا بڑا نام ہو گیا۔ عورتین اپنے گھرون کی چھتون پر بیٹھی ہوئین عباس خان کے لیے دعائین مانگتی تھین۔ خدا اسے صد ہا برس صحیح وسلامت رکھے۔

عباس خان اپنے مکان کے پھاٹک پر پہونچا۔ تمام گھر والے خوشی کے نعرے مارتے اوسکے گرد جمع ہو گئے۔ شادیانے بجنے لگے۔ گھی کے چراغ مسجدون مین جلائے گئے۔ ولیون کے نام پر فاتحہ خوانی ہوئی۔ لوبان اور اگر کی بتیان سلگائی گئین۔ ملاؤن نے منتین پورا کرنے کا وعدہ کیا عباس خان گھوڑے سے اوترا اور پیار سے اوسپر ہاتھ پھیرا۔ پھر دیوانخانے کی طرف بڑھا۔ زینہ پر قدم رکھا ہی تھا۔ تمام اشخاص جو اسکی آمد کا انتظار کر رہے تھے زینے پر آئے۔ بغلگیر ہوئے۔ شاعرون نے اوسکی بہادری کے قصیدے پیش کیے۔ انعام واکرام دیے گئے۔

عباس تھک بہت گیا تھا۔ حاضرین سے اجازت لے کر اپنی بچی کے پاس چلدیا۔ چچی پھولی نہ سمائی۔ اُٹھکر اوسے گود مین بٹھا لیا اور بولی۔

اہا۔ تجھے خدا نے سلامت رکھا۔ مین تیرے لیے ڈرتی تھی۔ رو رہی تھی۔ مین خدا سے اور اُسکے ولیون سے تیرے لیے دعائین مانگتی تھی۔ جیون ہی اوسکے پاس خبر پہونچی۔ کہ تو کامیاب ہوا۔ مین نے تمام مزارون پر فاتحہ پڑھا۔ کل انشاء اللہ اماموں کے نام ایک ہزار غریبون کو کھانا کھلاؤنگی بیٹا! تجھے کوئی چوٹ تو نہین آئی۔

عباس خان۔ نہین اماں جان! کوئی چوٹ نہین آئی۔ البتہ پڑا تا زخم پادری کو دکھانا ضروری ہے۔ درد کرتا ہے۔ پادری صاحب کی پٹی باندھتے ہی آرام ہو جائیگا۔ وہ بھی میرا انتظار کر رہے ہونگے۔ مجھے جانا چاہیے۔ کچھ باتین ایسی ہین جنکے بارے مین صلاح لینا ضروری ہے۔ مغرب کے وقت تک آجاؤنگا۔ اور کھانا کھانے کے بعد رات کو دربار والی کونسل مین

شریک ہونگا۔

چچی۔ بیٹا! اتنی جلدی مجھے چھوڑتا ہے۔ مین تو چاہتی تھی کہ شام تک تیرے ساتھ بیٹھکر باتین کرون۔ خیر تجھے عفور ملکہ کا حکم بجالانا چاہیئے۔ مین اس بات کا افسوس نہین کرتی۔ کہ تو اُسکا حکم بجالاتا ہے۔ خدا نہ کرے۔ کیا میان! ملکہ تجھ پر مہربان تھی۔

عباس خان۔ اما جان! وہ روتی تھین۔ مین اُنکے پاس اوپر گیا وہ بمشکل بول سکتی تھین۔ لیکن مین نے معلوم کر لیا اوسے میری بات پر بھروسا ہے۔ وہ مجھسے خوش تھی۔ اور تمھارا بیٹا بھی خوش تھا۔ ملکہ نے فرمایا ہے مجھکو اوس فوج کی سپہ سالاری ملے گی۔ جو بادشاہ کی کمک کو جائے گی۔ اماجان! یہ بڑی عزت ہے۔ کیا مین اس لائق ہون۔

چچی۔ میان! مجھے کچھ خوف نہین۔ جہان ملکہ کا جی چاہے بھیجے۔ تم جاؤ اور اپنے چچا کی طرح ناموری حاصل کرو۔ اچھا اب جاکر آرام کرلو۔

عباس خان چچی کے پاس سے اوٹھکر اپنے کمرے مین آیا۔ پادری پہلے ہی سے بیٹھا ہوا تھا۔ اُٹھکر بغلگیر ہوا اور مبارکباد دینے کے ساتھ ہی عباس خان کی زرہ اُتارنے مین مدد دی۔ پھر زخم ملاحظہ کیا اور کہا۔

"بیشک جناب زخم مین درد ہوتا ہوگا۔ کیونکہ زرہ کا دباؤ زخم پر پڑا ہو۔ خیر کچھ ہرج نہین۔ خون تو نہین نکلا۔ یہ کل پٹیا بدل دی جائینگی۔ ہلکی پٹیان باندھنا ہونگی۔ امید ہے چند دن مین زخم خشک ہو جائیگا۔

پادری نے پٹیان بدلدین۔ نئی ٹھنڈی پٹیون سے خوب آرام ملا۔ عباس خان اپنے ہاتھون سے جیسا کام چاہے لے سکتا تھا۔ لیکن پادری نے ممانعت کردی جب تک بادشاہ کی کمک کے لیے روانہ نہ ہونا۔ ہاتھون سے کام مت لینا۔

عباس خان۔ پادری صاحب! آج شب کو ملکۂ عالیہ کے محل مین چلنے کے لیے طیار رہیے گا۔ ملکہ صاحب ایک بہت ضروری معاملے پر آپسے مشورہ لینگی۔ مجھے حکم ملا ہے آپ کو ساتھ لیتا چلون۔

مگر خبردار تم شریک ہونا۔ میرے خیال میں ڈوم ڈی گوا اس سازش میں شریک
بھی ہو جائیگا تو کیا کر لے گا۔

عباس خان۔ (ہنسکر) آہ میرے دوست! تم سادہ لوح آدمی ہو۔ ڈوم
ڈی نورونہ وصول کر سکتا تھا۔ اگر وہ تمھارے قوم کے سپاہیوں کی مدد کر دیگا
وغیرہ کرتا۔

پادری۔ سپاہی ادھر کبھی نہیں ملیں گے۔ ہماری گورنمنٹ نے
پہلے ہی دوسرے علاقوں میں دخل دینے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ کسی کی
طرفدار نہیں ہوگی۔ سنا ہے شہنشاہ اکبر نے پرتگالیوں کو بہت کچھ دینے کا
وعدہ کیا ہے لیکن ہماری گورنمنٹ کا خاص منشا سب سے دوستانہ تعلق پیدا
کرنے کا ہے۔

عباس خان۔ تم لوگوں کی قوم بڑی بہادر ہے اور اسپر طرّہ یہ کہ حرص و
طمع سے بچی ہوئی ہے۔

پادری۔ جناب ایسا نہ کہیں تو ہم جلدی خراب ہو جائیں۔

عباس خان۔ (ہنسکر) پادری صاحب! آپنے دیکھا نہیں کہ گوا کے محاصرے
میں کیا ہوا۔ اچھا۔ ان باتوں کو جانے دیجئے۔ آپ طیار رہیں۔ میں آپ کو
بلا بھیجونگا۔ آپکی بہن اچھی تو ہیں۔ جو کچھ انھیں درکار ہو فرمائیے انتظام
کر دونگا۔

پادری۔ اللہ کا دیا سب کچھ موجود ہے۔ وہ شکرگذار ہے۔ وہ اپنے اسکول
کی طیاری کی فکر میں ہے۔ ہمارے کچھ لوگ جنکی کچھ ہی خدمت کی گئی آپکے
احسانمند ہیں۔

عباس خان۔ پادری صاحب! ذرا ہوشیار رہیئے گا۔ ایسا نہو لوگ آپسے
بدگمان ہو جائیں۔ افسوس مسلمانوں اور عیسائیوں میں کیسی دشمنی ہے اس سے
آپ خبردار رہیئے گا۔

پادری۔ مگر مدگل میں تو صاحب ہمیں کوئی تکلیف نہیں دیتا۔

عباس خان۔ جناب ادہاں ایسے آدمی بہت کم ہیں۔ جو آپ کو ایذا

پہونچا ہین۔لیکن ریاست کی طرف سے تو آپ کی حفاظت ہو سکتی ہے۔یہان کے حال سے وہان کے حال کا مقابلہ نہ کرو۔مین صرف اسقدر کہنا چاہتا ہون ذرا خبرداری سے رہیے گا۔اور آپ کو جسطرح وہان کوئی خطرہ نہ تھا یہان بھی نہین ہو گا۔

پادری سلام کرکے رخصت ہوا۔جو کچھ اوسکے دوست عباس نے کہا تھا میریا سے اوسنے ذکر کیا۔لیکن جو قلعہ بنایا جا رہا تھا اوسکی بنیاد پولی ہو گئی۔اس سے خبرداری ضروری تھی۔ایسا نہو کہین قلعہ کی عمارت اڑا اڑا دھم ہو جائے۔

جب پادری صاحب چلتے ہوے عباس خان نے چادر اوڑھ لی اور وہ سو رہا۔فاطمہ بیگم کئی بار دیکھنے کے لیے اوسکے کمرے مین آئی۔اسد قعہ وہین بیٹھ گئی اور ملائم اور نازک پنکھیا سے مکھیان جھلنے لگی۔جو عباس خان کے منھ پر بیٹھ گئی تھین۔اوسکو اپنے لڑکے پر بڑا ناز تھا۔اوسنے دل مین کہا ملکہ صاحبہ بھی اس چھوکرے پر فخر کرتی ہین لیکن اونکے فخر اور میرے فخر مین بڑا فرق ہے گیا مین ملکہ صاحبہ سے زیادہ خوش نصیب ہون کیونکہ مین اسے ہر ایک حالت مین نگاہ کے نیچے رکھتی ہون۔یہ دیکھو اب یہ اپنے ہاتھون سے کوئی چیز پکڑ رہا ہے۔یہ اوسکی تلوار ہے۔یقیناً یہ لڑائی کا خواب دیکھ رہا ہے۔دیکھو اب رنگ ہی بدل گیا۔اسکے لبون پر محبت کے نشان پائے جا رہے ہین۔چہرے پر مسکراہٹ ہے۔معلوم ہوتا ہے اسے زہرہ خواب مین نظر آرہی ہے۔آہ کیا وہ اسکے لائق ہو گی۔

عباس خان خرانے لے رہا تھا اور اسکی نیک چچی اوسی طرح مکھیان اڑا رہی تھی۔جیسا کہ اسنے اسکے بچپن مین کیا تھا۔وقت گذرنے معلوم نہین ہوتا موذن جامع مسجد باغ کی مسجدون کو شام کی نماز کے شریک ہونے کے لیے اللہ اکبر اللہ اکبر کی آواز دینے لگا۔اتنے مین عباس خان کی نیند ٹوٹ گئی اور اسنے اپنی چچی کو اپنے پاس خبرگیری کرنے پایا۔

عباس۔اماں جان آپ میری خبرگیر رہی ہین۔مجھے خوب نیند آئی۔ایسی

بیٹھی نیند تھی کہ کبھی سویا نہین۔ خدا آپ کو اسکا اجر دے۔ اب مجھے نماز کو جانا چاہیئے
پنچھی۔ بیٹا! بہت آدمی تجھ سے ملنے آئے۔ ایک شخص رانگا نایک جو اسکے
کہتا ہے ملاقات کا از حد مشتاق ہے۔

عباس خان۔ اوس سے کہدیا جائے انتظار کرے۔ واقعی اوسے بہت ضروری
کام ہے۔ اتا جان۔ مجھے دیر نہین لگے گی۔ اسے ابھی بلا بھیجونگا۔

عباس خان پھر دروازے کی راہ سے باغ مین داخل ہوا۔ حوض پر جاکر وضو
کیا۔ حوض کے ٹھنڈے پانی سے طبیعت ہری ہوگئی۔ باغ بھی خوب تر و تازہ تھا
عباس خان نماز پڑھنے لگا اوسکا دل فرط مسرت سے معمور ہوگیا۔ اوسکے کئی دوست
وہاں جمع تھے۔ سب بڑے تپاک سے ملے عباس خان نے آج جسقدر اپنے
دوستون کو خوش دیکھا کبھی نہین دیکھا۔

عباس خان۔ دوستو مین ابھی حاضر ہوتا ہون۔ پیشتر اسکے کہ مین یہان آؤن
مجھے کچھ کام کرنا ہے۔ آپ لوگ مجھے مجبور سمجھین (اپنے خدمتگار سے) رانگا نایک
کو لے آؤ۔

حوض کے کنارے بیٹھ کر عباس خان رانگا کا انتظار کرنے لگا۔ وہ بہادر سردار رانگا
بھی فوراً حاضر ہوگیا۔ وہ اوسکی طرف کچھ اسطرح دیکھ رہا تھا۔ گویا وہ کسی گھنے جنگل
مین ہے۔ لیکن فوراً اوسنے اپنے نوجوان مالک کو دیکھا۔ جھپٹ کر اوسکے قدمونپر گر پڑا
اور پھر خوشی کے نعرے مارے۔

رانگا۔ مین وقت پر نہین آسکا۔ مجھے خواہش رہگئی۔ حضور نے اس بدذات حبشی
(یاقوت) کو کیونکر قتل کیا۔ کیا کہون قیدیون کے ساتھ جلدی نہین آسکا۔ آخری منزل
پر مین نے سنا کہ آپ ایکدن پہلے اسوقت جبکہ ملکہ صاحبہ شکار کھیل رہی تھین۔
آگئے ہین۔ کہیئے آپکو دیر کیون ہوئی۔

عباس خان۔ (ہنسکر) دوست! مجھے زخم ہوگیا۔ ایکدن ہمارا دوسرا کوچ تھا
میرا گھوڑا (جو دراصل عثمان بیگ کا تھا) ٹھوکر کھا کر گر گیا۔ میرے زخم کے ٹانکے
کھل گئے۔ پادری صاحب نے ضد کی کہ جبتک میرا زخم اچھا نہو مجھے سفر کرنا نہ
چاہیے۔ گوکہ اوسنے بڑی مستعدی سے میرا علاج کیا لیکن پھر بھی ایک ماہ تک

نہ اوٹھ سکا۔ مگر مین گورا مین بہت اچھی طرح رہا۔

رانگا۔ یہان آپ میرے موضع کے اتنے نزدیک تھے لیکن آپنے مجھے یاد نہین کیا۔

عباس۔ مین نے تو بلایا تھا۔ لوگون نے کہا وہ بے لگام گیا ہے۔ پھر جب میرا کچھ ہو چکا۔ راستے مین تمھارے آنے کی خبر سنی۔

رانگا۔ تو پھر صاحب آپنے جو سنے درویش اور اوسکی دختر کی نسبت کچھ سنا نہین یا وہ آپکے ساتھ ہین۔

رانگا۔ اون شخصون کی فراق مین گیا تھا جو گورا مین ساتھ چھوڑ بھاگے تھے میرے ہمراہی تین سو سپاہی تھے اسوقت آپ جلدرگ مین تھے ایک دن مین نے سنا معشوقہ مدگل کے پادری کو ساتھ لیکر جلدرگ سے روانہ ہو گئے میرا ایک تیوہار آنے والا تھا۔ اس لیے مین چلا گیا۔ قریب ایک ماہ کے بعد درویش صاحب نے بلا بھیجا اور زہرہ کی گمشدگی کی خبر سنائی۔ مین نے زہرہ کو عثمان بیگ کے محل سے پا لیا جہان بیچاری جلدرگ کے دو آدمیون کی نگہبانی مین قید تھی۔ آج مجھے یہ افسوس ہوتا ہے کہ مین نے تمھارے بیچارے بھائی عثمان بیگ کو کیون قتل نہ کر دیا۔

عباس خان۔ (زور سے) کیون جی۔ سچ کہنا۔ زہرہ کی عصمت پر دھبہ تو نہین آیا۔ اُسکی عزت تو نہین بگڑی۔

رانگا۔ شکر ہے وہ بچ گئی اوس دن شام کو عثمان بیگ نے شادی کا بندوبست کیا تھا۔ لیکن وہان کے مولوی صاحب نے نکاح پڑھانے سے انکار کر دیا۔ پھر دوسرے طرح دوسرے روز پر اوٹھا رکھا۔ مجھے معلوم ہو گیا۔ ہم تین شخص اُس چھپے ہوئے غار کے راستے سے آئے۔ ہمارے پیچھے آنے کی کسکو جرات تھی۔

عباس۔ (فکر اور گھبراہٹ سے) ہان کہو۔

رانگا۔ صرف یہی نہین بلکہ مین نے ایک کشتی طیار کی اور اوس بڈھے کی تمام جائداد شام تک لدوا دی۔ پھر ہم تینون شخص اوس لڑکی کو لیے ہوئے کشتی پر آئے۔ درویش صاحب زہرہ لڑکی اور ہم تینون شخص کشتی پر سوار ہوئے۔ کشتی کو دا کے چھوڑ دی گئی۔ گورا مین میرا مکان ہے۔ مین نے وہان صحیح سلامت

پہونچا دیا۔ وہاں میرے چھ سو آدمی اونکی حفاظت کرنے والے ہین۔
عباس ۔ رانگا! کیا اب تک وہ وہین ہین۔
رانگا۔ نہین! وہ وہان نہین ہین۔ آج کو تیرا اکا ایک آدمی جو چار پانچ روز سے یہان آیا ہوا ہے مجھ سے ملا تھا۔ اوسنے کہا۔ درویش صاحب اور زہرہ کوتیرا سے چلے گئے اور بانکور کے راجا کے یہان مقیم ہین۔ راجہ اونکی حفاظت کرتا ہی۔ عثمان بیگ نے زہرہ کے تعاقب مین جاسوس بھیجے ہین۔ بلکہ خود اپنے سپاہیون کے ساتھ بانکورا پر چڑھائی کرنے والا ہی کہین دیدرون نے انکار کر دیا پھر ممکن نہین عثمان بیگ کا ایک سپاہی دریا پار اوتر سکے۔
عباس خان ۔ خدا اونھین اپنی حفاظت مین رکھے۔ آہ! خیال کرو۔ اوس لڑکی کو نقصان پہونچتا تو میرا کیا حال ہوتا۔ عثمان بیگنے بڑا ظلم کیا۔ اب مجھے بھی اسی طرح جواب دینا پڑا جسطرح حبشی یاقوت خان کو دیا گیا۔ لیکن کیا تجھکو اس بات کا یقین ہے کہ اوس لڑکی کو وہ جبر سے لے گئے۔
رانگا۔ اسمین شک نہین۔ ایک دن وہ بیٹھی ہوئی کنگولی چھپایا کرد دیکھ رہی تھی کہ وہ جلشی بچاری کو لے گئے۔ مولوی صاحب انکار نہ کرتے تو زہرہ کا نکاح ہوجاتا۔ اور وہ تیرے چچیرے بھائی کے زنانے مین ہوتی۔ مجھ سے زہرہ نے خود یہ بات کہی اور دوسرون سے بھی مین نے ایسا ہی سُنا۔
عباس ۔ وہ ہمیشہ دغابازی کرتا ہے اُسکا کون یقین کر سکتا ہے کہ وہ ان فعلون سے باز آئیگا۔
رانگا۔ ان باتون کے سوا اوس کو اور بھی جواب دہی ہے۔ دیکھیے یہ خط اور کاغذات ہین۔ (ایک کاغذ کا پلندہ کمر سے نکالکر) مین الیاس خان کے دفتر سے اوسکے پرچے لے آیا ہون۔ عثمان بیگ کی اسمین بہت سی چٹھیاں ہین۔ اور دوسرے لوگون کی بھی ہین۔ گورک کے املی کے درختون کے نیچے پھانسی دینے کا کافی ثبوت ہے۔ جس سے اوسے یہ معلوم ہوجائیگا کہ جلاد کیسے سلام کر رہا ہے۔
عباس خان ۔ تو پھر اوسے فوراً طلب کرنا چاہیئے رانگا!

رانگا۔ اگر تمھیں اپنے چچا اور بادشاہ کے پاس نہ جانا ہوتا تو ہو سکتا تھا۔ اسلیے بہتر ہے اس بات کو رہنے دو۔ وہ سوچتا ہے زہرہ تماشا بیچ گئی۔ اور واقعی وہ عدالت ہے۔ اوسکے لیے چال چلنا غیر ممکن ہے۔ لیکن جبتک ہم دور ہیں وہ چال چلنے سے باز نہیں آئیگا۔ اوسے بڈھے درویش کی بھی خبر ملجائے گی۔ وہ زہرہ کو یونہی نہیں چھوڑیگا۔ لیکن اب میں اپنے آدمیوں کو خبر دیتا ہوں اور کہلا بھیجتا ہوں کہ اس لڑکی کی عزت تمھاری اور میری عزت ہے۔ اس سے اونھیں معلوم ہوجائیگا کہ کیا بات ہے۔ میاں میں آپ کے ساتھ جنگ پر چلونگا۔ یہاں جو رانم کے آدمی ہیں۔ میرے ساتھ چلنے کے خواہشمند ہیں۔ میں اونکے انکار نہیں کرونگا۔

عباس۔ (ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے) آہ۔ اے سچے دوست اور بھائی ان تمام امداد کے لیے میں تیرے ساتھ کیا کر سکتا ہوں اور اس نیک مشورے کے لیے بھی جو تونے ابھی دیا ہے۔ رانگا! میرے ساتھ آؤ۔ میرے ساتھ تم ملکر لڑتے ہو۔ لیکن اوسے میرے سوا اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ اب تجھسے سب لوگ واقف ہوجائینگے۔ میں تجھے انعام اکرام دونگا۔ اور تیری عزت بڑھاؤنگا۔ پہلے بادشاہ کا فرض بجالانا چاہیے۔ پھر ہم اپنا کام کرینگے۔ رانگا! کیا تونے کھانا کھالیا۔

رانگا۔ نہیں۔ کل سے نہیں کھایا کسی سے کہدو۔ باورچیخانے سے کچھ لادے میں ابھی کھاؤنگا۔ میرا کھانا صاف پتوں پر رکھوا دیجیے۔ آہا۔ آج خوب مزے سے کھاؤنگا۔ خدمتگار باورچیخانے سے جو اطعمۂ لذیذ و خوشگوار بہت تھے لے آئے اور کیلے کے بڑے پتوں پر رکھدیا۔ رانگا نے بیٹھکر لمبے لمبے ہاتھ مارے۔ گویا کئی دن کا بھوکا ہے اور واقعی دو دن سے اوسکے منھ میں ایک دانہ بھی نہیں گیا تھا۔ جب رانگا کھا چکا۔ چادر سے منھ لپیٹ وہیں پر لمبا لمبا لیٹ کر خراٹے بھرنے لگا۔

پادری - جی - کناری زبان ہمارے گرجے کے لوگ مڈگل مین خوب بولتے ہین -
اسکو ہم نے ابراہیم عادل شاہ کی مہربانی سے بنایا ہے - فارسی کی بہ نسبت ہمین
کناری زبان مین زیادہ محاورہ ہے - کیونکہ اسکے بولنے کے لیے ہمین تکلیف نہین
اُٹھانا پڑتی کناری زبانکی میری بہن کو ایسی ہی عادت ہے جیسی مجھکو - اور آجکل
ہم اسی کناری زبان مین انجیل کا ترجمہ کر رہے ہین -

مولوی کریم الدین نے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے زور سے کہا -

کیا مین اسکا جواب نہین دے سکتا - عیسائیون مین اصلی انجیل کہان - کیا
ہمارے پیغمبر برحق نے اوسے عربی زبان مین محرف نہین کیا -

ملکہ - مولوی صاحب! ہم یہان پہ مذہبی بحث کے لیے نہین جمع ہوے ہین
بلکہ ہم ریاست کے کامون کے لیے یکجا ہوے ہین - مین آپ سے التجا کرتی
ہون آپ خاموشی سے بیٹھے رہین اور ان باتون مین دخل نہ دین - یہ دربار عام
غربا کی جائے پناہ ہے - یہان کے تمام باشندے میری اور خدا کی نظرون مین ایک
ہین - چاہے اونکا کوئی مذہب ہو - اس بات کو ہم خدا پہ چھوڑتے ہین - جس کے
روبرو ہم تم جتنے ہین سب برابر ہین - پادری صاحب! بیٹھ جائیے - ہمین بہت سے
کام کرنا ہین -

پادری کے لیے بجز ایک جگہ کے جو مولوی صاحب کے بغل مین تھی کوئی جگہ خالی
نہ تھی - اور مولوی ظاہرا ایک کافر کو چھونا نہین چاہتا تھا - پادری کے بیٹھنے پر
مولوی اپنا دامن سمیٹ کر بیٹھ رہا اور اپنا دوپٹہ منھ پر ڈال لیا - مطلب یہ کہ آتے
پادری کے پاس بیٹھنے سے ہر طریقے سے ناراضمندی ظاہر کی - لیکن مال کے
برہمن وزیر نے پادری کو اپنی مادری زبان مین اچھی طرح باتین کرتے سُنا تھا
اس سے اسکا دل بھر آیا اور نے اپنی جگہ خالی کر دی - فرانسس ڈی المیڈا کی
جگہہ خود لے لی - یہ سب کچھ ہوا لیکن مولوی صاحب سے کب یقین تھا کہ اب وہ دخل
نہ دینگے -

اسوقت سپاہیون کی تنخواہون کے کاغذات اور بل پیش ہو رہے تھے -
جنپر ملکہ اور دوسرے افسرون کے دستخط ہونے والے تھے اور جو کل خزانے

سے تقسیم ہونے والی تھی۔ اسکے علاوہ راستے کے اون حکام کے نام جنکی بودوباش لب سڑک تھی اور جنکے سپرد سڑک کا کام تھا حکمنامے جاری ہونے والے تھے۔ تاکہ وہ ہر ایک منزل پر رسد اور چارے کا انتظام رکھیں۔ اور توپخانے کے لیے سڑک تیار کی جائے۔ لوگون کے چھپے اور بیل جو باہر چرائی پر گئے تھے اسباب لے جانے کے لیے بلائے جانے والے تھے۔ ماورا اسکے اور سامان لے جانے والون کی ضرورت تھی۔ حیات خان کو گاڑی اور بیل جمع کرنے کی اجازت ملی تھی۔ ان کاغذات اور نیز ضلع کے ضروری کاغذون پر بھی دستخط کیے جانے والے تھے۔ اور آنکی ترتیب بھی دی تھی۔ جملہ احکام لکھنا تھا۔ باہر کے آئے ہوئے خطون کو پڑھنا تھا۔ ان کامون مین بہت وقت صرف ہو گیا۔ پادری دلچسپی سے دیکھتا رہا۔ اور تب تک اسکا ہمسایہ برہمن کناری زبان مین دیر تک اس سے باتین کرتا رہا۔ اوسے پادری کی علمی لیاقت اور برہمنون کی زبانی معلوم ہوئی تھی جو شہر مین اپنے معاملے ٹھیک کرنے آیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ پادری الحمد للہ اکا چال چلن بہت اچھا ہے۔

برہمن نے پادری سے کہا۔

صاحب! مین جاتا ہون آپ اسی جگہ چپ چاپ جب تک ملکہ مخاطب ہون بیٹھے رہین۔ اور سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے ان حضرت (مولوی صاحب کی طرف اشارہ) سے ہوشیار رہیے گا۔ کیونکہ ملکہ صاحبہ کے سامنے وہ تمہاری تحقیر و ذلت اٹھانے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھین گے۔

اوسے ہمارا آنا اچھا معلوم نہین ہوتا ہے۔ ہمین بھی وہ کافر کافر کہہ کے پکارتا ہے۔ اور عیسائیون کے ساتھ بھی وہ ایسا ہی برتاؤ کرتا ہے۔ اُسے

غصہ دلانا اچھا نہین۔

پادری۔ ہان۔ اگر وہ میرے کچھ کا نام دھرے۔

برہمن۔ مین پھر بھی کہتا ہون اوسکی بات کا جواب نہ دینا۔ اور نہ اُس سے اسوقت تک بولنا۔ جب تک تمکو حکم نہ دین۔ وہ مغرور اور خطرناک شخص ہے۔

پادری - مین تمھارا بہت بڑا شکریہ ادا کرتا ہون - آپ خاطر جمع رکھین - مین بہت خیال رکھونگا -

پادری نے دل مین یہ بھی ارادہ کر لیا اگر مذہب کے بارے مین کچھ گفتگو چھیڑی تو مین چپ رہ نہین سکتا - جواب دونگا - پادری اپنے دلمین کہتا تھا - کیا مین عیسائی اور مسیح کا سپاہی نہین ہون - پادری اس دلچسپ دکھاؤ مین بیٹھا ہوا سوچتا رہا - وہ کام کرنے والون کے رنگ ڈھنگ دیکھتا رہا - عباس خان اوس رسالے کی تکمیل مین جسکا وہ کپتان ہونے والا تھا مشغول تھا - ہر ایک کمپنی کے افسرون کو وہ سکھاتا تھا اس وجہ سے اوسوقت وہ کام مین بہت ہی پھنسا ہوا تھا -

آج پادری ملکہ چاند کی پالٹکس حالت کو جسکی اوسے بالکل خبر نہ تھی غور سے ملاحظہ کرتا رہا - برہان نظام شاہ جو احمد نگر کا بادشاہ تھا اور جو عین الملک کی سازش مین شریک تھا - بیجاپور کے ابراہیم بادشاہ اور حمید خان نے اوسکے حملے کو پست کر دیا - وہ سر نہ اوٹھا سکا - پھر اوسکے بیٹے اسمعیل نے بغاوت کی جسکو اوسکے باپ ہی نے شکست دی - جو جوہان پور کی لڑائی کے بعد بیمار ہو کر احمد نگر لوٹ آیا - اسکے بعد اوسنے جلد ہی اپنے بیٹے ابراہیم کو جو سرکش اور ۱۶ برس کا گرم مزاج والا لڑکا تھا - اپنا قائم مقام مقرر کیا - چند دنون بعد خود مر گیا - بیجاپور کی فوج شاہ برہان کے حملون کا سامنا کرنے کے بعد - شعلہ پور جلد رگ مین برسات کے موسم مین رہی - بادشاہ بھی اوسی فوج کے ہمراہ تھا - یہ خط بیوہ ملکہ چاند کو ملا تھا - اوس مین یہ ضروری خبر تھی کہ احمد نگر کا بادشاہ ابراہیم بیجاپور کے علاقون پر دھاوا کرنے کے لیے بڑی طیاری کر رہا ہے گو سر لکھنے پڑھنے سے یہ دھاوا رک بھی سکتا تھا - لیکن پھر بھی اس نوجوان بادشاہ کے غیر مستقل مزاج کا خیال کر کے اس بات کا بھروسا نہین ہو سکتا تھا اس لیے فوج کا بھیجنا ضروری تھا - پادری نے دیکھا عباس خان کا انتخاب اس کام کے لیے بہت ہی موزون ہے - لیکن اس بڑے شہر مین اپنی بہن کے ساتھ اکیلے رہنا اوسے کب پسند آتا - کیونکہ اوسے

اپنے دوست پہ اتنا اعتبار تھا کہ وہ اوسکی حفاظت اور چین کے لیے پورا بند وبست کر جائے گا۔

آخر کار جب لمبی بیٹھک ختم ہوئی اور ملکہ نے تھوڑی دیر کے لیے اُٹھکر دل بہلایا۔ کمرے مین آرام کرنے چلی گئی اور درباریون مین خوب کھُل کے چہ میگوئیان ہونے لگین۔ پادری نے بھی اس موقع پہ آزادی سے چارون طرف نگاہ ڈالی۔ اُس خوبصورت کمرے کے نقش و نگار کو دیکھکر وہ حیران ہوگیا۔ روشنی اتنی تھی کہ ہر چیز بخوبی ظاہر ہوتی تھی۔ اس عمارت کے بڑے بڑے پتھرون کو دیکھکر اوسے سخت حیرت تھی کیونکہ جو بات دیکھتا تھا نئی ایجاد دیکھتا تھا۔

اب ملکہ پھر آئی اپنے تخت پر متمکن ہوئی۔ تمام حاضرین تعظیم کے لیے اوٹھ کھڑے ہوے۔ حیات خان کوتوال نے اون لوگون کی فہرست پیش کی جنکو وہ انکا پیچھا کرکے گرفتار کر لایا تھا۔ حیات خان نے کہا۔ وہ باہر ہے اگر طلب کیا جائے تو اچھی طرح تفصیل وار بیان کر سکتا ہے۔ اسمین شک نہین وہ ویدر ہے۔ مگر اوسے تخت عدالت کے سامنے کھڑے ہونیکی اجازت نہ دی جائے۔

مولوی صاحب نے کانون پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

"خدانخواستہ۔ خدانخواستہ۔ مین اس دربار مین دو بادشاہون کے وقت سے بیٹھتا ہون۔ مین نے کبھی ایسا نہین دیکھا کہ ویدر حضوری مین کھڑا کیا جائے۔ توبہ! توبہ!! ویدر ہند سے بھی گیا گذرا ہے۔ وہ سؤر چرانے والا ہے اوسکے دم سے تمام شہر کی ہوا ناپاک ہو جائے گی۔ خدا نہ کرے۔ خدا نہ کرے۔

عباس خان۔ (دلیری سے) پھر بھی وہ ریاست کا اچھا اور وفادار سپاہی ہے۔ خدا سے ڈرنے والا ہے۔ میری سمجھ مین نہین آتا کہ کیسے اوس شخص کا سامنا ہوتے ہی انسان پلید ہو سکتا ہے۔ (چارون طرف دیکھکر) دوستو! آپ لوگون کی کیا راے ہے۔ ملکہ صاحبہ کی راے آپ لوگ سُن چکے ہین۔

کیا ہمیں اونکی راے سے انکار ہے ایک بات ضروری ہے۔ جب تک ہمکو
ان قیدیوں کے بارے مین مفصل رپورٹ نہ سُنائی جائیگی ہم کچھہ نہ سمجھ سکینگے
وہ کیون گرفتار ہوے ہین
خاص قاضی صاحب نے کہا۔
بجا ہے۔ انصاف کے لیے گواہی سُننا لازمی ہے۔ اُسنے بُلانے مین
کوئی حرج نہین۔
ادھر کوتوال نے ملکہ کا اشارہ پاتے ہی ر[illegible] کو اندر آنے کا حکم دیدیا اور
جب وہ اندر آیا اُسے وہ جگہ جہان سے کھڑے ہوکر تعظیم بجا نا تھا بتائی گئی۔
[illegible] انکا ایک پانوں سے کھڑا ہونا [illegible]۔
بڑے قاضی نے کہا۔
" عباس خان! تم اُس سے بات چیت کرو۔ اس سے کہو وہ ملکہ صاحبہ سے
عرض کرے وہ کون آدمی ہے۔
عباس خان نے ملائمت سے کہا۔
مین اس بات کا اظہار کرنا مناسب جانتا ہون کہ مین اُسکا کمان افسر ہون
علاوہ اسکے مجھے اُس سے بڑی دلچسپی ہے۔ کیا پادری صاحب کا ترجمہ منظور
کیا جائیگا یا کوئی برہمن طلب کیا جائیگا۔
قاضی صاحب۔ پادری کی شہادت ضروری نہین۔ اور یہ قاعدے
کے خلاف ہے۔ لیکن اگر وہ انجیل کی قسم کھاکر بیان کرے تو ملکہ صاحبہ اور
دوسرے اصحاب کو اسکا ترجمہ سُنایا جا سکتا ہے۔ پادری صاحب! تمھارے
پاس کتاب ہے۔
پادری۔ (چھوٹی کتاب پاکٹ سے نکالکر) ہان یہ ہے۔
قاضی صاحب۔ اس پاک کتاب کو اپنے سر پر رکھو اور قسم کھاؤ تم ترجمہ
صحیح کروگے۔
مولوی صاحب۔ (غصے سے لال ہوکر) بیشک پاک کتاب۔ پاک
کتاب۔ شیطان کے لیے پاک۔ افسوس! وقت چلا گیا۔ عیسائی اور

سور کھانے والا دیدہ ملکہ کے سامنے موجود ہے اور شاہی محل مین کھڑے ہین دیکھین آگے اور کیا کیا ہوتا ہے۔

پادری جواب دینے کے لیے شعلہ ببھوکا ہوا تھا لیکن اوسے اپنے دوست برہمن کے لفظ یاد آگئے۔ وہ چپ ہو رہا۔ اُسنے صرف یہی کہا۔

مین ترجمہ کرنے کے لیے طیار ہون۔ خدا قسم سچ کہونگا۔

ملکہ کے حکم سے ایک درباری نے کہا۔

بس بس۔ لوگ چپ ہوتے جائین۔

رانگا نایک نے بیان شروع کیا۔ جسطرح اوسنے زہرہ کو چھڑایا اور اُس نے الیاس خان اور اُسکے ساتھ کے باغیون کا تعاقب کیا۔ جسطرح حبشی رانگا کی صورت دیکھتے ہی بھاگ گیا تھا ان سب باتون کے ذکر سے نئی دلچسپی پیدا ہوئی خود رانگا پہلے پہل کمرے کی خوبصورتی دیکھکر اور ملکہ کی حضوری مین کھڑے ہونے سے حیران ہو رہا تھا اوسنے اس سادگی سے بیان دیا کہ سننے والون کو اوسکی راست بیانی کا پورا پورا یقین ہوگیا۔ رانگا نے کہا۔ الیاس خان نے کوشش کی تھی۔ اور اقرار کیا تھا کہ اگر مین کرشنا ندی کے شمالی جانب کل علاقے پر اوسکا قبضہ کرادون تو وہ مجھے دو لاکھ روپیہ اور جاگیر دیگا۔ لیکن حضور مین نے ایسا نہین کیا۔

رانگا نے اپنی مادری زبان مین سادگی کے ساتھ ملکہ کے روبرو بیان کیا۔ اوسنے کہا کہ جب سے بیجاپور کے راج کی بنیاد پڑی ہے۔ میرے آدمی ترقی کے خیر خواہ رہے ہین۔ بھلا مین عین الملک اور الیاس خان کی طرح کیسے دغا باز بن سکتا تھا۔ میان (عباس خان) اور مین پرانا دوست ہون اور وہ میرے افسر ہین۔ مین نے اوسکے پاس پہونچنے مین جلدی کی۔ تین سو آدمی پیدل میرے ساتھ ہوئے۔ لیکن وہ بہت دیر کو میرے پاس پہونچے۔ کیونکہ جسدن مین اونکے پاس پہونچا اوسکے دوسرے دن لڑائی ہوئی جسمین الیاس مارا گیا اور یہ قتل ہوتے ہوتے بچے۔ مین نے اس بات کو سُنا ہے لوگ بدگوئی کرتے تھے۔ یہ بزدل ہین۔ لیکن اس بات کو اب کون کہہ سکتا ہے

میں اس بات کو برداشت نہیں کرسکتا۔ میں نے اون بہت سے آدمیون کا جو انھیں چھوڑ گئے تھے پیچھا کیا۔ لیکن کچھ نکل گئے ہیں۔ کوتوال صاحب کو حکم دیا جائے وہ بھی بیان کریں جو کچھ انھوں نے سنا ہے۔

کوتوال۔ میں تخت کے سامنے نہایت ادب سے گذارش کرتا ہون۔ ایک ایک شخص نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ الیاس خان کے قاصدون نے انھیں بہکایا ہے۔ میں بنہایت ادب کے ساتھ اونکی جان بخشی کے لیے بھی التجا کرتا ہون کیونکہ اونھون نے خونریزی نہیں کی ہے۔

ملکہ۔ عباس خان! میں اُنکی جان بخشی کا اختیار تیرے ہاتھ میں دیتی ہون جو تو چاہے کر۔ جب تک قاضی صاحب اونھیں تحقیقات کے لیے طلب نہ کریں۔

قاضی صاحب۔ ملکہ صاحبہ! اُنھون نے تو کوئی خونریزی نہیں کی ہے وہ میرے سامنے حاضر ہون اگر انھون نے کوئی بات کی ہے تو ریاست کی کی ہے ریاست کو کل دغاباز اور مفسدہ پرداز لوگون پر اختیار ہے۔

عباس خان۔ (تخت کے آگے تین بار جھک کر) آدمیون نے اپنی ملکہ کے مرضی کے موافق اونھیں منظور کیا۔ حیات خان صاحب! مجھے مدد دینگے۔ مجھے متعلق خدمت نہیں ... وہ اکثر لڑائیون میں میرے ساتھ رہے ہیں۔ ملکہ صاحبہ مجھ دیکھ رہی ہیں۔ کیا آپ اون کا عذر ون کا جو آج صبح سے ملے ہیں امتحان لے کر اور پھر حکم نہیں صادر فرمائینگی۔

ملکہ۔ نہیں میں اون کا عذر خود کوشش لون جو فرنگستانی زبان میں ہیں پادری صاحب مہربانی سے اونکا ترجمہ کرینگے۔ (پادری صاحب کی طرف دیکھ کر) صاحب! اور آئیے۔ تخت کے پائے کے پاس بیٹھ جائیے۔

مولوی صاحب۔ توبہ! توبہ!! شرم!!! شرم!!!! کافر تخت کے پائے کے پاس بیٹھنے لگا۔ انشاء اللہ.......

کوتوال۔ مولوی صاحب! مہربانی سے ذرا چُپ رہیں۔ منت کرتا ہون۔ یہ ضروری ہے۔ ملکہ صاحبہ کچھ چھیڑ چھاڑ نہیں کرینگی۔ آپ جانتے ہیں جس

بات کو وہ چاہین کہہ سکتی ہین۔ مین کہتا ہون کل معاملہ اُنھین پر چھوڑ دیجئے۔
مولوی کریم الدین نے کوئی جواب نہین دیا لیکن یہ بات سب کو معلوم ہوگئی کہ جو بات کبھی کبھی مولوی صاحب اُس سے نارضامند ہین۔
ملکہ کے سکریٹری نے چپڑیکا ایک لفافہ کھولا۔ اور کاغذون کا شمار کیا پھر ایک ایک زبان کے کاغذون کو علیحدہ علیحدہ کیا اور ملکہ کے قدمون کے نیچے ڈالدیے اور پادری سے کہا۔
آپ مہربانی کرکے انھین پڑھین اور جسطرح ملکہ صاحبہ چاہتی ہین۔ فارسی یا کناری زبان مین ہر ایک کا ترجمہ سُناتے جائین۔
پادری۔ مین سب کا فارسی زبان مین ترجمہ کر دونگا۔ کیونکہ اس زبان مین ملکہ صاحبہ کو پورا عبور حاصل ہے۔
پادری نے ایک چٹھی اُٹھائی اور پڑھنا شروع کیا۔ مگر وہ کوئی بہت ضروری خط نہ تھا۔ اُسمین حاکم گوا نے الیاس خان کو راستے کے محصول کی نسبت لکھا تھا۔ پھر کئی چٹھیون کے بعد ایک خط نکلا جسمین گوا کے راجہ نے شاہزادہ اسمٰعیل کے خلاف ہوکر عین الملک اور الیاس خان کے ارادون مین مدد دینے سے بالکل انکار کیا تھا۔ پادری صاحب کو اس خط سے بڑی دلچسپی ہوئی۔ اوسنے اپنے سلطنت کی نسبت بغاوت مین مدد دینے سے انکار کر دینے کو سُنا تھا۔ لیکن جب اوسنے اس خط کو پڑھا اور حاکم گوا اور وہان کے حکام کے دستخطون کو ملاحظ کیا تو وہ از حد خوش ہوا گوا والون نے اس بات کی دھمکی بھی دی تھی کہ اگر تم چھیڑ چھاڑ جاری رکھو گے تمام سازش کا حال شاہزادہ بیجاپور کے آگے کھول دیا جائیگا۔
معلوم ہوتا ہے اسکے بعد پھر شاہزادہ اسمٰعیل کی پارٹی نے ڈوم ڈی گو کے ساتھ سازش کرنا شروع کی جو مُدگل کے مشن کا افسر تھا۔ اوسنے اوس سے منت کی تھی۔ وہ حاکم گوا سے سفارش کرے جسپر اُسنے صرف مشن کو اختیار ہی دینے کا وعدہ نہ کیا بلکہ خود اسکو بہت سا روپیہ دینے کو کہا۔
اس خط کے بعد ڈوم ڈی گو کی درخواست نکلی پادری نے بڑے تعجب سے

پڑھا۔ اس درخواست مین صرف اپنے لیے دھاروار کے ضلع ہی نہین بلکہ
چار لاکھ ہون سکے بھی مانگے تھے تاکہ وہ پرتگیز سپاہیون کو جنکی اوسے
ضرورت ہو رکھ سکے۔ فی الحال اُسنے دو ہزار انگریز گوا سے اور دو ہزار
پرتگال سے جتنی جلد ہوسکے بلانا چاہے۔ اس لشکر اور عین الملک کے لشکر سے
اوسنے سوچا تھا کہ بیجاپور اور اوسکے تمام خزانے پر عین الملک اور شاہزادے
کا تصرف کرا دیا جائیگا۔ اس خط کے اندر ایک خط فارسی مین بھی تھا جسے الیاس
خان نے اُسکے جواب مین لکھا تھا اور ڈوم ڈی گو کو اس بات پر آمادہ کیا تھا
کہ توقف کا وقت نہین جلد انتظام کے ساتھ طیار ہو رہنا چاہیے۔ یاقوت خان
حبشی کے ہاتھ اوسے ایک ہزار روپیہ بطور بیعانے کے بھیجے گئے۔ اس قسم
کی خط وکتابت اُسوقت تک جاری رہی جب تک حمید خان نے بانکیون پر
حملہ نہ کیا اور عین الملک مارا نہ گیا۔ جب خطوط پڑھ لیے گئے کل امرا و وزرا کی
جماعت نے ملکہ چاند سلطانہ کو اس خطرے سے بچنے کے لیے جو راست
پر آنے والی تھی مبارکباد دی اور ترجمہ کرنے کے لیے پادری کا شکریہ ادا کیا
گیا۔ ملکہ بھی پادری کی حسن لیاقت کی معترف رہی اور داب سلطنت کو مد نظر
رکھکر اُسکو شاباشی دی۔

چونکہ پادری المیڈا سادہ مزاج تھا اسلیے اوسے اپنی ثنا و صفت سننے کا
رنج ہوا۔ لیکن اس دربار کی شان وشوکت ملاحظہ کرنے سے اوسکی آنکھین
کھل گئی تھین وہ تھوڑی دیر خوشی کے مارے پھولا رہا پھر اوس نے
کھڑے ہوکر ادب کے ساتھ کہا۔ میری بہن میریا نے ایک سوغات حضور ملکہ
کے نذر گذراننا چاہی تھی افسوس مین بھول گیا۔ سخت غلطی ہوئی۔ ابھی
تک پیش نہ کرسکا۔ اسکے لیے مین ملکہ صاحبہ سے معافی چاہتا ہون۔

یہ کہکر پادری المیڈا نے اپنی چھاتی سے لیس کا چھوٹا سا پیکٹ نکال کر
کھولا اور ملکہ کے قدمون کے پاس رکھدیا۔ ملکہ نے لیس کی باریکیان اور
خوبیان مشاہدہ کین۔ وہ بہت حیران ہوئی۔ اوسکی عقل قبول نہین کرتی تھی
کہ جو صناعیان اس لیس مین پائی جاتی ہین وہ سوئی تاگے سے بنائی گئی ہین۔

ملکہ نے خود دیکھی پھر اوسنے حاضرین کو وہ لیس دکھلائی - لیکن مولوی کریم الدین نے اوسے ہاتھ تک نہین لگایا بلکہ ہاتھون کو دامن مین کچھہ اسطرح چھپایا معلوم ہوتا تھا چھو جانے سے کوئی بیماری پیدا ہو جائیگی -

ملکہ - (برقع ہاتھ مین لیکر) اس بیش قیمت کام کا عوض مین کیا دون - تاہم اگر آپ (کشمیر کا دوشالہ ہاتھ مین لیکر) اپنی ہمشیرہ کی طرف سے اسے منظور کر لینگے تو مین بہت خوش ہونگی -

یہ کہکر اوسنے ایک دوشالہ اور ایک دربار کی چغہ مرحمت کیا جو معمولی دستور کے موافق پادری کے شانے پر ڈال دیا گیا - پادری کی سیاہ پوشاک پر وہ خوب کھِل اوٹھا - اوسنے ملکہ کا شکریہ ادا کیا -

اس اثنا مین محرر نے فارسی خطوط کو علیحدہ کیا اور نام بنام تاریخ وار لگا کر ترتیب کے ساتھ رکھدیے -

ملکہ کی مرضی تھی کل خطوط پڑھے جائین کیونکہ وہ سب اون سے تعلق رکھتے تھے جو اس دنیا سے چل بسے تھے - لیکن عثمان بیگ کے خطوط مین خطرناک مضمون تھا اوسنے باغیون کو اپنا قلعہ دیدینے کو لکھا تھا - اور اطلاع دیدی تھی کہ بیجاپور کا لشکر عنقریب وہان سے ہٹ رہا ہے - الیاس خان کو لکھا تھا اپنے چچازاد بھائی (عباس خان) کے دل پر جو ہر پا کی بڑی گہری چوٹ ہے مین بیجا بھائی کرتا ہے وعدہ کرے اور بازو آنے کے لئے اوسکا قلعہ مسخر کرلے اوسوقت بہت السلطنت بیجاپور کا راستہ صاف ہو جائیگا -

ملکہ نے ان باتون کو دستور کے موافق کونسل کی راے پر چھوڑا - اوسوقت اوسنے اپنی راے ظاہر کی - مگر بحث خوب ہونے لگی - اپنے چچازاد بھائی کا سلطنت سے دغا کرنے الیاس خان کو اپنی جان ہلاک کرنے کی صلاح دینے اور زہرہ کو عنقریب سے نکال لے جانے کے سبب سے عباس خان کے دل کو بہت کچھ صدمہ پہونچا - اس صلاح و مشورے مین اوسنے شرکت کرنا مناسب نہ جانا - وہ پادری کے پاس جا اپنی جگہ پر آ بیٹھا تھا بیٹھ گیا - اور پادری کو بدنفس مولوی سے الگ رکھا جو بہت ہی

اچھا ہوا۔

اب بحث یہ تھی۔ عثمان بیگ کے ساتھ کس قسم کے برتاؤ کیے جائیں۔ کیا وہ جلا کر کسی دوسرے قلعہ میں بھیجدیا جائے۔ یا قلعہ گلی میں قید رکھا جائے۔ یا فقط دار الخلافت کے جیل خانہ میں بند کر دیا جائے سب لوگوں نے جواب دیا۔ عثمان خان بد طینت شخص ہے فوراً گرفتار کر لیا جائے۔ اور بجائے اوسکے قاسم علی جو ہوشیار اور عقیل آدمی ہے اس منصب پر بحال کیا جائے۔ گوشلا نے بھی ایک رائے ہو کر کہا۔ میر قاسم علی بڑا لائق آدمی ہے۔ حیات خان نے عرض کیا۔ علی الصباح شہر سے روانہ کر دیے جائیں۔ تو بہتر ہوگا۔ وہ قلعہ درگ کے قلعہ کو خوب دیکھ چکا ہے۔ اہالیان قلعہ سے بھی واقف ہے عثمان بیگ کی جگہ اوسے مقرر کرنے میں کسی نے رکاوٹ نہیں پیدا کی۔ سب رضامند تھے۔ چنانچہ اوسی وقت میر قاسم علی بلوایا گیا۔ میر قاسم علی سپاہیانہ ڈھنگ کا نوجوان شخص تھا۔ عباس خان سے کچھ بڑا تھا۔ چہرے مہرے سے ویسا ہی بہادر اور شاندار معلوم ہوتا تھا اوسکو فوراً اس کام کے لیے جس کے لیے وہ چنا گیا تھا خبر دی گئی۔ اور جب اوسے معلوم ہوا کہ عثمان بیگ کی گرفتاری کے بعد وہ اوسی منصب پر مامور ہوگا اوسکی پیشانی پر خوشی کے آثار نمایاں ہوے اوسنے شاہی حکمنامے کو لیکر سر اور آنکھوں سے لگایا۔

ملکہ نے کہا۔ اب میں اپنی رائے اور ہدایتیں سناتی ہوں۔ میں عثمان بیگ کو جسکا باپ ہم لوگوں میں عزت دار ہے اور جسکی بادشاہ بھی عزت کرتا ہے اوسے نہیں قید کر کے قلعہ میں رکھونگی اور نہ دلاور خان کے ساتھ ندگل میں رہنے دونگی۔ کیونکہ وہاں بھی سازش کا اندیشہ ہے میں اوسے قلعہ درگ میں اپنی نظروں کے سامنے رکھونگی اور شاہی حکم کا راستہ دیکھونگی۔ پھر عام دربار کیا جائیگا۔ میر صاحب آپ بھی اس بات کی آگاہی حاصل کر کے جلد رپورٹ کریں کہ وہ شخص [illegible] جو [illegible] سے [illegible] کے نام سے مشہور ہے اور اوسکی [illegible] آجکل کہاں ہے جس وقت اوسکے قیام کی جگہ معلوم ہو جاوے فوراً [illegible] گرفتار کر لیے جائیں۔

قاضی - شاہی اجازت سے ہم قلعہ کے ملاؤن اور قاضی سے یہ دریافت کیا چاہتے ہین کہ عثمان بیگ اور زہرہ سے نکاح ہو جانے کی کوئی راے قائم ہوئی ہے یا نہین - اور کون انکا عقد باندھنا چاہتا ہے -

عباس خان - شاہی حکم بسر و چشم منظور - ہر ایک بات کی تعمیل کی جائیگی

ملکہ - تمھارے ساتھ کون شخص جائیگا -

عباس خان - میرے پاس بیس چیدہ چیدہ جوان ہین اور جب زیادہ ضرورت ہوگی اور منتخب کر لیے جاسکتے ہین -

ملکہ - مین تمھین حکم دیتی ہون - تم دریافت کرو - مدگل مین ڈوم ڈی گوناہی پادری رہتا ہے وہ آجکل مدگل مین ہے یا نہین -

پادری - (ہاتھ باندھکر) اجازت ہو تو مین حضور عالیہ کے اس سوال کا جواب دون - جب عباس خان زخم کی وجہ سے تلی کوٹ مین بیمار تھا مین نے سُنا ڈوم ڈی گو مدگل سے گوا مین چلدیا - اور ڈو دیانت وار پادری اُسکے بجاے مدگل بھیجے گئے ہین اور وہی کام کرتے ہین -

ملکہ - (بلند آواز سے) پادری صاحب! ماشاءاللہ آپ اسقدر زبانون سے ماہر ہین اور اوسپر ڈاکٹری جانتے ہین - مین چاہتی ہون - ملکہ تاج النساء آجکل بہت علیل ہین - خدا جانے کون بیماری ہے مرض دفعہ نہین ہوتا گو میرے بیسیون حکماء بلائے گئے علاج معالجہ شروع کیا - مگر کوئی صورت افاقہ کی نظر نہین آتی - پادری صاحب آپ دیکھین اور توجہ سے علاج کرین شاید اوسکی جان معرض ہلاکت سے بچ جائے -

پادری - حضور عالیہ! کمترین نے قبل بھرتی ہونے گرجے کے جراحی کا کام نامور لوگون سے جو واقعی اپنے فن مین اُستاد ہوتے ہین سیکھا تھا - اور زبان عربی بھی عربیون سے پڑھی تھی اور اسی وجہ سے میرا ابتدا دلہ یوزب کے اختلاع مین ہوا - گو مین گرجے مین خدا کے بندون کی خدمت کے لیے بھرتی ہوا - جب کبھی موقع آپڑتا ہے مریضون کی دیکھ بھال کر لیا کرتا ہون ملکہ صاحبہ مین اپنے ٹوٹے پھوٹے علاج سے آپ کی لخت جگر شاہزادی کو

دیکھنا چاہتا ہوں۔
ملکہ۔ بہتر ہے۔ ایسا موقع پھر نہیں آنے کا۔ میں تمھین مریضہ کے پاس لیے چلتی ہون۔ امرا لوگ مجھے اسکے لیے معاف فرمائین گے۔ اچھا اُٹھیے میرے ساتھ آئیے۔
یہ سنتے ہی مولوی صاحب جامے سے باہر ہو گئے اور بول اُٹھے۔
استغفر اللہ! توبہ! توبہ! مین خدا کا ایک ناچیز بندہ اس بات کو دیکھ نہین سکتا کہ کافر بیجا پور کے محل مین جائے۔ دیکھئے شور کھانے والا۔ شر انگیز شیطانی مرید شہر بھی۔ بت پرست نے ملکہ کو دام تزویر مین پھانس ہی لیا۔
گو عباس خان اور دوسرے امرا نے منع کیا مولوی صاحب آپ یہ کیا کہتے ہین۔ جامے سے باہر ہوئے جاتے ہیں۔ بدتہذیب کلمات کیون نکالتے ہیں مگر مولوی صاحب سننے والے تھے۔ بولتے رہے اور مین یہان تک زور پیدا ہو گیا وہ چیخ چیخ کر پادری المیڈا کو گالیان دینے لگے۔ اور چلا چلا کر کہنے لگے۔ چپ رہو۔ چپ رہو۔ سنو کیا لکھا ہے۔ اسکے بعد بہت سی آیتین (قرآن شریف) جنکا لکھنا ہم مناسب نہیں سمجھتے ہین۔ پڑھ پڑھ کر حاضرین کے دماغ چاٹ گئے۔ اور کہا مین فتوے نہیں دیتا۔ مگر ہماری شریعت مین لکھا ہے۔ جھوٹے فرنگی کو ایسی جگہ ہلاک کرو۔ جہان پانی بھی نہ ملے۔
ملکہ تخت کا پایہ پکڑے کھڑی ہوئی تھی اوسکا چہرہ فرط غضب سے سرخ ہو رہا تھا جب اوسنے پادری المیڈا کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔ معلوم ہوا وہ کانپ رہی ہے۔ ملکہ طیش مین آئی اور فرمایا۔
میر صاحب! بس چپ رہیے میری اسقدر عمر آئی کبھی ایسے بدتہذیب الفاظ سننے مین نہیں آئے۔ آج ہی یہ بات ہوئی ہے۔ ایک نووارد مہمان کے حق مین ایسا سلوک کیا گیا۔ بس اپنے مرتبے کا خیال رکھو ورنہ نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔
میر صاحب نے اسپر بھی کچھ خیال نہ کیا وہ اور زور زور سے چیخنے لگے۔
"یہ ساحر ہے۔ سحر سے کام لے رہا ہے۔ کیا اسکے پاس وہ عورت نہیں ہے

جسپر شیر خان کے زمانے مین جادوگری کا الزام لگایا گیا تھا۔ کیا جب اوسنے ستارے مین قید کر کے بھیجا تھا اسکی شکایت سُننی نہین تھی۔

ملکہ۔ نہین۔ صاحب! مین آدمیت سے باہر نہین ہوئی ہون مین مولوی جی! تمھاری عزت اور منصب کا لحاظ کرتی ہون۔

یہ کہکر ملکہ رعب سے بیٹھ گئی۔

مولوی صاحب۔ (اُٹھکر اور سینے پر ہاتھ باندھکر) اگر جوش مین میرے منھ سے ناواجب کلمات نکل گئے ہون تو اونکے لیے مین معافی مانگتا ہون۔ لیکن۔

عباس خان۔ (معترض سخن ہوکر) آپنے پورے طور سے کہہ لیا ہے اب صبر کریں۔ آقا جان ایسی باتون مین نہین آئینگی۔ دیکھیے وہ کیا فرماتی ہین۔

ملکہ۔ (مولوی کریم الدین سے) مین معاف کرتی ہون۔ آپ پاک شخص ہین لیکن خبردار آئندہ سے اپنی زبان قابو مین رکھیے۔ اپنی عزت کا خیال رہے۔ میرے ہمراہ خواہ اب مین اوٹھتی ہون اور اس نیک شخص کو اپنے ہمراہ لیے جاتی ہون۔

ملکہ تاج النسا کا کمرہ کونسل کے کمرے کی بغل مین تھا ملکہ چاند پادری کو محراب کے دروازے کے پاس تک جہان پردہ پڑا ہوا تھا لے گئی۔ کُرسی پر بٹھالا۔ اور خود چاندی کی چوکی جسپر غالیچہ بچھا ہوا تھا بیٹھ گئی۔ پردے کے اندر سے مریضہ کا ملائم مگر زرد ہاتھ نکلا۔ پادری حال دریافت کرنے سے ڈرا۔ اوسے کھانسی آئی تھی۔ پادری نے نبض پر ہاتھ رکھا۔ نبض بہت کمزور چلتی تھی۔ تاج النسا کو نیند اور پیاس کی شکایت تھی گو پادری اسوقت اوسکے صحیح حالات کا اندازہ نہ لگا سکا۔ لیکن ان شکایتون کو اپنی دواؤن سے دور کر سکتا تھا۔ پادری نے کہا۔

کیا حضور کسی ایسے شخص کو جسپر اعتماد ہو۔ میرے ساتھ روانہ کرینگی وہ میرے یہان سے دوا لے آئے مین دوا کے بکس پر اپنی مہر لگادونگا۔

ملکہ۔ بیشک۔ مین اپنے خواجہ سرا کو جسے عباس خان جانتا ہے بھیجے دیتی ہون۔ کیا میرا غریب خانے مین آکر مجھے خوش کرے گی۔ مین کل دوپہر کو پالکی معہ کہارون کے روانہ کردونگی۔

پادری۔ وہ بہت خوشی سے آئے گی۔ میرا جہان کام آسکے جائے گی۔ اُسکا کام ہی یہی ہے وہ خدا کے بندون کی شوق سے خدمت کرنے والی ہے اچھا تو مین اوسے کل بھیج دونگا۔

ملکہ تاج النسا نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

کیا فارسی بھی بول سکتی ہے۔

پادری۔ ہان کسی قدر فارسی مین بھی مہارت حاصل کی ہے۔ لیکن کناڑی اچھی طرح جانتی ہے۔

تاج النسا۔ تو پھر ہم آپس مین بات چیت کرکے خوش ہو سکتے ہین اُسے پھر اپنی سہیلی بناؤنگی کیا وہ خوبصورت بھی ہے۔

ملکہ۔ بیشک۔ وہ بڑی قبول صورت ہے۔ لیکن وہ میری بہن ہے۔ اور مجھے مناسب نہین معلوم ہوتا کہ اُسکے بارے مین ذکر کرون۔ تم خود ہی دیکھکر سمجھ لوگی۔

تاج النسا۔ (پادری سے) کیا تم عباس خان سے محبت رکھتے ہو۔

پادری۔ ہان مین اُسے اپنے بیٹے کی طرح سمجھتا ہون۔

ملکہ۔ کیا تم نے اوسمین کوئی عیب نہین دیکھا۔

پادری۔ کوئی نہین۔ وہ وفادار ہے جیسا کہ ایک سپاہی کو ہونا چاہیے دوسری بار جب اُسکے زخم کا منھ کھل گیا ہے۔ اتفاقیہ مجھ سے ملاقات ہوگئی پھر جب تک وہ اچھا ہوا اُسکا ساتھ نہ چھوڑا ورنہ اسکیلیے اُسکا دم فنا ہوگیا ہوتا۔

ملکہ۔ اور تمھاری بہن بھی کیا اوسے جانتی ہے۔

پادری۔ سُنی سُنائی باتون کے سوا وہ اُسے نہین جانتی۔ اُسنے کبھی نہ تو اُسے دیکھا اور نہ اُس سے بات چیت کی نوبت آئی۔ جسطرح مین عباس خان

بیمار پڑا ہوا تھا۔ ہم بھی اوسی موضع مین الگ مکان پر رہتے تھے۔ وہ جب
باہر نکلتی تھی برقع ڈالکر۔ ہم یہان مصور کے ساتھ ٹھہرے ہوئے ہین مصور نے
اُسکے لیے تصویر بنائی ہے۔
ملکہ۔ خدا تمھین اس بات کے لیے برکت دے۔ مین ڈرتی تھی کہ میریا کا
حسن......
پادری۔ نہین ملکہ عالیہ! وہ پاک خدا کی ہر وقت عبادت مین مصروف
رہتی ہے اوسنے خدا کے بندون کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھ لیا ہے۔ اور
عباس خان بھی ماشاء اللہ ایسا سفلہ آدمی نہین ہے کہ اُسکی نسبت کسی بیہودہ
خیال کی طرف دلمین جگہ دی جائے۔ لیکن حضور سے اسقدر ضرور عرض
کرونگا کہ عباس خان کے خواب کی حالت اور اُسکی دوسری باتون سے
ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اوس لڑکی کو جو پہلی شب جب اُسپر دھاوا ہوا تھا نگہبانی
کرتی رہی تھی اپنا دل دے بیٹھا ہے یعنی زہرہ کو۔
ملکہ۔ (مسکراکر) ہان ایسا ہوسکتا ہے جسوقت مین نے اوسکا نام لیا تھا اسکا
چونکنا ہوگیا۔ پادری صاحب آپ اس بات کو دلمین رکھیے گا۔ جب وہ چلا
جائیگا اسپر غور کرونگی۔
پادری۔ واقعی یہ بات مخفی تھی میری بہن کی ایسی راے تھی۔ ملکہ
عالیہ اگر آپ اوسی سے مان کی طرح محبت نہ رکھتین تو مین آپ سے
اس بات کا کبھی ذکر نہ کرتا۔ لیکن اس بات کی خبر مجھ سے زیادہ میریا کو ہے
مین اُسے بھی سمجھا دونگا۔
ملکہ اوٹھکر کونسل ہال مین چلی آئی۔ حاضرین اوٹھ کھڑے ہوے اور
جب ملکہ تخت پر بیٹھ گئی۔ لوگ بھی اپنی اپنی نشستگاہ پر متمکن ہوگئے
فرانسس ڈی المیڈا کو ایک خواجہ سرا برآمدے کے پاس لایا۔ اور
وہ پردہ دار صحن مین بیٹھ گیا۔ عباس خان۔ وزیر مال اور دوسرے
افسرون سے کام کی تکمیل کر رہا تھا۔
ملکہ نے کہا۔ جو افسر کوچ کرنے والے ہین۔ علی الصباح دربار دولت پر

جب ڈی المیڈا نے شکریہ ادا کیا تو رانگا نایک جو ایک گوشے میں کھڑا ہوا یہاں کی کیفیت دیکھ رہا تھا جلدرنگ کے نئے حاکم کے پاس آیا اور آستے ایک خط دیکر بولا۔

آپ میری رائے مانیں مغربی گھاٹ کے راستے سے آپ بہت نشیب میں پہنچ جائیں وہاں سے سیدھا دھرا تلی کوٹ کو نکل گیا ہے۔ تلی کوٹ میں پہونچکر کوری کل کی طرف ... میں یہی میرا موضع ہے۔ وہاں رتنا نایک کو بلا بھیجیں اگر وہ نہ ملے تو میری عورت کسا ما کو بلا کر یہ خط دیدیں وہ آپ کو آدمیوں اور کشتیوں کا بندوبست کردے گی۔ پھر آپ گھاٹ سے ہوکر قلعے میں پہونچ جائینگے اسطرح آپ ایکدن کی منزل سے بچ جائینگے۔ آپ خفیہ طور پر گاؤں کے پاس اوتریں باقی کل کام آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ میرے تین سو آدمی آپ کی مدد کی خاطر حاضر رہینگے۔

عباس خان۔ رانگا کیا تم ساتھ نہ چلوگے۔؟

رانگا۔ نہیں۔ میاں نہیں۔ (آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے) جہاں آپ چلتے میں بھی ساتھ چلتا۔ اگر صاحب! (جلدرنگ کے نئے افسر کیطرف اشارہ کرکے) میری رائے مان لینگے تو ممکن ہے عثمان بیگ کو پلنگ ہی پر سوتے سوتے پکڑ لیں۔ وہاں کے لوگ اسکے ظلم اور زیادتی سے ناخوش ہیں ... کرشنا کی قسم سچ مت سمجھیے میں اسے مار ڈالونگا اور اسکی زندگی تو پرمیشور کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن ... نہیں میاں ... ساتھ نہیں اپنے لوگوں کے پاس جاؤنگا اور پھر آپ دربار میں آپ سے آ ملونگا۔

چھیالیسواں باب

کوئی پہر بھر رات گئے تھی ڈی المیڈا اپنے مکان پر پہونچا۔ اسکی بہن میریا انتظار کررہی تھی المیڈا کو دیکھکر بہت خوش ہوئی اسنے فوراً اپنے بکس سے دوا کی بوتل نکالی اور چند قطرے کرکے اس آدمی کو دیدی ... مسٹر المیڈا

کے ساتھ آیا تھا۔

اسکے بعد اون واقعات کا ذکر چھیڑا جو ملکہ کے دربار مین فرانسس الیڈا کو پیش آچکے
تھے۔ فرانسس نے مولوی صاحب کی بیجا حرکتون سے میریا کے کان آشنا کرنے
چاہے۔ چونکہ گارد کے ۱۲ نفر یہان پہلے ہی سے آگئے تھے جنکے آنے سے میریا
اور اسکے ہمراہیون کو ایک قسم کا توحش پیدا ہو گیا تھا حالانکہ گارد کے
سپاہیون نے میریا کی تالیف قلوب کر دی تھی اور اطمینان دلا دیا تھا کہ ہم سب
تمھارے بچاؤ کے لیے آئے ہین ہماری جانب سے کسی قسم کی بدگمانی نہونا چاہیے پھر
بھی میریا کی اُلجھن دفع نہوئی۔ وہ سوچتی تھی کچھ دال مین کالا ضرور ہے۔ عباس خان
نے بھائی الیڈا کو خطرے سے بچانے کی ذمہ داری ہو چکی ہے اسوقت فرانسس
الیڈا کی باتون سے وہ شکوک مٹ گئے جو اسکے قبل معصوم صفت میریا کے عقل و
دماغ پر چھائے ہوے تھے۔ میریا کو بھائی کی باتون سے صاف ظاہر ہو گیا کہ کوئی
مولوی بُری طرح پیش آتا ہے اور اسکی بیجا تادیلون سے گارد یہان بھیجی گیا
اور ہمین اسلیے شاید حراست مین لے لیا ہے تاکہ ہماری دیکھ بھال ہوتی رہے
اور چونکہ ہم دین مسیحی کے پیرو ہین لہذا ہمین ہر طرح ہمکی آفتون مین پھنسے رہنے
کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

پادری الیڈا بولے۔ ہم لوگ ملکہ کے پڑھے اور نیک نواب اور دوست
عباس خان کے سبب بہت خراب ہوے ہین۔ اور ایسے شہر مین جہان
مسلمانون کی قسم قسم کی جماعتین ہون ہم مشکل سے بچ سکتے ہین۔ ہمین ہروقت
خطرہ لگا رہتا ہے پھر بھی یہان کا کوتوال نیک نفس ہے اور مہربان ملکہ کے
سایے مین ہمین کسی بات کا ڈر نہین۔ تم کل اوسے اور اسکی بیوی کو دیکھوگی۔ ہم بھی
کل کچھ دم عباس خان کے ہمراہ آجائینگے۔ ہمین اُمید ہے نوجوان ملکہ کو
تمھارے علاج سے بہت کچھ نفع پہونچیگا۔ ہمارے خیال مین وہ نوجوان
بی بی بخار یا اور کسی اندرونی کمزوری کے سبب بالکل نحیف ہو رہی ہے جو
ابھی تک ہمارے قیاس مین نہین آئی۔ ہم چاہتے ہین اسکی حفاظت بھی
کرو۔ اسکی داشت خاطر خواہ ہونی چاہیے۔ ہم اسکا چہرہ مہرہ دیکھ نہین سکتے

نوجوان بی بی تم سے ملنے کی بہت خواہشمند ہے - اوسنے کئی بار ہم سے شوق ملاقات کا اظہار کیا - اس سے معلوم ہوتا ہے وہ تمہاری بڑی خاطر داری کریگی - تم پہنچتے ہی بستر سے اوٹھ بیٹھنا - نہیں بھی طیار ہوتا ہے - شاید تمھین ملکہ چاند کا دیدار بھی نصیب ہوجاے کیونکہ افسرون کے کوچ کرنے کے بعد اسے فرصت ہوگی - اور وہ اچھی طرح تم سے مل سکے گی -

میریا کو کوئی خطرہ نہ تھی - نواب مدگل کی حرم سرا مین میریا کی آمدورفت رہا کرتی تھی - وہان کے طور و طریق سے بخوبی واقف ہوچکی تھی - اسلیے اُسے ہر ایک ہندوستانی کے گھر دھڑلے سے گھس جانے مین کسی قسم کا باک نہ تھا - چاہے وہ ملکہ ہی کیون نہو -

الغرض جن جن اشیا کا لے جانا مد نظر تھا - ایک بکس مین بند کردین اُسکے بھائی المیڈا نے بھی ایک دو اسباب ہی رات طیار کرلیا - اور علی الصباح جلدی سے کھانا کھا کر بھائی بہن دونون سفر کے لیے طیار ہو بیٹھے - اور جب تک پالکی محل سے انکی سواری کے لیے آئے - پادری المیڈا نے دو تین دفعہ باہر نکل کر دیکھا -

اسدن صبح کے وقت فرانسس ڈی المیڈا کو اپنی بہن کا خوبصورت چہرہ بہت بھلا معلوم ہوا کیونکہ اُسنے بیش قیمت پوشاک زیب جسم کی تھی - اسوجہ سے اُسکے اصلی سفید رنگ مین گلابی رنگت کی جھلک اور بھی دوبالا ہوگئی تھی - اُسکی صراحی دار گردن کی خوبصورتی اور دست سیمین کی سفیدی المیڈا کو بہت پیاری معلوم ہوتی تھی - بھورے بال شانون پر بکھرے ہوے تھے - جس شخص نے والنسی عورتین دیکھی اوسکی نگاہ مین تو میریا اس وقت حسن کی دیوی ہی تھی -

جسوقت میریا پالکی مین سوار ہوئے آئی بوڑھے رنگ ساز کی عورت سامنے اُٹھتے ہاتھون ہاتھ لیا - اور بڑی گرمجوشی سے اُسکے ہاتھ چومے اور کہا - ڈرنا نہین -

المیڈا اور میریا پالکی مین سوار ہوے کھڑکیان بند کرلین اور اپنے پیرا سکے

میریا کی نظر بھی چاروں طرف گشت لگا رہی تھی اوسنے دیکھا تو وہ بے اختیار اون بڑے بڑے ستونوں کو دیکھ کر جنپر چھت قائم تھی اور جنکے سنگ مرمر کے پتھروں پر نہایت اعلیٰ درجے کی مینا کاری نقش و نگار اور بیل بوٹے بنے ہوئے تھے تعجب کے بھنور میں غوطے کھانے لگی۔ جسوقت وہ سادے چال کے بنتے ہوے دروازے کی راہ سے اندر آئی تھی تو اوسے اُمید نہ تھی کہ اسکے اندر عالی شان کمرہ بنا ہوگا۔ اور نہ اوس کے بھائی کو یقین تھا جسنے رات کو روشنی میں اس کمرے کو ملاحظہ کیا تھا۔

میریا نے چپکے سے بھائی کے کان میں کہا۔

یہ کمرہ کیسا خوبصورت ہے۔ کیا تمام محل ایسا ہی ہوگا۔ دیواروں پر کیسا باریک کام بنا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ اس کمرے کو خاص ہسپانیہ کے کاریگروں نے بنایا ہے۔ مجھے امید ہے تحقیق اسکا خاکا کھینچنے میں دقت نہوگی۔ کسی فرصت کے وقت اسکا چربہ اُتار لوگے۔ اب ٹھہرنا نہیں چاہیے کیونکہ ملکہ صاحبہ راستہ دیکھتی ہونگی۔

دربار کے کمرے کو چھوڑ کر اوس برآمدے میں پہونچے جس سے کل شب کے وقت ملکہ چاند سلطانہ برآمد ہوئی تھی۔ آخرکار عباس خان ان دونوں بھائی بہن کے ساتھ زنانخانے کی ڈیوڑھی پر ٹھہرا۔ اور ایک خوجے نے اندر خبر دی۔ اور فوراً ہی واپس آکر وہ اُنکو اندر لے گیا۔

یہ دروازہ اُس کمرے کی ڈیوڑھی تھی جہاں ملکہ بیٹھی ہوئی انکا انتظار کر رہی تھی۔ جب یہ لوگ اونکے پاس پہونچے۔ وہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور انکی آمد پر اُسنے خوشی ظاہر کی۔ جب عباس خان ملکہ کی تعظیم کر چکا تو اوسنے کہا۔

"اماں جان! میں انکو آپکی خدمت میں چھوڑنا چاہتا ہوں۔ جسوقت آپ دربار برخاست کرینگی میں پھر آجاؤنگا۔ اسوقت میں درباری کمرے میں جاتا ہوں۔ وہیں نیاز حاصل ہوگا۔

ملکہ۔ اچھا بیٹا! (میریا کی طرف اشارہ کرکے) کیا یہ برقع نہیں اُٹھائیگی۔ میں اسکا چہرہ دیکھنا چاہتی ہوں۔

عباس خان - (آہستہ سے) امان جان! میرے سامنے نہین - انکو آپ کی
خدمت مین چھوڑ کر جاتا ہون (وہ چلا گیا) شرم کے ساتھ میریا نے اُس دوشالے کو
جو سر پر اوڑھے تھی اوتارا اور چہرے سے نقاب علیحدہ کی - جس سے اُسکی رنگت
چھپی ہوئی تھی پھر اُس جال دار رومال کو بھی کھول ڈالا جس مین کہین کہین وسکے
[illegible] بال [illegible] کر لٹ گئے تھے اور اوس کے سینے اور گردن پر
جھک رہے تھے -

ملکہ - خدا کی قدرت [illegible] کیا کبھی کسی نے ایسی قبول صورت لڑکی دیکھی ہے - بیٹا!
اٹھو مجھے چھاتی سے لگا لینے دو - کیا تم میری بیٹی بنوگی -

میریا اوٹھ کھڑی ہوئی اور ملکہ کچھ [illegible] خاطر بغلگیر ہوئی - اوسکی چھاتی اور رخسار کو
بوسہ دیا اور [illegible] لی -

بیٹھ جاؤ - کاش [illegible] کیون [illegible] اور [illegible] کے لیے ملکہ ہوئی [illegible] لیے [illegible] -
اور [illegible] ہون - پادری صاحب آپ کی بہن کیسی پیاری لگتی ہے -
کیا یہ اصل مین گلابی رنگت ہی - یا جسطرح چین کی عورتین اپنے جسم کو نقلی رنگون سے
رنگتی ہین - یہ اُس طور کا رنگ ہی (پھر زیر لب مسکرا کر کہا) نہین تمھاری بہن کے
رنگ سے ظاہر ہوتا ہے - چہرہ رنگا نہین اصلی رنگت ہے - دیکھئے وہ شرما رہی ہے

پادری - اسکا رنگ [illegible] میری مان کا سا رنگ کہان ہے - میری مان اس سے
کہین بڑھکر خوبصورت تھی - نہ اسے طرحداری آتی ہے - نہ کبھی یہ پوڈر ملتی ہے اور
نہ زیادہ صابون ہی استعمال کرتی ہے - یہ سنگار کرنے سے گھبراتی ہے - جب سے
اسکا شوہر مرا ہے اوسنے عہد کر لیا ہے تمام عمر خدا کے بندون کی خدمت مین گذار دونگی

ملکہ - تمھاری والدہ حیات ہین -

پادری - [illegible] ہم دونون بھائی بہن ابھی تک والدین کی نشانیان
موجود ہین - ہم دونون نے اپنی زندگی خدا کے کامون پر وقف کر دی ہے

ملکہ - کیا تمھاری بہن دوسری شادی نہین کرے گی - وہ تمھارے مذہبی
اصول سے تو دوسرے ازدواج کے لیے پابند کر دی گئی ہے - جب تمھاری
شریعت اجازت دیتی ہے تو یہ دوسری شادی کرنے مین عیب کیون

سمجھتی ہے۔

پادری۔ اسے شادی سے قطعی انکار ہے۔ گو ایسی کئی دولتمند اور امیروں نے اسکی شادی پر زور دیا لیکن اسنے حضرت مریمؑ اور حضرت مسیحؑ کی خدمت کو پسند کرکے عہد کر لیا کہ اپنی زندگی مفلسی اور غریبی میں گزار دیگی یہانتک ڈوم ڈی اس کی عصمت دری کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ یہ اسکے ہاتھ سے بمشکل بچی۔ دلاور خاں نے کل سکے لوٹ جانے ہماری مدد کی اور یہانتک آپکے یہاں لیکر آیا۔

ملکہ۔ تم بہادر آدمی ہو۔ تم کچھ خواہش نہیں رکھتے۔ کچھ منظور نہیں کرتے۔ کیا ایسا نہیں ہے۔ آہا ہم لوگوں میں ایسے مربی نہیں۔ جتنا زیادہ اُسکا رتبہ بڑھتا ہے جاگیر۔ باغات۔ مکانات۔ ہاتھی۔ گھوڑوں اور زر و جواہر کی خواہشات میں اتنی ترقی ہوتی جاتی ہے کیا تمھارے گرجے میں اس قسم کے آدمی نہیں ہیں۔

پادری۔ کیوں نہیں جناب! ہم میں بھی ایسے مربی ہیں جنہیں دولت فراہم کرنے کا لپکا ہے وہ مال و عزت کے بھوکے ہیں۔ لیکن ہم غریب مرد عورتیں ایسی چیزوں سے کچھ سروکار نہیں رکھتے۔ جو کچھ خدا دے اوسی پر قناعت کرتے ہیں روکھے سوکھے کھانے۔ پھٹے پرانے کپڑے سے عار نہیں۔ وہ ہمیں زیادہ پسند ہیں۔ اور ایسی ہی چیزوں سے ہماری روح تسلی پاتی ہے۔ لالچ ہمارے پاس پھٹکنے نہیں پاتی۔

ملکہ۔ ہم اسکے لیے تمھاری زیادہ قدر کرتے ہیں اگر ایسا کرنا مناسب ہوتا تو ہم اس گستاخ مولوی کو جو کل شب کو کس قدر بے مروتی سے پیش آیا تھا کافی سزا دیتے۔ مگر جب بادشاہ آئینگے مولوی اپنی گستاخی کا مزا چکھیگا۔ پادری صاحب! میں آپ کی بڑی عزت کرتی ہوں۔ میرا ارادہ ہے کہ ملکہ تاج النسا کے پاس لے چلوں پھر تجھے وہاں چھوڑ دونگی کیونکہ مجھے دوسرے کام میں مصروف ہونا ہے۔

الیڈا۔ ملکہ عالم! اتنا پوچھنے ہی کو تھا۔ کل شب کو جو دوا دی گئی اُسکا کیا اثر ہوا۔؟

ملکہ۔ آہ! پادری صاحب! بھول گئی۔ ڈرتی ہوں کیا یہ میرا قصور ہے یا

میرے دماغ کا فتور ہے۔ جو اسقدر جلد میرے خیال سے جاتی رہی۔ خیر۔ ملکہ تاج النسا خود اپنی کیفیت میریا سے کہے گی۔ آج اوسے دولیسی کھانسی نہیں ہوئی۔ آرام سے سوئی بھی۔ پریشان خواب بھی نہیں عکھائی دیے۔ کھانا بھی اشتہا بھر کھایا۔ آ میریا میں تجھے اُسکے پاس پہونچا دوں۔ وہ بالاخانے کی شہ نشین میں راہ دیکھ رہی ہے۔ اسوقت میرا جلوس فرضی ہوگا۔ اچھا آ۔

یہ کہکے میریا کا ہاتھ تھام لیا اور ڈیوڑھی سے نوجوان ملکہ تاج النسا کے پاس اُسے لے گئی اور اُسے سکھلا دیا کہ میری ہی طرح اوسکی بھی تعظیم کرنا۔

تاج النسا سترہ برس کی دُبلی پتلی لڑکی تھی۔ گو کہ خوبصورتی میں ملکہ چاند سلطانہ کے ہم پلہ نہ تھی۔ لیکن شرافت نجابت با خلیق اور ذی خاندان ہونے میں اُس سے کم بھی نہ تھی۔ وہ زرد مخمل کی قیمتی مسند پر بیٹھی ہوئی ملکہ کا انتظار کر رہی تھی۔ سُرخ اطلس کے بھاری جوڑے اور زرتار سنہری نیلی مخمل کے دوپٹے سے اسوقت اُسکا حسن اور چمک اوٹھا تھا۔ گردن میں جواہرات اور موتیوں کی مالائیں پڑی ہوئی تھیں۔ کلائیوں میں ہیرے دار جھڑیاں اور پاؤں میں پازیب چھڑے کڑے۔ انگلیوں میں نیلم۔ یاقوت اور ہیرے کی نگینوں سے جڑی ہوئیں انگوٹھیاں۔ ان زیوروں سے وہ حسن وجمال کی حور معلوم پڑتی تھی۔ اوسکے خوبصورت ہونے میں کوئی شک نہ تھا۔ گو رنگت پھیکی تھی۔ یہ نہیں کہہ سکتے بخار کی طپش سے اُسکا رنگ جھلس گیا تھا یا پیدائیشی تھی۔

تاج النسا میریا کو کالی بھتنی والی عورت خیال کرتی تھی۔ لیکن جب ملکہ کی نائبہ نے ہاتھ پکڑ کر میریا کو سامنے کیا تو نوجوان تاج النسا پر اُس کی زیبا صورت سے حیرت طاری ہوگئی۔ میریا کی نازک نازک پلکیں۔ نیلگوں آنکھیں۔ گورا رنگ۔ گول گول کلائیاں نازک اور ملائم ہاتھ۔ ریشم سے کالے بالوں سے حسن کی دلکش تصویر بنی ہوئی تھی۔ تاج النسا محو حیرت ہے۔ ایک ایک ادا اوسکی دیکھکر طبیعت وجد کرا اٹھتی ہے۔ اُسنے آجتک اس حورشمائل کو دیکھا نہ تھا اُوس کا تعجب مذاق کے لائق معلوم ہوتا تھا۔ ملکہ بھی زیر لب مسکرادی

نوجوان ملکہ نے میریا کو چھاتی سے لگا لیا۔ اور ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے بولی۔ کوئی بھی میرا اس حالت میں ساتھی نہیں۔ میری پیاری ماں کو اسقدر تردد اور تفکرات گھیرے رہتے ہیں کہ وہ مجھ ایسی کمزور لڑکی کے ساتھ بیٹھ نہیں سکتی۔ میریا! تم میری بہن کی طرح ہو۔ میں نے سنا ہے تم بہت کچھ جانتی ہو اور مجھے سکھا سکتی ہو۔ میرا دل تم سے کیا جانے کیوں محبت کرتا ہے۔ کیا تم میری بہن ہو گی اور مجھ سے کبھی الگ نہ ہو گی۔ دیکھو آج میں کیسی اچھی ہوں۔ مجھے رات کو خوب نیند آئی۔ میریا! اگر میں اپنے شوہر کے آنے سے پہلے ملا قنیہ اور اچھی ہو گئی تو وہ تمھیں بہت کچھ انعام دینگے۔

میریا۔ ملکہ صاحبہ! میرا بھائی اپنے امکان بھر کوشش کریگا۔ اچھا کرنا خدا کے ہاتھ ہے۔ اگر عیسائی دعا مانگ سکتے ہیں تو ہم صرف آپ کے لیے دعا مانگیں گے۔

تاج النسا۔ تم لوگ خدا کی عبادت کرتے ہو۔ خدا پرست ہو۔ ضرور میرے حق میں دعا مانگو۔ خدا تمھاری سنے گا۔ لیکن میرے پاس بیٹھی رہو۔ جس میں میں تمھیں دیکھتی رہوں۔ اور پیار کیا کروں۔ تم ان سپاہیوں کو جو میرے شوہر کی امداد کو جا رہے ہیں دیکھنا چاہتی ہو۔ کاش خدا اُنکو صحیح و سلامت واپس لائے۔

میریا۔ میرے بھائی نے کچھ دوائیاں تمھارے لیے بھیجی تھیں اگر اس آدمی کو جس کے پاس دوائیاں رہتی ہیں بلا بھیجو۔ میں اُسے سمجھا دوں کہ اسطرح دوائیاں استعمال کی جائیں۔

ملکہ چاند۔ تاجو! (تاج النسا) سوائے میرے اور کسی کو دوائیاں رکھنا چاہیے۔ میریا! جب میں واپس آؤنگی۔ تیرے بھائی سے پوچھ لونگی کہ کیا کرنا چاہیے۔ اس لیے تب تک تم یہاں بیٹھو اور دیکھو کیا ہوتا ہے اگر تمھارا بھائی چاہے گا تو تاجو کی نبض بھی دیکھ لے گا۔

میریا بھائی المیڈا سے خبر کرنے چلی۔ جب وہ باہر نکلی اُس نے فرانسس المیڈا کو ایک خوجے سے باتیں کرتے سُنا۔ خوجے نے تھوڑی

دیر بعد دونوں کو دروازے پر بلایا - گو پادری تاج النسا کو نہیں دیکھ سکتا تھا پھر بھی میریا کا یہ بیان کہ اب اُسے کچھ آرام ہے مفید مطلب تھا۔
الیپڈا - یہ مشکل بیماری سے بال بال بچی ہیں - کیونکہ یہاں کے لوگ ادھ سے نیچے رہ گئے ہیں - اب جیوں جیوں اُسے فرصت ہوگی - خوب تن کر کھائے گی اگر محل کے ڈاکٹر اور خواص اسے اکیلا چھوڑ دیں گے - تو اسے جلد صحت ہوگی -

یہ باتیں کرتے ہوئے پادری الیپڈا میریا کے ساتھ بالاخانے پر جہاں تاج النسا اور ملکہ چاند سلطانہ بیٹھی ہوئی تھیں آئے -

میریا سے تاج النسا نے پوچھا - تمھارے بھائی کیا کہتے ہیں - میریا نے الیپڈا کی رائے ظاہر کی - تاج النسا نے کہا - پادری صاحب کوئی اندیشہ نہ کریں جو وہ ہدایت کریں گے میں کرونگی - میری بیماری آغا جان مجھے دوا دینگی - اور میں بھی صرف انہیں کے ہاتھوں سے پیونگی - اُنکے کمرہ میں ہمیشہ کمزور رہتی ہوں - گو گذشتہ برسوں میں بھی میری حالت خیف ہوگئی تھی میرے والد ماجد وزیر حکمران ہیں انہیں امید تھی میں اچھی ہو جاؤنگی - کیونکہ وہاں کی آب وہوا اچھی تھی - کچھ دنوں تک میں وہاں اچھی رہی - اپنے شوہر اور آغا جان کے ساتھ اکثر شکار کھیلنے جاتی تھی - یکایک پھر مرض نے زور پکڑا اور میں عرصے تک ضعف و نقاہت میں مبتلا رہی - مجھے اپنی حالت دیکھکر افسوس ہوتا تھا میں کہا کرتی تھی شاید میں اپنے شوہر سے پھر نہ مل سکونگی - اے میریا - میاں صاحب مجھ سے بہت شاد ہیں میرے سوا انہیں دوسری عورت کا خیال نہیں - تاج النسا کی آنکھوں میں بات کرتے کرتے آنسو بھر آئے - اوسنے اپنا سر میریا کے شانے پر رکھدیا اور آہستہ آہستہ ہچکیاں لینا شروع کیں یکایک چہرے کی رنگت تبدیل ہوگئی - اُسکا زرد سا چہرہ پھول کی طرح کھل اٹھا اور سنے ہنسکر کہا -
میریا ! سیکڑوں عورتیں ملنے آتی تھیں مگر کوئی ایسی عورت نہ ملی جس سے میں محبت کرتی - دیکھو نوبت بج رہی ہے - شہ نشین سے مجھے بالاخانے پر

بیٹھنا چاہیے۔

یہ کہکر تاج النساء نے کشمیری شال اپنی گردن اور چھاتی پہ ڈال لی۔ اور اپنی معمولی جگہ پر جا بیٹھی۔ وہ اُس جوڑے اور پرانے ہال کی بناوٹ اور خوبصورتی کو جسکا پہلے بیان ہو چکا ہے دیکھتی رہی۔ میریا کی نظروں میں یہاں کا دکھاوا بہت تعجب خیز تھا۔ آہستہ آہستہ اُس میدان کے سبزہ زار میں سوار اور پیادہ بھر گئے زرہ اور ہتھیاروں کی جھنجھناہٹ سے تمام میدان گونج رہا تھا آفتاب کی تیز کرنوں میں انکی چمک دمک سے آنکھیں چندھیائی جاتی تھیں۔ ہال کا اندرونی کمرہ گو ساتھ تھا۔ لیکن اسوقت وہ پہلے سے زیادہ صاف ستھرا نظر آتا تھا روشندانوں سے سورج کی شعاعیں ہال میں جو بانوے فٹ سے کم لمبا نہ تھا دور تک اس صبح کے وقت نورانی فرش بچھا رہی تھیں۔

فوجی کمانیر اور افسر جنکا کوچ ہونے والا تھا ہال کے وسط میں قاعدے کے ساتھ کھڑے ہوے تھے۔ جوق جوق مصاحبین جمع ہوتے جاتے تھے۔ اتنے میں نوبتیں بجنے لگیں۔ ملکہ چاند سلطانہ تخت پر جلوہ گر ہوگئی۔ وزرا و امرا تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑے ہوے اور ادب کے ساتھ گردنیں جھکادیں الغرض جس کے ذمے جو کام تھا تخت کے پاس گردن ڈالے استادہ تھے۔ نوجوان ملکہ نے میریا کا ہاتھ خوشی سے دبا کر کہا۔

کیا یہ اونچا دکھاوا نہیں ہے۔ کیا تمھارا دل اس دکھاوے کو دیکھکر خوش نہیں ہوتا۔ جانتی ہو۔ یہ کیوں جمع ہوے ہیں۔ یہ سب میرے شوہر کے ہمراہ لڑنے کے لیے جارہے ہیں۔ خدا مظفر و منصور واپس لائے۔ اے میریا! مجھے ایسی خواہش ہوتی ہے میں بھی ساتھ چلدوں اور اپنے پیارے مہربان خاوند کے لیے جنگ کروں۔ آہ! اگر میری اماجان آزاد ہوتیں تو ضرور میں ساتھ جاتی۔ جب اونکا شوہر لڑائی میں ہوتا تھا وہ بھی لڑائی میں شوہر کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ سایے کی طرح ساتھ رہتی تھیں۔ کبھی دور ہوتی تھیں۔ لیکن افسوس اِمیں کمزور ہوں۔ اس سے میرا بادشاہ مجھے ساتھ جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ میریا! میں تم سے سچ کہتی ہوں۔ میرے ابا جان کے پاس بھی

اتنی ہی فوج ہے - اونکے یہان اتنا لمبا ہال نہین ہے - وہ ملک یہان کے نسبت
چھوٹا ہے - جب سپاہی چبوترے پر جمع ہوتے ہین تو محل پر سے تماشا دیکھتی ہون
جب یہ دربار برخاست ہو جائیگا - تو تمھین تمام کمرون کی جو مجھے پسند خاطر ہین سیر
کراؤنگی - اکثر کمرے اس ہال تھا لئے سے بھی بلند ہین - جب تم کھڑکیون سے
باہر نظر ڈالوگی تو تمام شہر پاؤن کے نیچے دکھائی پڑیگا - میرا جو کچھ دیکھ رہی ہو سب
میرے ہی ہین - کیونکہ میرے ابا جان کی ملکیت ہین جو یہان کا بادشاہ ہے -

گو میرا خوف کھاتی تھی پھر بھی دیر تک خندہ پیشانی گفتگو کرتی رہی - اسی
اثنا مین دربار کا کام شروع ہو گیا - یکایک کل افسرون کے نام پکارے
گئے - ایک ایک نے پایہ تخت کو بوسہ دیا اور اپنی نشستگاہون پر بیٹھ گئے
جب کل افسر باری باری ملکہ چاند کے روبرو حاضر ہو کر باادب زانو ٹیک
چکے - عباس خان ملکہ کے پاس آیا - ملکہ نے اوسے قریب بلایا اور چاندی سے
منڈھا ہوا تعویذ اور ایک امام ضامن کا سکہ اوسکے بازو پر باندھ دیا پھر کان
مین کہا -

"جاؤ بیٹا! خدا تمھین دشمنون پر مظفر و منصور کرے اور تم باعزت ہمارے
پاس واپس آؤ - مجھے امید ہے تم مجھے اور نیز اپنے بادشاہ کو فراموش نہ کروگے
جاؤ خدا تمھین اپنی حفاظت مین رکھے -"

یہ کہکر ملکہ تخت سے اوٹھ کھڑی ہوئی - طبل پر چوب پڑی - عباس خان
اپنے دونون ہاتھ بلند کرکے باآواز بلند بولا -

"ہماری ملکہ کی فتح ہو" اس آواز مین ہال کے بیٹھے ہوے لوگ اور
باہر کے ہزارون شخص شامل ہوگئے - یعنی سبھون نے ایک آواز ہو کر ملکہ کی
فتح کا نعرہ مارا -

کچھ دیر بعد تمام ہال اور میدان خالی ہو گیا صرف ایک دو درباری
نوکر نظر آتے تھے - جو ادھر اودھر پھرتے تھے - جب عباس خان [illegible]
دروازے سے نکلا تو بادری سے باتین کرنے کے لیے خبر بھیجکر خود راستہ مین
اوسکا انتظار کرنے لگا -

پادری سے آسنے پر اُسنے پوچھا۔

چھوٹی ملکہ کا مزاج کیسا ہے مرض مین کچھ اضافہ ہوا میرے مالک بادشاہ کے لیے سچ سچ کہنا تاکہ مین انھین اونکی سلامتی کی خبر دیسکون۔

پادری۔ وہ بہت کمزور ہین۔ لیکن کچھ خوف نہین ہے۔ اگر میری ہدایت کے موافق چلینگی تو ضرور اچھی ہوجا ئینگی۔ گو وہ مضبوط نہون تاہم خوشی سے اپنی زندگی گذار سکینگی۔ کاش مین غفلت کی۔ نتیجہ خراب نکلیگا۔ میرے پیارے! مین نے اوسے بغور دیکھا ہے مرض کی جانچ کرلی ہے اندیشہ کی بات نہین۔ اسکے علاوہ میریا روز اسکے ساتھ رہیگی اور اوسے خبردار کرتی جاے گی۔

عباس خان۔ شفیق! اب الوداع کہتا ہون۔ مجھے گھر پر بھی کئی کام ہین اور آج ہی قبل غروب آفتاب اسلپور مین پہونچ جانا چاہیے۔ وقت کم رہگیا ہے تم خبردار رہنا۔ میریا انشااللہ اچھی طرح رہیگی۔ بڈھے بدمزاج مولوی کو غصہ دلانا اوس سے کوئی غرض نہ رکھنا اور نہ اُس سے کسی طرح کا خوف کھانا۔ کیونکہ ملکہ کو محبت اُنسے ہے۔ وہ خود تمھاری حفاظت کریگی۔ آج زیادہ دیر تک ٹھیرنا۔ ملکہ تاج النسا جوش مین ہے اور ملکہ چاندبی بی تھک گئی ہین۔ میریا کے ہمراہ روزمرہ ملکہ کے پاس آمد و رفت رکھنا۔ ملتے وقت اگر فرصت ہو تو کوچ کے وقت مجھسے مل لینا۔ مگر یہ سمجھ رکھو جسوقت گھڑیالی نے گھنٹے پر چوب ماری تین بجے۔ میرا رکاب مین پاؤن ہوگا پھر کسی کے روکے رک نہین سکتا۔ میریا اکثر میری بچی کو محل مین دیکھے گی۔ اونھین آپس مین محبت کرلینے دو۔ جیساکہ انھین چاہیے۔ خدا اونھین اپنی حفاظت مین چین سے رکھے۔

پادری۔ صاحب! مین آپکی مہربانیون کا شکریہ کیونکر ادا کرون۔ میری چھوٹی بچی کی دعائین تمھارے ساتھ رہینگی۔ اگر لڑائی ہو تو گرم نہو جانا کیونکہ نیک سردار کو اپنی جان خطرے مین اپنے تئین نہین ڈالنا چاہیے۔ مین کسی کو نہین بھولونگا اور چھوٹی ملکہ کی طرف زیادہ خیال رکھونگا۔ میریا کی بھی ایک بار

ایسی ہی حالت ہوگئی تھی جس کے لیے مین خدا سے دعائین مانگا کرتا تھا بارے وہ تندرست ہوگئی - تم دیکھتے ہو کیسی چاق و چوبند ہے -

محل سے نکلنا کوئی آسان بات نہ تھی - تاج النسا نے میرا کو اپنے اُس کمرے مین بٹھایا جسے وہ بہت پسند کرتی تھی - وہ چبوترے دار چھت کے زیرین حصے مین تھین - جیسا کہ اسے کہا تھا - تاہم وہ اتنی بلندی پہ چڑھی ہوئی تھی کہ تمام قلعہ ست منزلا محل - سارا شہر اور وہ تمام میدان جو دور تک ہمارے خیال کے دامن کی طرح پھیلتا چلا گیا تھا - اور جسمین بڑے بڑے محلات - چبوترے دار چھتین - گلیان - مسجدین اور کثرت سے غبار بنے ہوے سے نظر آرہا تھا - شمال جانب محمد عادل شاہ کا بھاری مقبرہ آسمان سے ہمسری کررہا تھا - اس دیوار کے بعد اللہ پور کا میدان دکھلائی پڑتا تھا جو سفید خیمون سے معمور تھا -

ابھی وہ کہہ رہی تھی کہ بڑی ملکہ آگئی جو دیکھنے مین گھبرائی اور تھکی معلوم ہوتی تھی آتے ہی اوسنے پنڈلیان اپنے ہی ہاتھون سے دبائین اور پھر گدگدی مسند پہ لیٹ کر تیز آواز مین بولی -

"ہاے ! ہاے !! آج کی شب کیسی غم آمیز ہے - آج مجھے اپنا لشکر احمدنگر کے رشتہ دارون پر حملہ کرنے کی جہت سے روانہ کرنا پڑا ہے - خدا مجھپر رحم کرے - ایسی ضرورتین جو مجھے درپیش ہوئی ہین تم اونسے دور رہو - وہ نہایت تندمزاج اور آفت کے پرکالے ہین - اگر اونکی روک نہ کی جائیگی تو مجھپر ہی حملہ کردینگے - پھر بھی مین دعا کرتی ہون کہ خون کی ندی بہنے کے قبل ہی وہ اپنے حد کے اندر ہو رہین - او قادر خدا میری یہ دعا منظور کر لینا -

پھر وہ تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو رہی اور دعا کرتی ہوئی معلوم دینے لگی کچھ دم کے بعد اوسکے چہرے پر پھر مسرت کی بجلی دوڑ گئی - وہ اٹھ بیٹھی اور میرا سے کہا -

"میرا ! مین نے تمھارے بھائی سے تاجو کی دوا کے بارے مین ہدایت لے لی ہے - اور اسکی بیماری اور جلد ترگ کے درویش اور زہرہ کی نسبت بھی بات کی ہے اُس نے کہا کہ تم نے اون کی ایک تصویر کھینچی ہے وہ

تصویر تمھاری کتاب مین ہی - اگر ہے تو مجھے دکھلاؤ -

میریا کو شک ہوا شاید تصویر گھر پر رہ گئی ہو - لیکن کتاب مین مل گئی - جب میریا کی نظر تصویر پڑی اُسنے خیال کیا - واقعی بہت ہی اچھی تصویر کھنچ گئی ہے عمر بھر ایسی تصویر مین نے کبھی نہین کھینچی

یہ تصویر زہرہ بی بی کی تھی - اسکے لبون پر کچھ ایسی مسکراہٹ نمایان تھی گویا وہ کچھ بولا چاہتی ہے - چہرہ ایسا کھنچا ہوا تھا کہ ایک نظر دیکھنے مین بھی محبت پیدا کر دیتا تھا - میریا نے تصویر ملکہ کے ہاتھ مین دیدی - ملکہ نے تعجب بھری نظر سے تصویر کو دیکھا اور بولی

"کیا پیارا خوبصورت چہرہ ہے"

میریا - جی ہان! جیسا اسکا چہرہ ہے ویسا ہی اسکا دل بھی ہے - مین ایک خط حضور کو دکھا سکتی ہون جو کل کی ڈاک مین مجھے ملا ہے - اُسمین اُنھین فقرون کا استعمال ہے جو اُسکے منھ سے اکثر نکلا کرتے ہین -

اسکے بعد اُسنے اپنی جیب سے ایک لفافہ نکالا اور ملکہ کے دست شفقت پر رکھدیا - یہ وہی لفافہ تھا جسے ہم دیکھ چکے ہین -

ملکہ - واقعی بہت اچھا خط ہے - مین سمجھتی ہون اسکا خیال میرے دلمین ہر وقت رہے گا -

میریا - آہ! مین اس بات کو بھول گئی - مجھے . . . . . .

ملکہ - (مسکراکر) میریا! مجھ سے کوئی بات نہ چھپانا - عباس خان میر اللہ کا ہی کیا زہرہ بجھے ملسکتی ہے - مین اُسکی خیرخواہ دوست ہون - کیونکہ اوسنے عباس خان کی بہت بڑی خدمت کی -

میریا - مل سکتی ہے - اسکے کیا معنی - کیا وہ جلدرُگ مین نہین ہے -

ملکہ - افسوس! بیٹی! آدمی کی آنکھ وہان بھی لگ گئی - عثمان بیگ نے اسیر زور کیا تھا - لیکن اوسے راگا نایک نے چھوڑ ایا - اور وہ اب اپنے دادا کے ساتھ ماری ماری پھر رہی ہے - تاہم وہ صحیح و سلامت ہے اور مین اُسے ڈھونڈھ نکال سکونگی - عثمان بیگ کو مین نے عہدے سے ہٹا دیا ہے - اور جب بادشاہ

آئیگا تصفیہ ہوگا۔

میریا نے پانی کا دکھاؤ مورچے کے نیچے مردے کا پڑا ہونا زہرہ کا عباس نواب سے ڈرنا یاد کیا اور پھر اُس کے چھٹکارے اور بچاؤ کے لیئے شکریہ ادا کرکے بولی۔
بہادر رانگا کو انعام دینا چاہیئے وہ زہرہ سے اپنے بچوں کی طرح محبت رکھتا ہے اور اپنی جان اسیر تصدیق کرنے کو طیار رہتا ہے۔

تاج النساء نے تصویر کو جو اُس کی آنکھوں میں بہت جنچی تھی دیکھتے ہوئے کہا زہرہ کون ہے۔؟

چاند سلطانہ۔ تاجو! وہ ایک لڑکی ہے جو میریا کو بہت پیاری ہے اور میں اُمید کرتی ہوں تجھے بھی پیاری ہوگی۔ اب میریا کو جانے دو تھمین دوا پی کر سورہنا چاہیئے پادری صاحب کی ایسی ہی ہدایت ہے اسکے علاوہ مین بھی تھک گئی ہوں اور شام کو بیٹھک کے پہلے ذرا سو لیتی ہوں۔

تاجو۔ میریا کل آئے گی نا؟

ملکہ میریا کی طرف سے جواب دیتے ہوئے بیشک۔

جب عباس خان اپنے گھر پہونچا اپنی چچی کو بہت خوش پایا جو اُسکے جانے سے رنجیدہ بیٹھی تھی۔ ایک جوتشی نے کہا تھا کہ یہ کوچ مبارک ہوگا۔ اُس کے منصب مین ترقی ہوگی چہار شنبہ کا دن ہے اس سے اُس راستہ مین جدھر سے اُسے جانا ہے رجعت ولا غیاب (یوگنی) شمال کی طرف پڑا ہے گھر کے خانگی کاموں سے اُسے بالکل اطمینان ہوگیا تھا۔ اور یہی خیال تھا کہ پیچھے پڑنے سے بعزتی ہوگی اور اتنی بھاری فوج کا افسر بننا بڑی عزت کا کام ہے ان وجوہ سے وہ بہت خوش تھی اُس کا لڑکا اپنے چچا کے پاس اور بادشاہ کی طرف ہوکر مدد کریگا۔

عباس خان کو جو کہنا تھا وہ یہی بات تھی کہ پادری اور اوسکی بہن میریا کو حفاظت مین رکھنا اور درویش صاحب اگر شہر کے کسی مقبرے مین آجائین تو دریافت کرکے اُنھین بلا لینا اور میرے واپس ہونے کے وقت تک اپنے یہان رکھنا۔

عباس خان کو یقین تھا کہ وہ کچھ عرصہ کے بعد پلٹ آئیگا اور درویش کی پوتی زہرہ درویش کے ساتھ ہوگی۔

اُسکی بڈھی چچی نے اُسے چھاتی سے لگالیا اور امام ضامن نام کے ایک سکہ کو کپڑے سے لپیٹ کر بازو پر باندھ دیا اور دعا مانگی چچی کے گال آنسوؤں سے تر تھے لیکن آج اُسے ایک قسم کی نئی خوشی ہے جو آج عباس خان کے رخصت ہوتے وقت اسکے چہرے سے جھلک رہی تھی۔

قلعہ کے گھڑیالی نے پہر کے گھنٹے کی آواز آئی۔ عباس خان گھوڑے پر سوار ہو کر احاطے کے باہر نکلا۔ تیزی سے بجنے لگے جنکی آواز سنکر سپاہیوں نے بھی اپنے طبل بجانا شروع کر دیئے۔ ان سپاہیوں میں کچھ اول ہی شمال کی طرف دلی دروازہ سے اللہ پور کی سڑک کو روانہ ہو چکے تھے۔ اور کچھ عباس خان کے ہمراہ کوچ کرنے والے تھے۔

جب عباس خان روانہ ہوا پادری اور اُسکی بہن اُسکے گھر آئی اور بڑی بیگم صاحبہ کو خبر بھیجی کہ اُسکو ایک محل میں پیغام بھیجا ہے جب اُنھیں اطمینان لائق جواب ملا تو وہ دونوں باغ میں گئے۔

میریا نے ابھی تک فاطمہ بیگم کو نہ دیکھا تھا لیکن اُسنے ویسا ہی مہربان پایا جیسا کہ اُسے خیال تھا جب میریا بیگم کے پاس پہونچی بیگم نے اُسے بڑی خوشی سے ساتھ سینے سے لگایا میریا کے کہنے پر کہ اُسکا بھائی باہر ہے اور حضور سے کچھ عرض کیا چاہتا ہے کسی خواص کو حکم ہو وہ جا کر بھائی سے پیام سُن آئے اور آپ سے عرض کر دے۔

فاطمہ بیگم نے مسکرا کے جواب دیا میں بڈھی ہوں پادری صاحب کے اندر آنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

جب پادری صاحب اندر آئے فاطمہ بیگم اُٹھ کھڑی ہوئی اور سلام لینے کے بعد پوچھا۔ تمھاری بہن سے میں رواج کے موافق پہلے ملچکی ہوں اس سے میں آپکا شکریہ ادا کرتی ہوں اور ایسے آدمی سے جسنے میرے بیٹے کی ایسی خدمت کی اُس سے واقفیت حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ ماشاء اللہ لڑکے کو کس خوبصورتی سے

اچھا کیا ہے۔

پادری نے ملکہ کا وہ پیغام دیا کہ اگلے دن میریا کو اپنے ساتھ لیجا سکتا ہے۔ فاطمہ بیگم نے یہ پیغام خوشی سے منظور کر لیا اور آہستہ آہستہ چھند روگ اور وہاں کے مسافروں کی بات چھیڑ کر اس سے کہا:

"افسوس! مجھے شبہ ہے ... وہ جہان ... دل ... سے بیٹھا ہے کیا تم زہرہ کا کچھ حال سنا سکتی ہو جسکو وہ خواب میں یاد کرتا تھا۔"

میریا نے (اپنی تصویر کی کتاب نکال کر) جواب دیا "جسقدر میں تصویر دکھا سکتی ہوں (تصویر ہاتھ میں دے کر) ہو بہو وہی ہے لیکن یہ اسکے ایک منہ کی خوبصورتی کے برابر بھی نہیں ہے۔"

فاطمہ بیگم "یا اللہ! تو رحیم و کریم ہے میں نے اسکی ویسی ہی دلہن خواب میں دیکھی تھی اور میں اسکے لیے شکر کرتی ہوں کہ اسکے دل میں ایسی خوبصورت چہرے کی بنیاد پڑی ہے کہ شاید وہ مل جائے۔ کیا میریا وہ بھی اس سے محبت کرتی ہے؟"

میریا "یہ میں نہیں کہہ سکتی لیکن اسکا ایک خط میرے نام آیا ہے آپ کو دکھا سکتی ہوں سنیئے میں پڑھتی ہوں۔"

(میریا خط پڑھ کر سنانے لگی)

اس طرح دیر تک گذشتہ سانحے کی باتیں ہوتی رہیں پھر فرانسس المیڈا اور اسکی بہن میریا اپنے قیامگاہ پر واپس آئے گو وہ خوش تھے لیکن دماغی کام کی وجہ سے تھک گئے تھے۔ بادشاہ کے آنے تک میریا اور شاہی بیگمات کے درمیان راہ و رسم جاری رہی پادری نے نوجوان ملکہ (تاج النسا) کو ایسا چنگا کر دیا تھا کہ اسکا رنگ روغن پہلے سے کہیں بڑھ کر نکل آیا تھا۔

نوجوان ملکہ زیور خوب بنا سکتی تھی۔ تصویر کھینچنا بھی جانتی تھی فارسی علم ادب میں وہ ایک بڑے استاد کی شاگرد تھی جسے بادشاہ کو تعلیم دی تھی۔

تاج النسا کا پچھلا رنج کم ہو گیا اور مرض غائب ہو گیا وہ پیدائشی ایسی ہرے بدن کی تھی اب تندرست ہونے کے ساتھ ہی اپنی زندگی کو خوشحالی میں بسر کرنے اور کام کرنے کے لائق ہو گئی۔

۲۱ اکیسوان باب

کوچ

جلدرنگ کا نیا افسر بہادر دلیر اور نوجوان تھا اُس بھاری عہدے کا چارج لینے پر جو اُسے ملا تھا ڈر کنے والا نہین تھا صرف اپنے دس چیدہ اشخاص کو لیکر جنپر کہ اُسے بھروسا تھا وہ بیجاپور سے آدھی رات کے بعد ہی روانہ ہو گیا کیونکہ وہ ہمیشہ اس بات کا عادی تھا ذرا سے اشارے پر وہ سوا اسکے اور کچھ نہین کرتا تھا کہ اپنے آدمیون کو طیار ہونے کا حکم دے اور اپنے گھر مین معمولی طور رستے کہہ جائے اور اپنے پیش کار منشی جیون راے نامے ایک جانا کہ یہ بہمن کو جو فارسی اور مرہٹی خوب لکھ سکتا تھا سمجھا دے یہ سب بہت جلد طے پایا اور آفتاب طلوع ہونے کے قبل وہ چھوٹی جماعت مع اپنے ٹٹوؤن کے جنپر بہت ہلکا مال لدا ہوا تھا دکھن کی سڑک پر دھیمی رفتار سے چل نکلے یہ لوگ بڑے گاؤن اور چھوٹے چھوٹے قصبون سے بچکر چلے جاتے ہین راستہ کی وقفیت ہونے کی سبب سے انھین کسی سے پوچھنے کی تکلیف اٹھانی نہ پڑی ٹھنڈا وقت تھا آسمان پر کچھ ابر گھر آیا تھا جنوب و مغرب کی ہوا بہ رہی تھی اس سے سفر مین بڑی خوشی معلوم ہوتی تھی ادھر کئی دنون سے پانی نہین برسا تھا اس وجہ سے راستہ بھی خشک اور صاف تھا دوپہر کے وقت یہ قافلہ آم کے درختون کے نیچے ٹھہرا پاس ہی ایک آبشار بہ رہا تھا یہ لوگ بھوکے بھی تھے کھانے کی تیاری کرنے لگے نصف سفر تو پہلے ہی طے ہو چکا تھا۔ نصف باقی تھا اس لیے کچھ دیر آرام کر لینا فرض سمجھا۔ الغرض وہ دن اور رات راستہ کا کسل مٹاتے گذر گیا۔ علی الصباح پھر کوچ بول دیا گیا جب وہ ایک موضع کے قریب ہو کر نکلے ادھر ادھر بندوقچیون سے مورچے بھرے تھے اور شاہی پھریرا جسکو وہان کے گورنر نے کھڑا کیا تھا لہرا رہا تھا۔ یہ لوگ موضع کے اندر گئے معلوم ہوا یہ ویدر کا علاقہ ہے۔ رانگا نایک یہان کا مکھیا ہے کوہری کل گانون یہان سے کچھ میلون پر تھا وہان رانگا نایک کی بودوباش تھی۔ اہل قافلہ اس فکر مین ہوے آج کی رات یہین گذار کرین یا چلے چلین۔ مشورہ کرتے کرتے

رائے قائم کرلی کہ جہان اسوقت ہین وہین تک رہنا ٹھیک ہے۔

پٹیل یعنی گانون کا نمبردار جو مسلمان تھا اور وہ دوسرے لوگ جو ملکہ کے نام سے بلائے گئے تھے آگئے اور انھون نے عاجزی اور انکساری سے دوسری چیزین جو وہان ملتی تھین پہونچائین۔ ایک ملا انکو چھوٹی سی مسجد مین لے گیا اور وہان انکی خاطر و تواضع ہوئی۔ حیدر بیگ کا نیا افسر کوئی ایسا تو تھا نہین کہ جو چیز چاہتا ملسکتی ہو اور زبردستی لوگون سے وصول کرے۔ وہ چیز کی قیمت دیتا تھا اور دینے والا قیمت لینے پر تعجب ہوجاتا تھا۔ سر شام ایک بھیڑ کے کباب طیار کیے گئے اور دال قیمہ دار پلاؤ قافلے والون نے خوب ڈٹکر کھایا۔ کیونکہ تمام دن انھین منھ باندھے گذر گیا تھا کوئی چیز نہ پہونچی تھی۔

کھانے وغیرہ سے فارغ ہوتے ہی پٹیل طلب کیا گیا اور اس سے ان لوگون نے پوچھا کہ گوری کول تاکونسا راستہ نزدیک ہے۔ کیونکہ قافلے والے ان راستون کو نہین جانتے تھے۔

پٹیل نے تعجب سے جواب دیا۔

گوری کول! آپ سب تو تنگل کی سڑک پر ہین۔ مگر اسکے آپکو ادھر جانے مین بہت بڑا خطرہ ہے۔ رانگا نایک کے آدمیون نے ملکہ کے سپاہیونکو نہین دیکھا ہے اس لیے آپ آسانی سے راستہ طے نہین کرسکتے۔ میر صاحب! اگر آپ جانا ہی چاہتے ہین تو مین اپنا آدمی ساتھ کردونگا۔ میرا لڑکا آپکے ہمراہ رہیگا اور اس سے بڑا کام نکلے گا کیونکہ رانگا کے سپاہی اسے اچھی طرح جانتے ہین اسپر بھی مین آپکو آگاہ کیے رکھتا ہون کہ وہان سے بچگیری کی سڑک سے جانا اچھا ہوگا۔ دریا پار کرنے کے لیے آپکو کشتیان ملینگی۔ ابھی تک دریا بدستور طغیانی پر ہے۔

میر صاحب نے کہا۔ ہمین رانگا کے آدمیون سے کام ہے اس لیئے اچھا ہے بے خوف کا لگا ہمکو کوئی دقت نہین ہوگی۔

پٹواری نے تصنع سے کہا۔

درحقیقت یہ رانگا کی لگاوٹ ہے جسنے اپنی جورو کستاما اور رانانایک کو

لکھا ہے جو اُس جگہ کے مالک ہین۔ صاحب! آپکو اونسے کام ہے۔ دیکھین آپ سے کس طرح پیش آتے ہین۔ پٹیل کے لڑکے کو وہ جانتے ہین جن جن باتون کی آپکو ضرورت ہوگی پٹیل کا لڑکا اونسے کہدیگا۔ یا اگر حکم ہو تو مین ہی ساتھ چلون۔

میر صاحب۔ اگر مین اونکی گفتگو سمجھ گیا تو اپنا کام اونسے بتا ہی دونگا۔ بعض باتین ایسی ہین جو نامہ وپیام سے طے نہین ہوسکتین۔ اسلیے مین خود ہی کہونگا۔ تم آپس مین طے کرلو۔ کس شخص کا ساتھ رہنا اچھا ہے۔ دیکھو قبل طلوع آفتاب کے یہان سے کوچ کردینا ہوگا۔ ٹھنڈے ٹھنڈے سفر اچھا ہوتا ہے چاندنی مین کسی طرح کی تکلیف نہین ہوگی۔

پٹیل۔ ہان رات کے پچھلے پہر ہم سب کو چل دینا چاہیئے۔ آپ آرام کرین ہم سب آپس مین فیصلہ کرلینگے کہ کون شخص آپ کی ہمراہی مین ہیگا۔ میر صاحب! وہان آپ کو ذرا بھی تکلیف نہوگی اور نہ کسی شے کی ضرورت پڑیگی۔

میر صاحب۔ بیشک مجھے کوئی شے درکار نہین ہے۔ رانگا اور اوس کے تین سو آدمی کل فوج کے ساتھ روانہ ہونگے۔ ایک تو مجھے یہ کہنا ہے۔ دوسری ایک پوشیدہ بات ہے۔ اچھا اب مجھے سونے دو۔ لاؤ صاحب! تھک گیا ہون۔

تھوڑی دیر بعد پٹواری آیا اور اُسنے سونے والون کے شانے ہلا ہلا کر کہا۔ میر صاحب جاگیئے۔ جاگیئے۔ مین چلنے کو طیار ہون۔ پٹیل اور اسکی عورت ہلکا کھانا طیار کررہے ہین آپ کوچ کرنے کے پہلے نوش جان کرلیجئے گا۔ آپ کے ملازم خدمتی کھانا کھارہے ہین۔ جناب! اُٹھیے۔ گھوڑون پر کاٹھیان کسی جاچکی ہین۔

میر صاحب۔ (جمائی لیتے ہوئے) اوہ! کیسی نیند آئی مین صبح تک یوہین پڑا خراٹے بھرا کرتا۔ اچھا ابھی طیار ہون۔

ایک خدمتگار پانی کا آفتابہ لیے اندر آیا اور اُسنے میر صاحب کے ہاتھ پاؤن دُھلاے میر صاحب نے وضو کیا اور کھانا مانگا۔ دو چار نوالے کھاکر کلی کی۔ اور پوشاک لباس سے درست ہوکر چلنے پر آمادہ ہوگئے۔

اتنے مین بڈھا پٹیل بھی سفری لباس مین لیس ہوکر میر صاحب کے پاس

آگیا اور بولا۔

"سڑک پتھریلی اور لمبی ہے۔ مین آپ کے ساتھ چلتا ہون۔ اس لیے کہ ٹھوار می کی نسبت مجھے ورما سے خوب شناسائی ہے۔ ورما کو براہمنون سے نفرت ہے اگر اسکا مزاج موافق ہوا تو حاشا پھاٹک نہ کھولے گا۔ اگر اوسے شک ہو گیا کہ آپ اوسکے آدمیونکو بھڑکانے اور رانگا کو گرفتار کرنے آئے ہین تو وہ آپ پر گولیون کی بوچھار کر دیگا۔ اور آپ کو بھاگتے بن پڑیگا۔

میر صاحب۔ میرے دوست! آپکا بہت شکریہ ادا کرتا ہون۔ کل معاملے تمھارے اوپر چھوڑتا ہون اگر آپ سید ہوتے تب بھی آپ پر شبہ کر سکتا۔ مگر نہین آپ نیک نفس آدمی ہین۔ میرا دل آپسے بدظن نہین۔ مجھے آپ پر پورا اعتقاد ہے۔ مین طیار ہون۔ بسم اللہ چلیے۔

جسقدر جلدی اس تنگ راستے مین ہو سکتی تھی کیگئی اور تمام قافلہ اللہ اکبر کا نعرہ مارتا ہوا چل کھڑا ہوا۔ پہلے تو کھیتون سے سابقہ ہوا۔ اور جب بدقت تمام یہ راستہ قطع ہوا تو خاردار جھاڑیون سے دوچار ہونا پڑا۔ یہان راستہ بہت ہی تنگ تھا ایک ایک شخص آگے پیچھے چل سکتا تھا۔ اسی خارستان سے ویدہ دن کا علاقہ شروع ہوتا تھا۔ دشمن کے حملے سے بچنے کے لیے کانٹون کی خوب حفاظت کی گئی تھی۔ خاصکر اون لوگون کے لیے یہ مقام بہت ہی مخدوش خیال کیا جاتا تھا جو لوٹ سے اپنی زندگی بسر کرتے ہین۔ یہ لوگ اس پرخار راستے کو بھی طے کر گئے اور رفتہ رفتہ سڑک پر جا پہونچے۔

یہ سب ایسے راستے تھے جو ضرورت کے وقت بآسانی بند ہو سکتے تھے کبھی کبھی پتھر کی چھوٹی قد آدم دیوارین راستے کے درمیان آجاتی تھین جن پر کھڑے ہوکر چھوٹی موٹی جماعت بھی بھاری لشکر کو ادھر آنے سے روک دیتی تھی۔ اور کبھی پتھریلی پہاڑیون کے ٹکڑے راستے مین حد فاصل بنکر چلنے والون کو روک دیتے تھے۔ رات کو یہ پہاڑیان اور خاردار جھاڑیان مورچون کا کام دیتی تھین اسوقت آسمان پر بادل گھرے ہوے تھے۔ ماہتاب کی روشنی دھندلی پڑگئی تھی۔ اس وجہ سے یہ مقام اور یہان کی چیزین

ڈراؤنی معلوم ہوتی تھیں نوجوان سپہ سالار فوراً تاڑ گیا واقف کار آدمی کے بغیر ایسے دشوار گذار راستوں میں چلنا دشوار ہے اور خوش نصیبی کی بات ہے کہ اوسکا راہبر تیز چشم اور چالاک ہے ورنہ وہ تکلیف اور مصائب اٹھانے پڑتے کہ توبہ ہی بھلی ایسے ہی شخص پر کوری گل کے دیہاتیوں کو پورا بھروسا ہے۔

میر صاحب۔ شیخ جی! اگر آپ ساتھ نہوتے اور مشعلوں سے روشنی نہ کرتا پڑتی تو ہم بھی کبھی راستہ نہ پاتے۔ آپ کا از حد ممنون ہوں کہاں تک شکریہ ادا کروں۔

شیخ۔ آپ کیا فرماتے ہیں مشعلوں سے آپ کو پتا ہی نہ چلتا۔ اس کے علاوہ یہاں کے باشندے دیدہ مشعلین جلتی دیکھ لیتے پھر آپکو راستہ طے کرنا دشوار ہوجاتا اور دیہاتیوں کا قافلے کا قافلہ آپ پر ٹوٹ پڑتا آپ کے امکان سے صلح باہر ہوجاتی اور آپ کے بنائے کچھ نہ بنتی۔ خیر دیکھئے یہ راستہ ہمیں جنگل اور چٹانوں سے نکال لایا ہے اب ہم کھلی جگہ ہیں۔ یہ مقام کیسا سرسبز و شاداب ہے۔ واکن کیرا کا مانا یک اپنے آدمیوں سے خوب کام لیتا ہے اس لیے یہ جنگلی مقام کیسا دلکش اور لطیف نظر آرہا ہے۔ میر صاحب! اب ہم راستہ بہت جلد طے کرینگے اور کوری گل کے پھاٹک پر قبل طلوع آفتاب پہونچ جائینگے۔ (اپنے نوکر رمنا سے مخاطب ہوکر) کیوں جی پہونچو گے یا نہیں۔

رمنا۔ شاید اس سے بھی جلد پہونچ جائیں۔ لیکن میری راے میں قبل طلوع آفتاب پہونچنا آپ کے لیے نامبارک ہوگا۔

شیخ۔ دیکھا جائیگا اسوقت تو چلتے ہیں۔

اسطرح باتیں کرتے یہ لوگ چلے جارہے ہیں۔ جب دیہات کے باشندے اونسے پوچھتے آپ کون ہیں تو بگلچی اپنا بگل بجا کر اون کے سوال کا جواب دیدیتا۔ اسطرح دیہاتیوں کا شک رفع ہوجاتا گویا وہ سمجھ گئے پھر کوئی اونسے مزاحم نہوتا۔ پچھلا پہر ہے تاروں کی چھاؤں لوگ چلے جاتے ہیں۔ ہوا کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکے بہ رہے ہیں

گیدڑون کا غول آرام کرنے کی فکر مین ہے مگر دن کی آمد کا رونا بھی رو رہے ہین کہ
رات بھر تو خوب مزے مین گشت مین کٹی اب دن بھر منھ باندھے پڑا رہنا ہوگا۔ گیدڑ کی
آواز سے دوسرے گیدڑ اُسکے رونے مین شامل ہوتا ہے۔ یہانتک کہ تمام جنگل
اس رونے سے گونج اٹھا رات کے پچھلے پہر چڑیان جاگ اٹھین اور درختون
یا گھونسلون مین بیٹھی ہوئین خوشی کا راگ الاپنے لگین۔ جنھے درختون پر بسیرا لینے والا
چڑیون کا غول قافلے والون کی پیادون کی دھمک سے خوف کھا کر اوڑ جاتا ہے اور رفتہ رفتہ
آسمان کا چکر کاٹتا ہوا خیالی نگاہون سے بھی اوجھل ہو کر خدا جانے کس سمت چلا
جاتا ہے۔ چاند کالے کالے بادلون مین جلدی جلدی چھپ رہا ہے اور مشرقی افق
پر سفیدی سی جھلکنے لگتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ بڑھتی ہی جاتی ہے چونکہ ابھی تک
افق کی سطح فلک پر آفتاب کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اس لیے قافلے والے
صبح کی نماز کے لیے دریا کے کنارے ایک مقام پر ٹھہر گئے۔ پہلے وضو کیا۔
پھر نماز پڑھی اس کے بعد حقے کا دور شروع ہوا۔ دو تین چلمین اوڑ اسکے
اوڑ اسکے مرغ نے بانگ دیدی۔ کتے بھونکنے لگے۔ لوگون نے پھر سوار
ہو کر اپنا راستہ لیا۔ گو آفتاب طلوع ہوگیا تھا اور بڈھا پٹیل ہمراہ تھا
تو بھی اس قافلے کے سردار کو آگے چلنا دشوار ہو جاتا۔ اول تو جبتک کوئی
انکی رہبری نہ کرتا انھین ہر ہر قدم پر ٹھوکر کھانا پڑتی تھین۔ دوم تمام دیہات
کے دیدہ بندوقون اور ہتھیارون سے مسلح مورچون۔ بھاٹکون۔ برجون اور
کمینگا ہون مین بیٹھے ہوئے تھے جو شکل و صورت مین نار پٹیل کے برج سے
ملتے جلتے تھے۔ جہان سے وہ گاؤن اور اردگرد کی تمام چیزون کا بچاؤ
کر سکتے تھے۔

قافلے والون کا غلغلہ سنکر ڈھول پیٹے گئے دیہاتی بگل بجانے والون نے
بگل بجائے۔ ادھر اُدھر آدمی شور و غل مچانے لگے۔ جس سے دیہاتیون
مین جوش پھیل گیا۔ ادھر سے بھی پٹیل کے بھیجے نے اپنا بگل پھونکا۔ دیہاتی اس
بگل کی آواز سے خاموش ہو جاتے۔ اکثر دیہاتی بڈھے پٹیل اور اسکے ساتھی دیہاتیون
سے ملتے اور یہ کہکر تقویت دیتے کہ ملکہ کے حکم کی تعمیل کے لیے جا رہے ہین۔

حاکم یعنی میر صاحب نے دیکھا تمام موضع کے مکانات چھوٹے پتھر کے بنے ہوئے ہین۔ چھتین پتلے سلیٹ کے ٹکڑون کے مانند ہین۔ موضع مین گھنی بستی ہے۔ کھیت خوب ہرے بھرے ہین۔ غلے کے انبار جمع ہین۔ مویشی۔ اور دوسرے جانورون کے لیے بافراط چارہ موجود ہے۔

حالانکہ دیدر اپنی حد کے باہر ڈاکہ ڈالتے تھے اور اسی سے وہ بدنام ہو گئے تھے۔ مگر اپنے گانون مین خوب چین سے رہتے تھے۔ دیہاتیون مین بھائی چارہ۔ ایک دوسرے کا ایسا ہمدرد اور معاون بنا ہوا تھا ممکن نہین کوئی غیر کفن انکی جانب ٹیڑھی نگاہ سے دیکھے ہر وقت دشمنون کی لوٹ کھسوٹ کے لیے طیار رہتے ہین۔

اب آفتاب کچھ بلندی پہ آ گیا بڈھا ٹیل جو راہبر بنا ہوا تھا رک گیا اور اور دھوئین کی طرف اُسنے اشارہ کیا۔ جو کچھ فاصلے سے املی کے درختون پر سے اُٹھ رہا تھا۔ جب ایک چھوٹے سے ٹیلے پر چڑھے تو کوری کل گانون دور سے نظر پڑا۔ گانون کے درمیان چھوٹی سی گڑھی تھی۔ چارون طرف بیچ اس کے اونچی دیوارین تھین۔ سب سے بلند دیوار پر انکا نایک کا بنگلہ تھا جسپر سفید رنگ کا پھریرا اور سبز رنگ کی گوٹ تھی لہرا رہا تھا پھریرے پر ہنومان جی کی صورت کڑھی تھی اور اسکے نیچے ویدرون کے دیوتاؤن کی تصویرین بہار دے رہی تھین۔ ایسے ہی پھریرے پھاٹکون پر جون اور مورچون پر بھی نظر آتے تھے۔ گڑھی کے بالائی حصے مین نفیس مگر پرانی وضع کی عمارتین دکھائی دیتی تھین۔ جنپر سفیدی کی ہوئی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ یہ جگہ بال بچون کے رہنے کی ہے۔ اس کے نیچے ایک احاطہ تھا یہان سے اور احاطون کی طرف راہ نکل گئی تھی چارون طرف پتھر کی دیوارین چنی ہوئی تھین جگہ جگہ مورچے بنے ہوئے تھے۔ گیہون۔ جو جنا اور چانولون کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ قلعے کے باہری پھاٹک کا راستہ پیچدار تھا۔ کمی تنگ راستون سے ہو کر اندر جانا ہوتا تھا۔ یہان گولیان چلانے کی جگہ بنی ہوئی تھی۔ آجکل کے توپخانے کے سامنے تو ایسی جگہین بھی نہین

ٹھہر سکتین۔ لیکن اون دنون کوری کل کی گڈھی بہت مضبوط سمجھی جاتی تھی تمام دیدار اس گڈھی کے محافظ تھے۔ انکو اس خدمت کے لیے جاگیرین ملی ہوئی تھین اس گانون کی جنگی طاقت زیادہ تر فضیلت رکھتی تھی اور اس طاقت مین بارہ ہزار آدمی شریک تھے۔

قلعے کی اندرونی اور بیرونی دیوارین پتھر کی بنی ہوئی تھین جو گول مورچون سے محفوظ کی گئین تھین۔ حملے اور دیگر دبے ترتیب گلیان تھین۔ ایک گلی جو اور گلیون سے چوڑی تھی اور محل گلی کے نام سے پکاری جاتی تھی نکلی ہوئی تھی اوسے دکھا کر پٹیل نے کہا۔ دیکھو یہ بازار ہے۔ اسمین بزاز۔ مہاجن اور بنیے۔ دکانداری کرتے ہین۔ اندر جولاہون کی بستی ہے اونکے ہر ایک گھر مین بہت بڑا احاطہ ہے اسمین جولاہے تانے بانے کا کام کرتے ہین۔ رنگریزون کے گھر بھی ہین۔ جو سفید کپڑون کو طرح طرح کے رنگون سے رنگ رہے ہین۔ قصبے کے پاس ایک چھوٹی ندی بہتی ہے اور سیر دیہات کے باشندے نہانے کے لیے جمع ہو رہے تھے۔ گائے بیل۔ چراگاہ مین جانے کے پہلے اسی ندی پر آکے پانی پیتے تھے۔ بچے چھوپڑون مین ڈنڈ بیٹھک رہے تھے۔ پہاڑیان جو دور تک پھیلی ہوئی تھین۔ آم۔ املی کے درختون سے ڈھکی ہوئی تھین اسوقت یہان کا نظارہ بہت ہی خوش آیند اور روح افزا تھا۔ جدھر نگاہ اٹھتی تھی سبزی ہی سبزی نظر آتی تھی۔ اس دلکش منظر سے دماغ مین ایک نئے قسم کی جدت پیدا ہو رہی تھی۔ جس کے سبب ان مسافرون کو یہ وقت بہت ہی غنیمت ہو رہا تھا۔

جس زمانے کا حال ہم لکھ رہے ہین اُس زمانے مین کوری کل کی حالت ایسی ہی تھی مگر افسوس اب زمین و آسمان کا فرق ہے۔ گڈھی کے اندرونی اور بیرونی مورچون کی دیوارین جا بجا سے شکست ہو گئی ہین گڈھی کا کچھ حصہ منہدم ہو گیا ہے۔ اور کچھ چوپٹ ہونے والا ہے۔ جہان کچھ دن پہلے اچھی خاصی بستی تھی وہان مٹی اور پتھر کے انبار نظر آتے ہین جولاہون کے مکانات گر گئے ہین۔ اور جو باقی ہین اونکی بھی حالت اچھی نہین رہ انکا ناک سے

خاندان کا تو گویا نام ہی مٹ گیا۔ مگر دیہات کے باہر میدان مین ورما کی اولاد کے مکانات دکھائی دیے جاتے ہین۔ وہ اپنی آبائی جائداد پر قابض ہین۔ ویدرون کی جنگی طاقت سرحد پر اُسکی حفاظت کرتی ہے ظلم اور سیدۃ الیما سہتے سہتے جولاہون نے وہان رہنا چھوڑ دیا ہے۔ اُنکے جھونپڑون کے نشانات ابھی تک موجود ہین۔ گو ابھی تک پرانے خاندانون کی یادگار مین ایک آدھ آدمی کبھی کبھی نظر پڑ جاتا ہے مگر پرانی دستکاریان بالکل ہی معدوم ہو گئی ہین۔ اب ویدر ڈاکہ زنی اور لوٹ مار نہین کرتے اور نہ کسی طرف دھاوا مارنے کے عادی ہین اور نہ لوٹ کھسوٹ کا مال ہی کہین سے آتا ہے اب اونکی حالت کسانون کی طرح ہو گئی ہے اون مین باہم ربط و ضبط اسطرح کا ہو گیا ہے کہ اکثر دیہاتون مین بھاٹ لوگ ویدرون کے میل جول کے گیت گاتے ہین۔

القصہ وہ عجیب و غریب قافلہ کچھ منٹون تک پہاڑی چوٹیون پر گھڑا رہا گانون کے پہرے دارون نے قلعے کے برجون سے ان لوگون کو دیکھ لیا طبل پر چوب پڑی۔ بگل پھونکا گیا۔ عام لوگ اور جنگلی جانور تک پاس پاس کے میدانون سے نکل پڑے۔ پھر بندوقین سر ہوئین اور ایک گولی ایک بھاری دیوار کی بندوق سے جو قلعے کے ایک مورچے پر رکھی ہوئی تھی قافلے والون کے سرون سے سنسناتی ہوئی نکل گئی۔

ٹیپل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میر صاحب! انھون نے ہماری جانب بندوق سر نہین کی ہے بلکہ ہمین خبردار کیا ہے۔ ان بیچارے ویدرون کے بہت دشمن ہین۔ اور اسی وجہ سے انھین ہر حالت مین ہوشیار رہنا پڑتا ہے۔

یہ کہکر ٹیپل نے اپنا بگل رمنا کو دیا اور کہا۔ تو بھی بگل بجا دے۔ دیکھین ویدر لوگ مطمئن ہوتے ہین یا نہین اس دفعہ بگل دیر تک بجتا رہا پھر وہ عجیب ڈھنگ سے ختم کیا گیا۔ جس سے بجانے والے کی بہت تعریف ہوئی اس بگل کی آواز سے ویسے ہی بگل کی آواز گڈھی سے آئی۔ وہ

کرشنا کا بگل ہے۔ اور اسکا مالک اوسکے ساتھ ہے۔ بگل بجانے والے نے کہا
مین اُس بڈھے کو دیکھتا ہون اور یہ دوسرا نہ بگل کی آواز ہے۔

ڈیرے کے بڑے افسر نے اپنے آدمیون سے کہا۔

اُسکے ساتھ سلطان مبارکی کول سے۔ اسکو بادشاہ کے آدمیون نے کیا کام ہے
جاؤ دونا نایک اور مالکن سے کہو۔ مین جاتا ہون اور دریافت کرتا ہون مجھے
کوئی نئی بات معلوم ہوئی ہے۔

کسا مالکن جو ستمپا مین ٹھیر رہی تھی وہ ایک چالاک اور غیرت مند عورت تھی
خانہ داری کے انتظام مین اوسے بڑی قابلیت حاصل تھی وہ تندمزاج اور
چڑچڑی بھی تھی اوسے بجز اپنے خاوند کے دوسرے کی بات پر اعتبار نہ تھا۔
شوہر سے وہ ڈرتی تھی اور اسکا لحاظ بھی کرتی تھی ہر اسکا نایک بھی اسپر بھروسا
رکھتا تھا۔ کیونکہ اسکی جانب سے خوف وخطر کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ کبھی
کبھی شمع آجانے پر وہ تنہا جبتک ایک پہر بھی دوسرے پہر پر باقی رہتا
گڑھی کی حفاظت کرتی تھی۔ نکلتے تا جب دن آتا تو وہ بھینسون کو
کھوجن کرانی پھر انکی صفائی کرتی۔ گوبر اور مٹی سے خود چھوکا دیتی۔ اُس دن
لونڈیون سے صفائی کا کام کراتی۔ خود پانی بھرتی۔ خود دال پیستی۔ اور
بھینسون کو کھلاتی تھی

گاؤن کے بیچ سے دیکھا کسا ساری کو گھٹنون تک اٹھائے
ہوئے گڑھی کے برآمدے کے سامنے والے دروازے پر کھڑی کام
کی نگہبانی کر رہی ہے اور ایک شیرخوار بچہ اسکی کمر پر بیٹھا ہوا ہے۔
کسا ماں نے کہا

"بھیما! تم اسطرح بگل بجاکر کیون گاؤن والون کو چونکا دیتے ہو۔ اگر
تم کو بگل ہی بجانا تھا تو بستی سے باہر کھیتون مین جاکے بجایا ہوتا اس سے
چڑیان اوڑ جاتین اور گیدڑ سیار بھی بھاگ جاتے۔ یہان بجانے سے
کوئی نتیجہ نہین۔

بھیما۔ مئی بی! کچھ لوگ پھاٹک کے دروازے پر کھڑے ملکہ چاند سلطانہ کے

نام سے گڑھی مین آنا چاہتے ہین۔
بھیما بولا۔ اون سے کہدو چلے جائین۔ اگر وہ نہ جائین تو ورما ناک کو
جگادو کہ وہ آنیر گولیون کی بوچھار کردے۔ درن بولا بھیما! مجھے کیون غصہ دلاتا ہے
کیا تو میری لڑکی کی طرف دیکھنے کی ہمت کرتا ہے۔ ذرا ایک ڈنڈے سے جسپر وہ
سہارا دیے ہوئے کھڑی تھی بھیما کو مار کر کہا۔ ڈھیٹھ! جاتا نہین ہے تو میری آنکھو
ہون سے

بھیما نے اپنے دل مین کہا۔
جب تک ورما نہ آئے مین کس سے بات چیت کرون وہ تو رات کو کھانا
کھا کر سویا ہے ابھی تک اٹھا نہین ہوگا شاید ارجن نے اوسے جگا دیا ہو۔
مجھ مین تو اوسے جگانے کی ہمت نہین۔
ورما پہلے ہی جاگ چکا تھا کیونکہ جب بھیما گھر کے باہر اوسکے دیوار کے
پاس پہونچا دیکھا ورما اپنی معمولی جگہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ اور سر پہ رومال ہلکا
تہہ کیا باندھ رہا ہے۔ ورما کا چہرہ پھولا پھولا اور سوجا ہوا تھا۔ آنکھین لال
لال تھین معلوم ہوتا تھا کہ شب کو شراب کثرت سے پی گیا ہے۔ اسکے چہرے
ابھی تک دماغ کا خلل نہین تھا۔ اور ورما کو کبھی ایسا نہی رات کو شراب
زیادہ چڑھ گیا۔ وہ تنہائی لے رہا تھا اور بار بار کناری بھاشا مین کچھ بک رہا
تھا۔ اسوقت اسکا چہرہ بہت بھیانک ہو رہا تھا ہمنے اسے پہلے دیکھا
ہے جب اوسنے زہرہ کو چھڑایا تھا لیکن اسوقت تو اسکی کچھ اور ہی حالت
ہے سرخ رنگ کے نشانات جو کچھ چھٹے ہوئے تھے۔ اسکے گالون اور
بھون پر ظاہر ہو رہے تھے۔ بال پریشان کنگھی نہ کرنے سے ادھر ادھر لٹکے
ہوئے تھے۔ پیشانی پر شکنین پڑی ہوئی تھین۔ چہرے سے بے صبری
ٹپک رہی تھی معلوم ہوتا تھا اوسے کسی بات کی برداشت نہین ہے اور
بے وقت جگائے جانے سے اوسے بے چینی ہو رہی ہے۔
اوسنے کرشنا سے کہا۔
بادشاہ کے سپاہی یا بادشاہ کیا چاہتے ہین۔ اس بڈھے عبداللہ پٹیل کو

کیا سوجھی۔ اوسے راستہ دکھلانے کیون ساتھ آیا۔ پٹیل کو تو اپنے احاطے کے جانورون کی نگہبانی کرنا چاہیے تھی۔ وہ کیا کہتا ہے اوسے کیا چاہیے۔

ورما کے آدمیون نے کہا۔

"وہ مجھے نہین بتلاتا۔ نہ آدمی پہریدار کو بتاتا ہے جو اوس سے باتین کرتا ہے پھر وہ کہتا ہے شاہی فوج کا افسر ملکہ کا ایک حکمنامہ لایا ہے اور راگا نائک اور اسکی بی بی کے نام ایک خط ہے۔ وہ سوائے آپ کے اور بی بی صاحب کے اور کسی کو نہین دیگا۔

ورما۔ (ناک چڑھاکر) مین خیال کرتا ہون۔ چار سے نقلے۔ روپیے کی خواہش ہوگی۔ جب کبھی ملکہ کو ایسی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہان لکھ بھیجتی ہے۔ یہ بات مجھ سے پہلے کیون نہ کہی۔ اب تک تو وہ کوئیون کی بوچھار سے کہین کے چلے گئے ہوتے۔

آدمی۔ (ہاتھ جوڑکر) لیکن مالک کی چٹھی کے لیے کیا حکم ہے ایسا نہو کوئی اور بات لکھی ہو تو آلی گئی ہم لوگون کے ماتھے جائے۔

ورما۔ یہ صرف ایک دھوکا ہے۔ جا آدمیون سے کہدے بند وقین سر کرکے انھین بھگا دین۔ ورما کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ افسر سے ملنے والا نہین بلکہ اوسے نکال دیگا۔ پھر بھی نائک کا خط ورما نائک کے دل پر کھٹک رہا تھا جس کے لیے اوسکے ایک آدمی پھر بھی پر بضد ہو کے خط لینے کی رائے دی اوس آدمی نے پھر کہا۔

"خیال کرو۔ شاید اوسمین کوئی بھاری معاملے کا ذکر ہو۔ اگر آپنے اوسے ایسا کر دیا تو مین نہین سمجھتا۔ انگا نائک کو خبر ہو جائے پر گو تم ورما نائک ہو گیا بچ رہوگے

ورما۔ (بڑبڑا کر) اُسمین کچھ ضرور ہوگا۔ اچھا انسا ما کیا کہتی ہے۔

آدمی۔ اوسے اس سے کیا کام۔ آپ جو چاہین کرین۔ اگر اوسکے نام کی تحریر ہو تو جاکر سُنا دینا۔

ورما۔ گڑھی کے اندر آنے والی جماعت کتنی ہے۔؟

آدمی۔ کل دس آدمی ہین۔ انکا ایک افسر ہے۔ ایک بوڑھا شیخ جی اوسکا

دو باری ایک برہمن۔

اور کچھ سائیس اور ٹٹو ہین۔

درما۔ (اندر سے) شیطان کے بچے (انگھو نسا اٹھا کر) کیون تو نے پہلے خبر کیون نہ دی۔ تیرے بستر سے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ بادشاہ کے پانچ سو سوار آ گئے ہین جا افسر اسکے سا ئیسون۔ منشی پٹوا ری اور شیخ جی کو اندر آنے دے ہم ابھی سب کچھ معلوم کر لیتے ہین۔ اور باقیون کو کہدے باہر رہین۔

ان باتون مین بہت وقت گذر گیا۔ میر صاحب نا امید ہو گئے۔ وہ چاہتے تھے پلٹ چلین کہ بڈھے پٹیل نے اونھین روکا۔ اور کہا۔

ورما تانک کل شب کو بہت چڑھا گئے ہین۔ انھین جگانا کوئی آسان کام نہین اور اگر جاگین گے بھی تو بد مزاج رہین گے۔ کچھ دیر اور صبر کیجیے۔ ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔

چند ہی منٹ گذرے ہونگے کہ بنگلچی اور اسکے ساتھ کئی شخص میر صاحب کے پاس آئے اور پٹیل اور میر صاحب کو سلام کر کے بولے۔

خط دکھلائیے اور گڑھی کے اندر چلیے۔

اس کے بعد گڑھی کا پھاٹک کھلا۔ آگے پٹیل اور پیچھے میر صاحب نے گڑھی مین داخل ہو کر بازار کی سڑک کی راہ لی۔

(بقیہ جلد دوم ملاحظہ کیجیے)

نام کتاب	اجزا	قیمت	نام کتاب	اجزا	قیمت
عیاشی شوہر وفادار بی بی	۴	۹/	عبرت کامل	یکجا	[illegible]
شوہر پرست	۲ حصے	۳/	حسن سرور کامل	″	[illegible]
پہیلی	[illegible]	[illegible]	اختر حسین کامل	″	[illegible]
پیشہ	[illegible]	۱۲/	جعفر عباسیہ	″	[illegible]
ہم خرما وہم ثواب	۲ حصے	۴/	گودڑا	″	[illegible]
تارا وتی	[illegible]	[illegible]	نیل کا سانپ		[illegible]
مقدس دیوی	۲	[illegible]	زاہل دیوی		[illegible]

اسکے علاوہ جملہ علوم وفنون کی اردو۔ فارسی۔ عربی۔ انگریزی۔ ہندی۔ سنسکرت تعلیمی (مروجہ سررشتہ تعلیم) ادبی۔ مذہبی۔ طبی۔ تاریخی۔ قانونی کتابیں مطبوعہ نولکشور پریس ودیگر مطابع۔ نیز ہر قسم کا سامان نوشت وخواند (اسٹیشنری) قلم۔ دوات۔ روشنائی۔ قلمدان۔ سلیٹ۔ پنسل۔ ڈرائنگ (نقشہ کشی) کا کل سامان۔ کاپیاں۔ نوٹ بکیں۔ رجسٹر وغیرہ وغیرہ ہر قسم وہر پیمانہ کا سادہ کاغذ ہمارے یہاں بکفایت ملسکتا ہے جس چیز کی ضرورت ہو طلب فرما کر ممنون فرمائیے

المشتہر

ہرچند داس بھارگو منیجر بھارگو اسکول بک ڈپو امین آباد پارک
نمبر ۱۵ و ۱۶ لکھنؤ